علمی و تحقیقی سلسلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



مقدّس اوراق کا حکم

مع رسالہ

مقدس اوراق کی ری سائیکلنگ

مُصنّف

مُفتی مُحمّد رِضوان

ادارۂ غفران راولپنڈی۔ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی وتحقیقی سلسلہ

مقدّس اَوراق کا حکم

مع رسالہ

مقدس اوراق کی ری سائیکلنگ

قرآن مجید اور دیگر دینی تحریری مواد اور مقدس، بوسیدہ اور غیر ضروری اوراق کو بے حرمتی سے بچانے کے لئے دفن کرنے، جلانے، مٹانے، بہانے، مشین کے ذریعہ گودا بنانے یا ریزہ ریزہ کرنے اور ان کو دوبارہ کار آمد بنانے یعنی ری سائیکلنگ (Recycling) کرنے، اور اس مواد سے کاغذ اور گتہ تیار کر کے دینی ودنیوی مفید اور جائز مقاصد میں استعمال کرنے کا شرعی وفقہی دلائل کی روشنی میں مفصل ومدلل حکم

مختلف مکاتبِ فکر کے اہلِ علم ومفتیان کے فتاویٰ وآراء

پاکستان کی قومی وصوبائی اسمبلی اور وزارتِ مذہبی امور

قرآن بورڈ کا فیصلہ

مصنِّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

نام کتاب: مقدس اوراق کا حکم

مصنف: مفتی محمد رضوان

طباعتِ اول: شعبان 1439ھ مئی 2018ء۔طباعتِ دوم: ذوالحجہ 1439ھ-اگست 2018ء

صفحات: 180

ملنے کے پتے

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

اس دور میں قرآن مجید کے بوسیدہ نسخوں اور مقدس اوراق کی حفاظت اوران کو بے احترامی و بے ادبی سے بچانے کا مسئلہ، سنگین صورتِ حال اختیار کرچکا ہے، جس کی وجہ سے جا بجا معاشرہ میں آئے دن مختلف واقعات وفسادات رونما ہوتے رہتے ہیں۔

دوسری طرف موجودہ دور میں قرآن وحدیث اور دینی مضامین پر مشتمل بوسیدہ مقدس اوراق کی کثرت اور آبادی میں اضافہ کی وجہ سے ان اوراق اور نسخوں کی پاکیزہ اوراحترام والی جگہ میں محتاط طریقہ پر تدفین ایک مشکل ترین مرحلہ بن گیا ہے۔

کثیر مقدار کے ان مقدس اوراق اور نسخوں کو بڑے دریا میں اس طرح بہادینا یا ڈال دینا بھی آسان کام نہیں ہوتا، جن میں صاف پانی موجود ہو، اور احترام باقی رہے، کیونکہ اولاً تو آبادیوں اوران کے قرب وجوار میں پاک وصاف دریاؤں کا وجود مشکل ہے، دوسرے ان دریاؤں میں بہادینے یا ڈال دینے سے اکثر اوقات بعد میں یہ اوراق کناروں پر آنے یا گندے پانی کے ساتھ شامل ہوجانے سے مزید مشکلات پیش آجاتی ہیں۔

ان وجوہات کی بناء پر موجودہ حالات میں بعض علماء ان اوراق اور نسخوں کو بے ادبی سے بچانے کے لئے جلانے کی تجویز دیتے ہیں، مگر عوام کا بڑا طبقہ جلانے کے عمل کو قرآن اور مقدس اوراق کی گستاخی وبے ادبی تصور کرتا ہے، نیز اس طرح سے کاغذ کی بڑی مقدار جل کر خاکستر ہوجاتی ہے۔

اس صورتِ حال میں جدید دور کے مطابق مخصوص مشینوں کے ذریعہ کاغذ اوراوراق کو پانی میں حل کرکے گودا بنایا جاتا ہے، اور بعض اوقات اس گودے سے دوبارہ کاغذ تیار کرنے یا گتہ بنانے کے عمل کو اختیار کیا جاتا ہے، جس کو آج کل کے زمانہ میں کاغذ کی ''ری سائیکلنگ

(Recycling)'' کہا جاتا ہے۔

حکومتِ پاکستان، وزارتِ مذہبی امور، پنجاب قرآن بورڈ اور مختلف مکاتبِ فکر کے چیدہ اہلِ علم حضرات کی طرف سے غور وفکر اور کوشش کے نتیجہ میں قرآن مجید وغیرہ کے مقدس اوراق کو دوبارہ کارآمد و کارگر، قابلِ انتفاع اور قابلِ استعمال بنانے یا ری سائیکلنگ (Recycling) کرنے کے عمل کو نہ صرف جائز بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی گئی، اور سالہا سال کی جدوجہد کے بعد پاکستان میں حکومتِ پنجاب کے زیرِ انتظام قرآن محل برائے مقدس بوسیدہ اوراق قائم کر کے اس کے تحت ری سائیکلنگ سیل قائم کیا گیا ہے۔

اور پنجاب قرآن بورڈ کے تحت مختلف مکاتبِ فکر کے اہلِ علم ومقتدا حضرات قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق اور مقدس تحریری مواد کی ری سائیکلنگ (Recycling) یعنی اس کو دوبارہ کارگر و کارآمد بنا کر اس کو طباعت و دیگر مفید مقاصد کے لئے استعمال کرنے کے جائز ہونے کی قرارداد منظور کر چکے ہیں۔

اس کے علاوہ مختلف اہلِ علم ومفتیانِ کرام کے فتاویٰ کی روشنی میں بعض مقامات پر مخلص مسلمانوں نے قرآن مجید اور مقدس تحریرات کو بے ادبی سے بچانے کی خاطر جذبۂ ایمانی کے تحت دوبارہ کارآمد بنانے یا ری سائیکلنگ (Recycling) کے کارخانے تیار کر کے یا گتہ سازی کا پلانٹ لگا کر گتہ وغیرہ تیار کرنا شروع کیا ہے، جس کو بعض اوقات قرآن مجید اور دینی کتابوں کی جلد بندی کے لئے اور بعض اوقات دیگر مفید مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اور اس کے حوصلہ افزاء نتائج سامنے آنا شروع ہو گئے ہیں، اور مختلف مشکلات اور پیچیدگیوں سے نجات ملنا شروع ہو گئی ہے۔

راولپنڈی شہر میں بھی ایک مخلص اور دیندار صاحب جناب ظفر اقبال صاحب مرحوم نے مختلف جید مفتیانِ کرام کے فتاویٰ کی روشنی میں ''ادارہ احترام مقدس تحریر وتصاویر مقاماتِ مقدسہ'' قائم کیا تھا، جس کے تحت مختلف لوگوں کی طرف سے اس ادارہ کو غیر معمولی مقدار میں شہید قرآن مجید، سپارے اور کثیر مقدار میں جمع ہونے والے اخبار، رسالے اور دیگر کتب حاصل

ہوتی تھیں، جن کو دفن یا دریا برد کیا جاتا تھا، اس ادارہ کے لئے ''خیر آباد، نوشہرہ'' میں دریائے سندھ کے کنارے ایک جگہ بھی خرید کر مِل (Mill) کے لئے وقف کی گئی تھی۔

مگر اس جگہ میں گتہ سازی کا پلانٹ قائم ہونے کے مرحلہ سے پہلے ظفر اقبال صاحب کا انتقال ہوگیا، ان کے انتقال کے بعد اس کام کا بیڑا چند مخلص و مخیّر حضرات نے اٹھایا، اور انہوں نے اپنی کوششوں سے خیر آباد کی مذکورہ زمین میں ایک معقول رقم خرچ کر کے گتہ سازی کا پلانٹ قائم کیا، اور اس گتہ کے ذریعہ سے ہونے والی آمدنی کو مقدس اوراق وتحریرات جمع کرنے اور ادارہ کے تحت محنت و مزدوری کرنے والے افراد پر خرچ کرنا شروع کیا۔ اسی دوران بعض حضرات نے بوسیدہ قرآن مجید اور مقدس اوراق کی ری سائیکلنگ (Recycling) کے عمل کو قرآن مجید اور مقدس اوراق وتحریرات کے ادب واحترام کے خلاف تصور کیا، ان کا کہنا ہے کہ اولاً تو قرآن مجید کو پانی میں گھول کر اور گودا بنا کر کاغذ و گتہ بنانا جائز نہیں، اور اگر بنایا بھی جائے تو اس کاغذ یا گتہ کو قرآن مجید وغیرہ کے علاوہ دیگر مقاصد میں استعمال کرنا جائز نہیں۔

بندہ محمد رضوان نے اس طرح کے سوال کے جواب میں ایک مفصل مضمون مرتب کیا، جس کے پہلے حصہ میں اس کی مختلف صورتوں پر بحث کی گئی ہے، اور دوسرے حصہ میں ری سائیکلنگ (Recycling) پر فقہی کلام کیا گیا ہے، جو آئندہ صفحات میں پیش کیا جارہا ہے۔ [1]

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ راہِ حق کی اتباع کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

محمد رضوان 04 / ذوالقعدۃ / 1437ھ بمطابق 08 / اگست / 2016ء بروز پیر

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

---

[1] اس مفصل تحریر اور چند اہلِ علم حضرات کی کاوشوں کے نتیجہ میں نہ صرف یہ کہ بحمد اللہ تعالیٰ ری سائیکلنگ کو ناجائز اور اس کے نتیجہ میں مذکورہ ادارے کو بند کرانے کی کوشش کرنے والے حضرات نے اپنے موقف سے رجوع کیا، اور اس سلسلہ میں قائم ''علماء کمیٹی'' میں شامل ہو کر اس کے لیے تجاویز منظور کیں، بلکہ ''اوقاف ڈیپارٹمنٹ، خیبر پختونخوا'' (Auqaf Department Khyber Pakhtunkhwa) نے بھی اپنے ایک فیصلہ میں ری سائیکلنگ کو شریعت و قانون کے مطابق قرار دے کر مذکورہ ادارہ کو اپنا کام جاری رکھنے اور اس میں رکاوٹ نہ ڈالنے کا حکم صادر کیا، اس کی روئیداد ضمیمہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال

آج کل قرآن وحدیث اور مقدس کلمات ومضامین پر مشتمل مواد کی طباعت کی کثرت ہے، اورمساجدومکاتب اور مدارس وجامعات اور گھروں ودفتروں وغیرہ میں قرآن مجید واحادیثِ مبارکہ اوراسی طرح دوسرے دینی مضامین پر مشتمل کتب ورسائل کا تحریری مواداور ایسے نسخے بہت کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں کہ ان کے بوسیدہ وناکارہ ہوجانے کی وجہ سے یاکسی اورسبب سے ان سے استفادہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے یامالکان کوان کی ضرورت نہیں رہتی ،اخبارات ودیگر رسائل میں بھی اللہ اوررسول کے اسمائے مبارکہ شائع ہوتے ہیں،اورشہری تنگ آبادی میں اتنی بڑی مقدار میں ایسی پاک وصاف اور چلنے پھرنے سے الگ احترام والی جگہ کا میسرآنا ممکن نہیں ہوتا کہ ان نسخوں یا اوراق کو وہاں ادب واحترام کے ساتھ دفن کیا جائے،جس کے بعد دوبارہ وہ برآمد نہ ہوسکیں۔

تو کیا ایسی صورت میں ان نسخوں یا اوراق اور کتب ورسائل کوبے احترامی سے بچانے کے لئے جلادینے یاان کومخصوص مشین سے ریزہ ریزہ کردینے کی گنجائش پائی جاتی ہے؟

اوراسی طریقہ سے اگران کو پاک پانی میں ڈال کرمخصوص مشین سے ان کے نقوش مٹادیئے جائیں،اور کاغذ کا گودا (Pulp) بناکراسے دوبارہ کارآمد بنایا جائے،یعنی اس سے گتہ یا دوبارہ کاغذ وغیرہ بنایا جائے،بالفاظِ دیگرری سائیکلنگ (Recycling) کی جائے،تو کیاشرعاًاس کی اجازت ہے؟

جس کا ایک طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ایک بڑے ڈرم نما پلانٹ میں پانی بھرکراس میں قرآن مجید کے بوسیدہ نسخوں اورمقدس اوراق کواوپر کی طرف سے ڈالا جاتا ہے،جس کے بعداس ڈرم میں موجود کٹر (Cutter) کے چلنے سے وہ مواد کٹنا اورریزہ ریزہ ہونا اور پانی میں گھلنا شروع ہوجاتا ہے،اور گودا بن جاتا ہے،پھراس گودے سے اضافی پانی کو پاک وصاف دریا

میں بہادیا یا بڑے حوض یا کنویں میں جمع کر دیا جاتا ہے، اور گودے سے فاضل پانی کے اخراج کے بعد گتہ تیار کیا جاتا ہے، اور کاغذ سازی کے پلانٹ نصب کرنے کا ہمارے پاس فی الحال انتظام نہیں۔
اگر اس کی شرعاً گنجائش پائی جاتی ہے، تو کیا اس صورت میں اس گتہ کو دوبارہ قرآن مجید یا دینی کتب کی جلد بندی کے لئے استعمال کرنا ہی ضروری ہے، یا کسی اور جائز ومفید مقصد کے لئے بھی استعمال کرنے کی گنجائش ہے، اور اگر کسی وقت اس مواد سے کاغذ بنایا جائے، تو اس کا کیا حکم ہے؟
مفصل ومدلل جواب دے کر ممنون فرمائیں۔
جزاکم اللہ تعالیٰ خیرالجزاء۔

جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن مجید اور مقدس اوراق کو اہانت کے طور پر آگ میں جلانا یا اہانت کے طور پر قطع وبرید کرنا، یا اہانت کے طور پر اس کے حروف ونقوش کو مٹانا جائز نہیں، اور اگر کوئی مسلمان اس طرح کا عمل اہانت کے طور پر قصداً وعمداً کرے، تو اس سے کفر لازم آجاتا ہے۔
البتہ اگر قرآن مجید یا مقدس اوراق کے بوسیدہ وپرانا ہونے یا ان میں اغلاط کی وجہ سے، ان سے استفادہ کرنے کے دشوار ہونے کی وجہ سے اور ان کو بے ادبی سے بچانے کی خاطر کوئی اس طرح کا عمل کرے، تو جائز ہے، بلکہ اگر مذکورہ مقصد کے لئے آگ میں جلانے کی ضرورت پیش آئے، تو بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک اس کی گنجائش اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ودیگر صحابۂ کرام وتابعین سے اس کا ثبوت پایا جاتا ہے، خاص طور پر جبکہ اس طرح کے مواد کو پاک وصاف جگہ دفن کرنا مشکل ہو، جہاں کسی کے پاؤں نہ پڑتے ہوں، جیسا کہ آج کل شہروں میں دفن کرنے کی پاک اور قابلِ احترام جگہیں میسر آنا مشکل ہیں۔
اور اگر پاک وصاف جگہ بآسانی میسر ہو، جہاں انسانوں اور جانوروں کے پاؤں نہ پڑتے

ہوں، تو وہاں احتیاط کے ساتھ بغلی قبر بنا کر یا پاک کپڑے میں لپیٹ کر کوئی پتھر کی سِل یا لکڑی کا تختہ وغیرہ رکھ کر اس طرح دفن کر دینا بھی جائز ہے کہ اس پر مٹی نہ پڑے، بلکہ بعض کے نزدیک افضل ہے۔

فقہائے کرام نے سابق زمانہ میں جبکہ نقوش وحروف کی کاغذوں اور تختیوں سے لکھائی کو پانی میں ڈال کر اور دھو کر مٹانا ممکن وسہل ہوا کرتا تھا، اس کو بھی جائز قرار دیا تھا، اور اسی کے نتیجہ میں پاک پانی میں اس طرح کے اوراق کو ڈال دینے کی گنجائش دی تھی، کیونکہ اس طرح سے بھی ان اوراق کی لکھائی پانی لگنے سے ختم ہو جاتی اور مٹ جاتی تھی، بعد میں جب مشینوں وغیرہ کے ذریعہ سے پختہ لکھائی ہونے لگی، تو اس پر عمل مشکل ہو گیا، کیونکہ پانی کے ذریعہ سے لکھائی کا اثر زائل ہونا ممکن نہ رہا، اور اس طرح کے کاغذات کچھ عرصہ بعد پانی میں باہر نکلنے کی وجہ سے بے ادبی کا امکان بڑھ گیا۔

اس طرح کے حالات میں اگر کاغذ کو پاک پانی سے دھو کر یا ہاتھ یا مشین وغیرہ سے مسل کر اس کے نقوش وحروف مٹا دیئے جائیں، اور پھر اس کاغذ یا اس کے گودے کو دوبارہ قرآن مجید یا دوسرے دینی مواد کی طباعت یا جلد بندی یا دوسرے کسی جائز ومفید کام میں استعمال کیا جائے، تو فقہائے کرام کی عبارات کی روشنی میں اس کی بھی گنجائش ہے، اور اس میں موجودہ دور کی ری سائیکلنگ (Recycling) کا طریقہ بھی داخل ہے، جس کی تفصیل آگے دلائل کے ساتھ ذکر کی جاتی ہے۔

(فصل نمبر1)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مصحف کو جلانے یا مٹانے کا واقعہ

خلیفۂ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے خلافتِ راشدہ کے دور میں تمام صحابۂ کرام اور مسلمانوں کو قرآن مجید کے ایک طرح کے نسخے پر جمع فرمایا تھا، اور اس نسخہ کے علاوہ جن لوگوں کے پاس اپنے اپنے نسخے تھے، جن میں باہم کچھ فرق پایا جاتا تھا، ان کو جلانے، مٹانے، شق یا دفن کرنے کا حکم فرمایا تھا، جس کا ذکر مستند و معتبر احادیث وروایات میں آیا ہے۔

ذیل میں اس طرح کی چند روایات ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

وَأَرْسَلَ إِلٰى كُلِّ أُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِمَّا نَسَخُوْا، وَأَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْآنِ فِيْ كُلِّ صَحِيْفَةٍ أَوْ مُصْحَفٍ، أَنْ يُّحْرَقَ (بخاری، رقم الحديث ۴۹۸۷، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن)

ترجمہ: اور (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے) جو مصاحف لکھوائے، ان میں سے ایک ایک تمام علاقوں میں بھیج دیا اور حکم دے دیا کہ اس کے سوا جو قرآن (کسی کے پاس بھی) صحیفہ یا مصحف میں ہے، اس کو جلا دیا جائے (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

وَبَعَثَ إِلٰى كُلِّ أُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِمَّا نَسَخُوْا، وَأَمَرَ مِمَّا سِوٰى ذٰلِكَ مِنَ الْقُرْآنِ فِيْ كُلِّ صَحِيْفَةٍ أَوْ مُصْحَفٍ أَنْ يُّمْحٰى أَوْ يُحْرَقَ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۴۵۰۶، كتاب السير) [1]

---

[1] قال شعيب الارنوؤط :إسناده صحيح على شرطهما (حاشية صحيح ابن حبان)

ترجمہ: اور (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے) لکھوائے ہوئے مصاحف میں سے ایک ایک نسخہ تمام علاقوں میں بھیج دیا اور حکم دے دیا کہ اس نسخہ کے سوائے جو قرآن صحیفہ یا مصحف میں (کسی کے پاس) ہے، اس کو مٹا دیا یا جلا دیا جائے (ابن حبان)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے لکھوائے ہوئے نسخوں کے علاوہ قرآن مجید کے دیگر نسخوں کے مٹانے یا جلانے کا حکم فرمایا تھا، اور مذکورہ روایات میں ''نسخوا'' سے مراد وہ نسخے ہیں، جو انہوں نے لکھوائے تھے، نہ کہ منسوخ شدہ نسخے۔ [1]

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلسَّابِعَةُ عَشَرَ جَوَازُ إِحْرَاقِ وَرَقَةٍ فِيْهَا ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى لِمَصْلَحَةٍ كَمَا فَعَلَ عُثْمَانُ وَالصَّحَابَةُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ بِالْمَصَاحِفِ الَّتِىْ هِىَ غَيْرُ مُصْحَفِهِ الَّذِىْ أَجْمَعَتِ الصَّحَابَةُ عَلَيْهِ وَكَانَ ذٰلِكَ صِيَانَةً فَهِى حَاجَةٌ (شرح النووی علیٰ مسلم) [2]

ترجمہ: (حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے) سترھویں بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس ورقہ کے اندر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو، اُسے کسی مصلحت سے جلانا جائز ہے، جیسا کہ حضرت عثمان اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کے اُن نسخوں کے ساتھ کیا تھا، جو حضرت عثمان کے اُس نسخہ کے علاوہ تھے، جس پر صحابۂ کرام کا اجماع ہوا تھا، اور یہ حفاظت کی غرض سے کیا تھا، پس یہ ایک ضرورت تھی (نووی)

بعض دوسری روایات میں بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے دوسرے نسخوں کو

---

[1] نسخوا سبعة مصاحف فأرسل بستةٍ إلى مكة، والشام، واليمن، والبحرين، والبصرة، والكوفة، وبقى واحدة بالمدينة(التَّحبير لإيضَاح مَعَانى التَّيسير للصنعانى، ج٢ص ٥٠٩،حرف التاء، كتاب : تأليف القرآن وترتيبه وجمعه)

(حتى إذا نسخوا) أى : كتبوا (مرقاة المفاتيح، ج٤،ص ١٥١٩، كتاب فضائل القرآن)

[2] ج١٧ ص ١٠١، كتاب التوبة، باب حديث توبة كعب بن مالك وصاحبيه.

مٹانے یا جلانے کا ذکر آیا ہے۔ [1]

جن کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بوقتِ ضرورت مقدس اور قرآنی اوراق کو بے ادبی و بے احترامی وغیرہ سے بچانے کی خاطر جلا دینا جائز ہے، جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

---

[1] فکتبوا الصحف فی المصاحف، فبعث إلی کل أفق بمصحف، وأمر بما سوی ذلک من القرآن فی کل صحیفة أن تمحی أو تحرق(السنن الکبری للبیهقی،رقم الحدیث ۲۳۷۴)

عن أبی قلابة قال :لما کان فی خلافة عثمان جعل المعلم یعلم قراء ة الرجل ، والمعلم یعلم قراء ة الرجل ، فجعل الغلمان یلتقون فیختلفون حتی ارتفع ذلک إلی المعلمین قال أیوب :لا أعلمه إلا قال :حتی کفر بعضهم بقراء ة بعض ، فبلغ ذلک عثمان ، فقام خطیبا فقال : أنتم عندی تختلفون فیه فتلحنون ، فمن نأی عنی من الأمصار أشد فیه اختلافا ، وأشد لحنا ، اجتمعوا یا أصحاب محمد واکتبوا للناس إماما قال أبو قلابة :فحدثنی أنس بن مالک (قال أبو بکر :هذا مالک بن أنس) قال :کنت فیمن أملی علیهم فربما اختلفوا فی الآیة فیذکرون الرجل قد تلقاها من رسول الله صلی الله علیه وسلم ولعله أن یکون غائبا ، أو فی بعض البوادی ، فیکتبون ما قبلها وما بعدها ، ویدعون موضعها حتی یجیء أو یرسل إلیه ، فلما فرغ من المصحف کتب إلی أهل الأمصار :أنی قد صنعت کذا محوت ما عندی فامحوا ما عندکم(المصاحف لابنِ ابی داوٗد،رقم الحدیث ۲۱)

أنس بن مالک، أن حذیفة بن الیمان، قدم علی عثمان بن عفان، وکان یغزو مع أهل العراق قبل أرمینیة فی غزوهم ذلک فیمن اجتمع من أهل العراق، وأهل الشام، فتنازعوا فی القرآن حتی سمع حذیفة اختلافهم فیه ما زعره، فرکب حذیفة حتی قدم علی عثمان، فقال :یا أمیر المؤمنین أدرک هذه الأمة قبل أن یختلفوا فی القرآن اختلاف الیهود والنصاری فی الکتب ؛ ففزع لذلک عثمان بن عفان، فأرسل إلی حفصة بنت عمر أن أرسلی إلی بالمصحف التی جمع فیها القرآن، فأرسلت إلیه بها حفصة، فأمر عثمان زید بن ثابت، وسعید بن العاص، وعبد الله بن الزبیر، وعبد الرحمن بن الحارث بن هشام أن ینسخوها فی المصاحف، وقال لهم :إذا اختلفتم أنت وزید بن ثابت فی عربیة من عربیة القرآن فاکتبوها بلسان قریش، فإن القرآن إنما نزل بلسانهم، ففعلوا حتی کتبت المصاحف، ثم رد عثمان المصحف إلی حفصة، وأرسل إلی کل جند من أجناد المسلمین بمصحف، وأمرهم أن یحرقوا کل مصحف یخالف المصحف الذی أرسل به، فذلک زمان حرقت المصاحف بالنار(مسند الشامیین،للطبرانی،رقم الحدیث ۲۹۹۱)

(فصل نمبر 2)

تغسیل، تمزیق اور تدفین کی روایات

جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے متعلق بعض روایات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قرآن کو ایک نسخہ پر جمع فرمانے کے بعد دوسرے نسخوں کو جلانے کے بجائے شق وقطع یا ٹکڑے کرنے کا ذکر آیا ہے۔ [1]

اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک نسخہ باقی رہ گیا تھا، اُن کی وفات کے بعد مدینہ منورہ کے امیر ''مروان'' نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے وہ نسخہ منگوا کر اس کو دھو دیا تھا۔ [2]

اور بعض روایات میں ہے کہ اس کو پھاڑ دیا تھا، اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ [3]

---

[1] حدثنا الحسن بن عثمان، قال :حدثنا الربيع بن بدر، عن سوار بن شبيب، قال ": دخلت على ابن الزبير رضى الله عنه فى نفر فسألته عن عثمان، لم شقق المصاحف، ولم حمى الحمى؟ فقال :قوموا فإنكم حرورية ، قلنا :لا والله ما نحن حرورية، قال :قام إلى أمير المؤمنين عمر رضى الله عنه رجل فيه كذب وولع، فقال :يا أمير المؤمنين إن الناس قد اختلفوا فى القراء ة، فكان عمر رضى الله عنه قد هم أن يجمع المصاحف فيجعلها على قراء ة واحدة، فطعن طعنته التى مات فيها، فلما كان فى خلافة عثمان رضى الله عنه قام ذلك الرجل فذكر له، فجمع عثمان رضى الله عنه المصاحف، ثم بعثنى إلى عائشة رضى الله عنها فجئت بالصحف التى كتب فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم القرآن فعرضناه عليها حتى قومناها، ثم أمر بسائرها فشققت (تاريخ المدينة لابن شبة، ج٣ص ٩٩٠، ٩٩١، كتابة القرآن وجمعه)

[2] حدثنا حفص بن عمر الدورى، قال :حدثنا إسماعيل بن جعفر، عن عمارة بن غزية، عن ابن شهاب، عن خارجة بن زيد بن ثابت رضى الله عنه قال :لما ماتت حفصة أرسل مروان إلى عبد الله بن عمر رضى الله عنهما بعزيمة، فأعطاه إياها، فغسلها غسلا (تاريخ المدينة لابن شبة، ج٣ص ١٠٠٣، كتابة القرآن وجمعه)

[3] حدثنا عثمان بن عمر، قال :أنبأنا يونس، عن ابن شهاب، قال :حدثنى أنس رضى الله عنه قال " :لما كان مروان أمير المدينة أرسل إلى حفصة يسألها عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض روایات میں اس نسخہ کو جلانے کا ذکر آیا ہے۔ ۱؎

جس کی محدثین وفقہائے کرام اور اہلِ علم حضرات نے تشریح وتوضیح کی ہے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے جلانے، مٹانے، دھونے، دفن کرنے، نیز قطع یعنی ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی تمام روایات کو درست اور مختلف صورتوں اور لوگوں پر محمول فرمایا ہے۔

اس سلسلہ میں چند حوالہ جات وعبارات ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ ابنِ حجر کا حوالہ

علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ، صحیح بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں:

صَنَعَ بِالصُّحُفِ جَمِيعَ ذٰلِکَ مِنْ تَشْقِيقٍ ثُمَّ غَسْلٍ ثُمَّ تَحْرِيقٍ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المصاحف ليمزقها وخشى أن يخالف الكتاب بعضه بعضا، فمنعتها إياه ، قال الزهرى: فحدثنى سالم قال :لما توفيت حفصة أرسل مروان إلى ابن عمر رضى الله عنهما بعزيمة ليرسلن بها، فساعة رجعوا من جنازة حفصة أرسل بها ابن عمر رضى الله عنهما، فشققها ومزقها مخافة أن يكون فى شىء من ذلک خلاف لما نسخ عثمان رضى الله عنه (تاريخ المدينة لابن شبة، ج۳ص ۱۰۰۳ ،كتابة القرآن وجمعه)

۱؎ قال ابن شهاب :وأخبرنى أنس بن مالک أنه اجتمع لغزوة أذربيجان وأرمينية أهل الشام وأهل العراق، فتذاكروا القرآن فاختلفوا فيه، حتى كاد يكون بينهم قتال، قال : فركب حذيفة بن اليمان لما رأى اختلافهم فى القرآن إلى عثمان بن عفان، فقال :إن الناس قد اختلفوا فى القرآن، حتى إنى والله لأخشى أن يصيبهم ما أصاب اليهود والنصارى من الاختلاف، ففزع لذلک عثمان رضوان الله عليه فزعا شديدا، وأرسل إلى حفصة، فاستخرج الصحف التى كان أبو بكر أمر زيدا بجمعها، فنسخ منها المصاحف، فبعث بها إلى الآفاق، ثم لما كان مروان أمير المدينة أرسل إلى حفصة يسألها عن الصحف ليمزقها، وخشى أن يخالف بعض العام بعضا، فمنعته إياها.

قال ابن شهاب :فحدثنى سالم بن عبد الله قال :لما توفيت حفصة أرسل إلى عبد الله بن عمر بعزيمة ليرسل بها، فساعة رجعوا من جنازة حفصة أرسل ابن عمر إلى مروان فحرقها، مخافة أن يكون فى شىء من ذلک اختلاف لما نسخ عثمان رضى الله تعالى عنه(صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۴۵۰۷)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية صحيح ابنِ حبان)

وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَّكُوْنَ بِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ فَيَكُوْنُ مَزَّقَهَا ثُمَّ غَسَلَهَا وَاللّٰهُ أَعْلَمُ (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج۹، ص۲۰، کتاب فضائل القرآن، قوله باب جمع القرآن)

ترجمہ: اور (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جلانے، دھونے، قطع کرنے اور دفن کرنے سے متعلق) ان روایات میں اس طرح جمع کیا جائے گا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کے نسخوں کے ساتھ یہ تمام امور اختیار کیے ہوں، ٹکڑے کرنے کا بھی، پھر دھونے کا بھی، پھر جلانے کا بھی، اور یہ بھی احتمال ہے کہ ''خاء'' کے ساتھ ہو، پس پہلے ان کے ٹکڑے کر دیئے ہوں، پھر ان کو دھو دیا ہو، واللہ اعلم (فتح الباری)

علامہ ابنِ حجر کا ایک اور حوالہ

علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ وَأَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْآنِ فِيْ كُلِّ صَحِيْفَةٍ أَوْ مُصْحَفٍ أَنْ يُّحْرَقَ فِيْ رِوَايَةِ الْأَكْثَرِ أَنْ يُّخْرَقَ بِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ وَلِلْمَرْوَزِيِّ بِالْمُهْمَلَةِ وَرَوَاهُ الْأَصِيْلِيُّ بِالْوَجْهَيْنِ وَالْمُعْجَمَةُ أَثْبَتُ وَفِيْ رِوَايَةِ الْإِسْمَاعِيْلِيِّ أَنْ تُمْحٰى أَوْ تُحْرَقَ (......وبعد اسطر......)

وَفِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ قِلَابَةَ فَلَمَّا فَرَغَ عُثْمَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ كَتَبَ إِلٰى أَهْلِ الْأَمْصَارِ إِنِّيْ قَدْ صَنَعْتُ كَذَا وَكَذَا وَمَحَوْتُ مَا عِنْدِيْ فَامْحُوا مَا عِنْدَكُمْ وَالْمَحْوُ أَعَمُّ مِنْ أَنْ يَّكُوْنَ بِالْغَسْلِ أَوِ التَّحْرِيْقِ وَأَكْثَرُ الرِّوَايَاتِ صَرِيْحٌ فِي التَّحْرِيْقِ فَهُوَ الَّذِيْ وَقَعَ وَيُحْتَمَلُ وُقُوْعُ كُلٍّ مِنْهُمَا بِحَسْبِ مَا رَأٰى مَنْ كَانَ بِيَدِهٖ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ (فتح الباری شرح

صحيح البخاری، ج۹،ص ۲۰، ۲۱، كتاب فضائل القرآن،قوله باب جمع القرآن)

ترجمہ: اور حدیث میں مذکور یہ قول کہ اس کے علاوہ جو قرآن صحیفہ یا مصحف میں تھا، اس کو جلانے کا حکم دیا، اکثر روایات میں ''یخرق'' خاء کے ساتھ ہے (بمعنیٰ پھاڑنا) اور مروزی کی روایت میں ''یحرق'' حاء کے ساتھ ہے (بمعنی جلانا) اور اصیلی نے دونوں طریقوں سے روایت کیا ہے، اور ''خاء'' کے ساتھ زیادہ ثابت ہے، اور اسماعیلی کی روایت میں مٹانے یا جلانے کا حکم دینے کے الفاظ ہیں (اور چند سطور کے بعد فرماتے ہیں) اور حضرت ابوقلابہ کی روایت یہ ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرآن مجید کو جمع کرنے سے فارغ ہوگئے، تو تمام شہروں میں فرمان بھیجا کہ میں نے اس طرح اور اس طرح سے عمل کیا ہے، اور جو میرے پاس دوسرے نسخے تھے، ان کو مٹا دیا ہے، تو جو (دوسرے) نسخے تمہارے پاس ہیں، ان کو تم بھی مٹادو۔

اور مٹانا عام ہے خواہ دھو کر ہو، یا جلا کر ہو، اور اکثر روایات جلانے کی تصریح کرتی ہیں، پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جلانے کا عمل اختیار کیا تھا، اور یہ بھی احتمال ہے کہ جلانے اور مٹانے کا عمل ہر شخص نے اپنی حسبِ حیثیت اختیار کیا ہو (یعنی جس کو جس صورت پر عمل میسر ہوا، یا جس نے جس عمل کو اپنی حسبِ شان وحسبِ حالت مناسب سمجھا، اس کو اختیار کیا) (فتح الباری)

مطلب یہ ہے کہ بعض روایات میں مٹانے یا پھاڑنے کا ذکر آیا ہے، اور بعض روایات میں جلانے کا ذکر آیا ہے، اس لئے یا تو جلانے کی روایات کو ترجیح دی جائے گی، اور مٹانے سے مراد جلانا لیا جائے گا، یا یہ کہا جائے گا کہ ممکن ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سب چیزوں کا حکم فرمایا ہو، یا ہر شخص کو اس کے حسبِ سہولت حکم فرمایا ہو، کہ جس کو جلانا سہل ہو، وہ جلا دے، اور جس کو مٹانا سہل ہو، وہ مٹا دے، جس کی وجہ یہ تھی کہ اُس زمانے میں صحیفے مختلف

شکلوں اور چیزوں میں لکھے ہوئے تھے، کسی کے پاس چمڑے پر، کسی کے پاس درخت کے پتوں پر، کسی کے پاس ہڈیوں پر، اور کسی کے پاس کپڑے وغیرہ پر، جس کا صحیح احادیث میں ذکر آیا ہے۔ [1]

ملا علی قاری کا حوالہ

ملا علی قاری حنفی مشکاۃ کی شرح میں فرماتے ہیں:

(فِيْ كُلِّ صَحِيْفَةٍ، أَوْ مُصْحَفٍ أَنْ يُّحْرَقَ) بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ، مِنَ الْإِحْرَاقِ، قَدْ يُرْوٰى بِالْمُعْجَمَةِ، أَيْ: يُنْقَضُّ وَيُقْطَعُ ذَكَرَهُ الطِّيبِيُّ، وَقَالَ الْعَسْقَلَانِيُّ: فِيْ رِوَايَةِ الْأَكْثَرِ أَنْ يُّخْرَقَ بِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ، وَلِلْمَرْوَزِيِّ بِالْمُهْمَلَةِ، وَرَوَاهُ الْأَصِيْلِيُّ بِالْوَجْهَيْنِ، وَفِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ دَاوُدَ، وَالطَّبَرَانِيِّ، وَغَيْرِهِمَا مَا يَدُلُّ عَلَى الْمُهْمِلَةِ (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۴،ص ۱۵۱۹، كتاب فضائل القرآن)

ترجمہ: (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے) قرآن کے ہر دوسرے صحیفہ یا مصحف کو جلانے کا حکم فرمایا" یُحْرَق" حاء کے ساتھ ہے، احراق یعنی جلانے سے ہے، اور بعض روایات میں خاء کے ساتھ (یُخْرَق) بھی ہے، جس کے معنیٰ (جلانے

---

[1] عن زيد بن ثابت قال :أرسل إلى أبو بكر مقتل أهل اليمامة، فأتيته وعنده عمر فقال :إن عمر أتاني فقال :إن القتل استحر يوم اليمامة بقراء القرآن وإني أرى أن تأمر بجمع القرآن فقلت :كيف أفعل شيئا لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال عمر :هو والله خير فلم يزل يراجعني حتى شرح الله صدري للذي شرح له صدر عمر ثم قال :إنك غلام شاب عاقل لا نتهمك قد كنت تكتب الوحي لرسول الله صلى الله عليه وسلم فتتبع القرآن فاجمعه فقلت :كيف تفعلان شيئا لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال أبو بكر :هو والله خير فلم يزل يراجعني حتى شرح الله صدري للذي شرح له صدر أبي بكر وعمر، والله، لو كلفاني نقل جبل من الجبال ما كان أثقل على من الذي كلفاني، ثم تتبعت القرآن أجمعه من العسب، والرقاع، والصحف، وصدور الرجال(السنن الكبرىٰ للنسائي، رقم الحديث ۷۹۴۱)

کے بجائے) پھاڑنے اور کاٹنے کے آتے ہیں (یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوسرے نسخوں کو کاٹنے اور ٹکڑے کرنے کا حکم دیا)

طیبی نے اس کا ذکر کیا ہے، اور علامہ عسقلانی نے فرمایا کہ اکثر روایات میں ’’یُخرَق‘‘ خاء کے ساتھ آیا ہے، اور مروزی کی روایت میں حاء کے ساتھ آیا ہے، اور اصیلی نے دونوں طریقوں سے روایت کیا ہے، اور ابوداؤ داور طبرانی وغیرہ کی روایتوں میں حاء کے ساتھ آیا ہے (مرقاۃ)

حافظ ابنِ قرقول کا حوالہ

فقیہ، محدث، علامہ، حافظ ابنِ قرقول (المتوفیٰ 569 ہجری) فرماتے ہیں:

قوله: " وأمر بكل صحيفة أو مصحف أن يحرق "كذا للمروزى، وللجماعة بالخاء المعجمة، والأول أعرف، قال القابسى: وهو الذى أعرف، وقد روى عن الأصيلى الوجهان، وقد تحرق بعد التمزيق (مطالع الأنوار على صحاح الآثار، لابن قرقول، ج۲، ص ۲۶۴، حرف الحاء)

ترجمہ: اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہر دوسرے صحیفہ یا مصحف کے جلانے کا حکم فرمایا، مروزی کی روایت میں اسی طریقہ سے ہے، اور ایک جماعت نے خاء کے ساتھ روایت کیا ہے، اور پہلا زیادہ معروف ومشہور ہے، قابسی نے فرمایا کہ یہی زیادہ مشہور ومعروف ہے، اور اصیلی نے دونوں طرح روایت کیا ہے، اور بعض اوقات قطع اور ٹکڑے کرنے کے بعد جلا دیا جاتا ہے (مطالع الانوار)

قاضی بدرالدین دمامینی مالکی کا حوالہ

امام قاضی بدرالدین دمامینی مالکی المتوفیٰ 827 ہجری فرماتے ہیں:

(أن يحرق): بحاء مهملة للمروزى، وبمعجمة لسائرهم، والأول

أعرف، وقد روى عن الأصيلى، ويمكن الجمع بأن يكون الإحراق بعد التمزيق كما قاله القاضى(مصابيح الجامع) [1]

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (ہر دوسرے صحیفہ یا مصحف کے) جلانے کا حکم فرمایا، مروزی کی روایت میں حاء کے ساتھ ہے، اور دوسری روایات میں خاء کے ساتھ ہے، اور پہلا زیادہ معروف ومشہور ہے، اصیلی سے اسی طرح مروی ہے، اور دونوں قسم کی روایات میں جمع وتطبیق کرنا اس طرح ممکن ہے کہ قطع وٹکڑے کرنے کے بعد جلایا گیا ہو، جیسا کہ قاضی نے فرمایا (مصابیح الجامع)

قاضی محمد بن عبداللہ اشبیلی مالکی کا حوالہ

قاضی محمد بن عبداللہ ابوبکر بن عربی اشبیلی مالکی فرماتے ہیں:

وأما ما روى أنه أحرقها أو خرقها -بالحاء المهملة أو الخاء المعجمة، وكلاهما جائز (العواصم من القواصم) [2]

ترجمہ: اور جو یہ مروی ہے کہ "**أحرقها أو خرقها**" یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان مصاحف کو جلا دیا تھا، یا پھاڑ دیا تھا، حاء کے ساتھ یا خاء کے ساتھ، دونوں باتیں درست ہیں (العواصم)

یعنی جلانا اور پھاڑنا یا ٹکڑے ٹکڑے کرنا سب روایات اپنی اپنی جگہ درست ہیں، جیسا جس چیز کے ساتھ عمل ممکن ہوا، اس کو اختیار کیا، کیونکہ اصل مقصد ان حروف ونقوش کو مٹانا تھا، اور یہ مقصد مذکورہ تمام صورتوں میں حاصل ہو گیا تھا، سب کو ایک صورت کا پابند کرنا بھی مشکل تھا۔

---

[1] ج۸،ص ۵۱۴،۵۱۵، تحت رقم الحديث ۲۴۱۱، كتاب فضائل القرآن،باب :جمع القرآن.

[2] ص ۸۳، الباب الثانى، عاصمة:بيان بطلان هذه الدعاوى سندا ومتنا.

علامہ ابنِ ملقن کا حوالہ

علامہ ابنِ ملقن فرماتے ہیں:

ومن خرقها دفنها بعد، وهذا حكمُهُ فى ذلك الزمن، أما الآن قيل: الغسل أولى إذا دعت الحاجة إلى إزالته (التوضيح لشرح الجامع الصحيح، ج ۲۴، ص ۲۵، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن)

ترجمہ: اور جس نے اُس مصحف کو پھاڑا، تو اس نے بعد میں دفن کر دیا، اور یہ اُس زمانہ کا حکم ہے، جہاں تک آج کے دور کا تعلق ہے، تو کہا گیا ہے کہ آج کے دور میں دھونا (ومٹانا) بہتر ہے، جب اس کو زائل کرنے کی ضرورت پیش آئے (توضیح)

معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ کی بعض روایات میں قرآنی مصحف یا مصاحف کو قطع اور ٹکڑے کرنے کا ذکر آیا ہے، لہٰذا ضرورت کے وقت قرآن مجید کے نسخوں یا اوراق کو قطع کرنا اور کاٹنا بھی جائز ہے، اس مقصد کو بیان کرنے کے لئے بعض دوسری روایات میں ''شق'' کے الفاظ آئے ہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

آج کل بعض مشینیں ایسی ایجاد ہوگئی ہیں کہ وہ کاغذ کو ریزہ ریزہ یعنی چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کر دیتی ہیں، اور بعض مشینیں کاٹ کر گودا بنا دیتی ہیں، کاغذ کو دوبارہ کارآمد بنانے یا ری سائیکلنگ کے لئے بھی اس طرح کی مشینیں استعمال کی جاتی ہیں، شرعی اعتبار سے ضرورت کے وقت بطورِ خاص بے ادبی سے بچانے کی خاطر ان طریقوں کو بھی حسبِ حال اختیار کیا جاسکتا ہے، کیونکہ یہ بھی ایک طرح سے مٹانے کی شکل ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں قرآن مجید کے فاضل نسخوں کو جلانے، مٹانے اور قطع وبرید کرنے کی جو مختلف روایات مروی ہیں، وہ مختلف شخصیات وحالات پر محمول ہیں۔

اور ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے دوسرے

نسخوں کو زمین میں دفن کرادیا تھا۔ [1]

جس کے پیشِ نظر بعض فقہاء، قرآن مجید اور مقدس مضامین ورسائل کے بوسیدہ غیر ضروری یا ناقابلِ استعمال اوراق اور نسخوں کو کپڑے وغیرہ میں لپیٹ کر پاک جگہ میں جہاں پاؤں نہ پڑیں، ایسے الگ تھلگ، پاک صاف مقام میں احتیاط سے دفن کرنے کا حکم فرماتے ہیں۔ [2]

ممکن ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حسبِ حال اس صورت کا بھی لوگوں کو اختیار دیا ہو، اور مطلب یہ ہو کہ جس کو جس صورت پر عمل میسر وسہل ہو، وہ اس پر عمل کرے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

کیونکہ اصل مقصود ان نسخوں کو مٹانا اور حذف کرنا اور ان کو بے ادبی سے بچانا اور دوسروں کو فتنہ میں مبتلا ہونے سے محفوظ رکھنا تھا، جس میں تحریق، تخریق، تمزیق، تدفین اور غَسل، شق یا محو کرنے کی مذکورہ بالا مختلف صورتیں داخل ہیں۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ کتابت شدہ چیزیں مختلف طرح کی ہوسکتی ہیں، جن میں سے بعض کے نقوش وحروف مٹا کر ان چیزوں کو کام میں لانا ممکن ہوتا ہے، جیسا کہ پہلے زمانہ میں لکڑی اور تختیوں پر لکھائی ہوتی تھی، جن سے لکھائی مٹنے کے بعد دوسرے کام میں استعمال کیا جانا ممکن تھا، اور بعض چیزوں کا دوبارہ استعمال ممکن نہیں ہوتا یا مشکل ہوتا ہے، اور لکھائی کی نوعیت اور

---

[1] حدثنا عبد الله قال حدثنا على بن محمد الثقفى ، حدثنا منجاب بن الحارث قال : قال إبراهيم :حدثنى أبو المحياة ، عن بعض أهل طلحة بن مصرف قال :دفن عثمان المصاحف بين القبر والمنبر قال أبو بكر :هذا إبراهيم بن يوسف السعدى من ولد سعد بن أبى وقاص ، روى عنه المنجاب كتاب المبتدأ عن زياد وهو لا بأس به(المصاحف لابن أبى داود، رقم الحديث ۹۲)

[2] صرح الحنفية والحنابلة بأن المصحف إذا صار بحال لا يقرأ فيه، يدفن كالمسلم، فيجعل فى خرقة طاهرة، ويدفن فى محل غير ممتهن لا يوطأ، وفى الذخيرة :وينبغى أن يلحد له ولا يشق له؛ لأنه يحتاج إلى إهالة التراب عليه، وفى ذلك نوع تحقير إلا إذا جعل فوقه سقفا بحيث لا يصل التراب إليه فهو حسن أيضا .ذكر أحمد أن أبا الجوزاء بلى له مصحف، فحفر له فى مسجده، فدفنه. ولما روى أن عثمان بن عفان دفن المصاحف بين القبر والمنبر .أما غيره من الكتب فالأحسن كذلك أن تدفن(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۲، ص ۱۲، مادة "دفن")

روشنائی بھی مختلف ہوسکتی ہیں، جن میں سے بعض کے نقوش وحروف کو مٹانا ممکن ہوتا ہے، اور بعض کے نقوش وحروف کو مٹانا ممکن نہیں ہوتا یا مشکل ہوتا ہے۔

اور اسی طریقہ سے کسی شخص کے لئے دفن کرنا ممکن وسہل ہوتا ہے، اور کسی کے لئے جلانا یا ریزہ ریزہ کرنا، اور اسی طریقہ سے ہر شخص کی ضرورت بھی مختلف ہوسکتی ہے۔

دین چونکہ فطرت کے مطابق ہے، اس لئے اس میں امت کے مختلف قسم کے حالات وافراد کے لئے ممکنہ اور قابلِ عمل صورتوں پر عمل کرنے کا اختیار دے دیا گیا ہے۔

آج بھی ناقابلِ استعمال مقدس اوراق کا کسی کو دفن کرنا ممکن وسہل ہے، کسی کو جلا دینا اور کسی کو گودا بنا کر دوبارہ قابلِ استعمال بنانا، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم.

(فصل نمبر 3)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عمل کی تحسین وعدمِ نکیر

اس کے بعد سمجھ لینا چاہئے کہ خواہ جلانے کا عمل ہو، یا مٹانے کا یا قطع وشق کرنے کا یا دفن کرنے کا، بہر حال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ عمل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں کیا تھا، اوران کے اس طرزِ عمل پر صحابۂ کرام وجلیل القدر تابعین نے تردید یا انکار نہیں کیا تھا، جس کا بعض روایات میں ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت مصعب بن سعد سے روایت ہے کہ:

أَدْرَكْتُ النَّاسَ مُتَوَافِرِيْنَ حِيْنَ حَرَّقَ عُثْمَانُ الْمَصَاحِفَ ، فَأَعْجَبَهُمْ ذٰلِكَ ، وَقَالَ :لَمْ يُنكِرْ ذٰلِكَ مِنْهُمْ أَحَدٌ (المصاحف لابن أبی داود، رقم الحديث ٣٣، باب اتفاق الناس مع عثمان علی جمع المصاحف) [1]

ترجمہ: میں نے سب لوگوں کو اس وقت جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کو جلایا، اس حال میں پایا کہ ان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ عمل اچھا محسوس ہوا، اوران میں سے کسی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر نکیر نہیں کی (المصاحف لابنِ ابی داؤد)

اور حضرت مصعب بن سعد سے ہی روایت ہے کہ:

أَدْرَكْتُ النَّاسَ حِيْنَ شَقَّقَ عُثْمَانُ الْمَصَاحِفَ ، فَأَعْجَبَهُمْ ذٰلِكَ ، أَوْ قَالَ :لَمْ يَعِبْ ذٰلِكَ أَحَدٌ (فضائل القرآن للقاسم بن سلام) [2]

---

[1] قال ابن كثير: وهذا إسناد صحيح(تفسير ابن كثير، ج ١، ص ٣٠،مقدمة)

[2] ص ٢٨٤، باب تأليف القرآن وجمعه ومواضع حروفه وسوره،تاريخ المدينة لابن شبة، ج٣ص ١٠٠٤، كتابة القرآن وجمعه.

ترجمہ: جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کوشق (یعنی قطع) کیا، تو میں نے لوگوں کو اس حال میں پایا کہ انہوں نے اس عمل کو اچھا سمجھا، اور کسی نے اس پر عیب نہیں لگایا (فضائل القرآن، تاریخ المدینہ)

بعض دوسری روایات میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کی طرف سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مذکورہ عمل کی تحسین منقول ہے۔ [1]

بہرحال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے فاضل نسخوں کو جلانے یا ان کوشق وقطع کرنے یا دفن یا محو کرنے کا جو عمل اختیار کیا تھا، اس پر ان کے زمانہ میں عیب نہیں لگایا گیا، جو اس عمل کے جائز ہونے اور ایک طرح سے اس پر سکوتی اجماع کی دلیل ہے۔ [2]

بعض روایات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مصاحف کو جلانے کا عمل نہ کرتے، تو میں اس عمل کو کرتا (ابن ابی داؤد) [3]

اور ابنِ شبہ کی تاریخِ مدینہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ:

اِتَّقُوا اللّٰهَ فِيْ عُثْمَانَ وَلَا تَغْلُوْا فِيْهِ، وَلَا تَقُوْلُوْا حَرَّاقَ الْمَصَاحِفِ، فَوَاللّٰهِ مَا فَعَلَ إِلَّا عَنْ مَلَأٍ مِنَّا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ.

ترجمہ: تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اور ان کی شان

---

[1] حدثنا إسماعيل بن أبي كريمة، قال: حدثنا محمد بن سلمة، عن أبي عبد الرحمن، عن زيد بن أبي أنيسة، عن أبي إسحاق، عن مصعب بن سعد، قال " :سمعت رجالا من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم يقولون :لقد أحسن "(تاريخ المدينة لابن شبة، ج۳ص ۱۰۰۴، كتابة القرآن وجمعه)

[2] وقال مصعب بن سعد:أدركت الناس متوافرين حين حرق عثمان المصاحف فأعجبهم ذلك، أو قال :لم ينكر ذلك منهم أحد، وهو من حسنات أمير المؤمنين عثمان رضى الله عنه التى وافقه المسلمون عليها(تفسير العثيمين :الفاتحة والبقرة،ص۲۶، مقدمة، كتابة القرآن وجمعه)

[3] حدثنا شعبة ، عن علقمة بن مرثد ، عن رجل ، عن سويد بن غفلة قال :قال على حين حرق عثمان المصاحف : لو لم يصنعه هو لصنعته (المصاحف لابن أبى داود،رقم الحديث ۳۲)

میں غلومت کرو، اور اور یہ نہ کہو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کو جلا دیا، پس اللہ کی قسم! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کی جماعت کی مشاورت سے یہ عمل کیا (تاریخ المدینہ) [1]

البتہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ مروی ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے خوش نہیں تھے۔

لیکن محدثین واہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا ناخوش ہونا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قرآنی نسخوں کے جلانے وغیرہ کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ اس وجہ سے تھا کہ وہ لکھنے والوں میں شامل نہیں تھے، مگر بعد میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس پر اتفاق ہوگیا تھا، اور ان کی خفگی دور ہوگئی تھی۔ [2]

---

[1] حدثنا أبو داود الطيالسى، قال :حدثنا محمد بن أبان، قال :أخبرنى علقمة بن مرثد، قال : سمعت العيزار بن جرول الحضرمى، يقول :لما خرج المختار كنا هذا الحى من حضرموت أول من معه ، فأتانا سويد بن غفلة فقال :إن لكم علينا حقا، وإن لكم جوارا، وقد بلغنى أنكم تسرعتم إلى هذا الرجل فوالله لا أحدثكم إلا بشىء سمعته منه :أقبلت ذات يوم فغمزنى غامز من خلفى فالتفت فإذا المختار، فقال :أيها الشيخ، ما بقى فى قلبک من حب ذاک الرجل -يعنى عليا -قلت :إنى أشهد الله أنى أحبه بقلبى وسمعى وبصرى ولسانى، قال :ولكنى أشهد الله أنى أبغضه بقلبى وبصرى وسمعى -وأحسبه قال وبلسانى -فقلت :أبيت والله إلا تثبيطا عن آل محمد وترتيبا لنقبل حراق -أو إحراق -المصاحف، قال :فوالله لا أحدثكم إلا بشىء سمعته من على :سمعته يقول ": اتقوا الله فى عثمان ولا تغلوا فيه، ولا تقولوا حراق المصاحف، فوالله ما فعل إلا عن ملأ منا أصحاب محمد، دعانا فقال :ما تقولون فى هذه القراء ة؟ فقد بلغنى أن بعضكم يقول :قراء تى خير من قراء تک، وهذا يكاد يكون كفرا، وإنكم إن اختلفتم اليوم كان لمن بعدكم أشد اختلافا "، قلنا :فما ترى؟ قال :أن أجمع الناس على مصحف واحد فلا تكون فرقة ولا اختلاف ، قلنا :فنعم ما رأيت، قال :فأى الناس أقرأ؟ قالوا :زيد بن ثابت، قال :فأى الناس أفصح وأعرب؟ قالوا :سعيد بن العاص، قال :فليكتب سعيد وليمل زيد ، قال :فكانت مصاحف بعث بها إلى الأمصار، قال على :والله لو وليت لفعلت مثل الذى فعل (تاريخ المدينة لابن شبة، ج٣ص ٩٩٥، كتابة القرآن وجمعه)

[2] ووافقه على ذلک جميع الصحابة ,وإنما روى عن عبد الله بن مسعود شىء من التغضُّبِ بسبب أنه لم يكن ممن كتب المصاحف، وأمر أصحابه بغلِّ مصاحفهم لما أمر عثمان بحرق ما عدا مصحف الإمام، ثم رجع ابن مسعود إلى الوفاق (فضائل القرآن لا بن كثير، ص٦٨، كتابة عثمان -رضى الله عنه -للمصاحف)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی وجہ سے ابنِ ابی داؤد سجستانی نے اپنی کتاب ''المصاحف'' میں یہ باب قائم کیا ہے کہ:

بَابُ رِضَاءِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ لِجَمْعِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولم ينقل عن أحد من الصحابة خلاف أو معارضة لما فعل عثمان -رضى الله عنه -إلا ما روى من معارضة عبد الله بن مسعود وينبغي أن نعلم أن معارضته -رضى الله عنه -لم تكن بسبب حصول تقصير فى الجمع أو نقص أو زيادة، وإنما جاء ت معارضته لعدم تعيينه مع أعضاء لجنة النسخ للمصاحف، ولهذا قال "أعزل عن نسخ المصاحف وتولاها رجل والله لقد أسلمت وإنه لفى صلب رجل كافر "(دراسات فى علوم القرآن ، للدكتور فهد بن عبدالرحمن بن سليمان الرومى، صفحه ٩٢، ٩٣، جمع القرآن الكريم، النوع الثانى :جمعه بمعنى كتابته وتدوينه)

وقد استجاب الصحابة لعثمان فحرقوا مصاحفهم واجتمعوا جميعا على المصاحف العثمانية .حتى عبد الله بن مسعود الذى نقل عنه أنه أنكر أولا مصاحف عثمان وأنه أبى أن يحرق مصحفه رجع وعاد إلى حظيرة الجماعة حين ظهر له مزايا تلك المصاحف العثمانية واجتماع الأمة عليها وتوحيد الكلمة بها(مناهل العرفان فى علوم القرآن،لمحمد عبد العظيم الزُّرقانى ، ج ا ص ٢٦١، المبحث الثامن :فى جمع القرآن وتاريخه والرد على ما يثار حوله من شبه ونماذج من الروايات الواردة فى ذلک، جمع القرآن على عهد عثمان رضى الله عنه)

عدم دفع ابن مسعود مصحفه ليحرق كان توقفا منه فى أول الأمر .ثم عاد بعد ذلک وحرقه حين بلغه أن رجالا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كرهوا ذلک فى مقالته كما جاء فى حديث شقيق من رواية ابن أبى داود عن طريق الزهرى .وبهذا اتحدت الصفوف واتفقت الكلمة وتم للمصاحف العثمانية الظفر من كل وجه بإجماع الأمة حتى ابن مسعود .والحمد لله على هذا الكرم والجود(مناهل العرفان فى علوم القرآن،لمحمد عبد العظيم الزُّرقانى ، ج ا ص٤٧٧، المبحث الحادى عشر :فى القراء ات والقراء والشبهات التى أثيرت فى هذا المقام،نقض الشبهات التى أثيرت فى هذا المقام)

فلما فرغوا من ذلک أرسل عثمان إلى كل أفق بمصحف مما نسخوا، وأمر بما سوى ذلک من القرآن فى كل صحيفة ومصحف أن يحرق، ولم ينكر عليه ذلک أحد من الصحابة، إلا ما روى عن ابن مسعود ، لكنه إنما أنكر قصر الناس على المصحف الذى أرسل به عثمان إلى الآفاق، ولم ينكر التحريق.

وبالله التوفيق .وصلى الله على نبينا محمد، وآله وصحبه وسلم.

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

عضو // نائب رئيس اللجنة // الرئيس //

عبد الله بن منيع // عبد الله بن غديان // عبد الرزاق عفيفى //

(فتاوى اللجنة الدائمة ، ج٦ ص٢٥، ٢٦،ماذا يُعمل بالمصحف المغلوط أو الممزق، رقم الفتوىٰ ١٧٦)

الْمَصَاحِفَ(کتاب المصاحف لابنِ ابی داؤد، ص ۸۲)

ترجمہ: یہ باب ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے راضی ہونے کا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصاحف کو جمع کرنے کے عمل سے (کتاب المصاحف)

اور بعد میں جن لوگوں کی طرف سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر نکیر کی گئی، جلیل القدر حضرات سے اس کی تردید مروی ہے۔ [1]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں خلفائے راشدین کی فہرست میں شامل ہیں، جن کے عمل کو منکر اور ناجائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کے عمل کو حجت قرار دیا ہے، بلکہ سنت سے تعبیر فرمایا ہے۔ [2]

اس کے علاوہ بعض تابعین وغیرہ سے بھی غیر ضروری اور فاضل رسائل ومصاحف یا اوراقِ مقدسہ کے جلانے اور مٹانے کی روایات مروی ہیں۔ [3]

---

[1] حدثنا عبد الرحمن بن مهدی، قال: حدثنا یزید بن زریع، عن عمران بن حدیر، عن أبی مجلز، قال :عابوا علی عثمان رضی الله عنه تشقیق المصاحف وقد آمنوا بما کتب لهم، انظر إلی حمقهم(تاریخ المدینة لابن شبة، ج۳ص ۱۰۰۴ ، کتابة القرآن وجمعه)

[2] حدثنی یحیی بن أبی المطاع، قال: سمعت العرباض بن ساریة یقول :قام فینا رسول الله -صلی الله علیه وسلم -ذات یوم، فوعظنا موعظة بلیغة وجلت منها القلوب، وذرفت منها العیون، فقیل :یا رسول الله، وعظتنا موعظة مودع فاعهد إلینا بعهد .فقال" :علیکم بتقوی الله، والسمع والطاعة وإن عبدا حبشیا، وسترون من بعدی اختلافا شدیدا، فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین، عضوا علیها بالنواجذ، وإیاکم والأمور المحدثات، فإن کل بدعة ضلالة"(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۴۲)

قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح بطرقه وشواهده(حاشیة سنن ابی داؤد)

[3] عن بن طاووس قال کان أبی یحرق الصحف إذا اجتمعت عنده فیها الرسائل فیها بسم الله الرحمن الرحیم (مصنف عبد الرزاق ، رقم الحدیث ۲۰۹۰۱)

عن معمر ، عن ابن طاووس ، عن أبیه ، أنه کان إذا اجتمعت عنده الرسائل أمر بها فأحرقت(مُصنف ابن أبی شیبة، رقم الحدیث ۲۶۸۲۶، کتاب الادب،باب فی إحراق الکتبِ ومحوها) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لٰہذا نا قابلِ استعمال قرآنی اور مقدس اوراق کو بے ادبی سے بچانے کی خاطر دھونے، مٹانے، ٹکڑے کرنے اور جلانے کو بے ادبی سمجھنا درست نہیں، بلکہ ایسا کرنا قرآن مجید کے ادب و احترام میں داخل ہے، پھر اس پر قرآن کی گستاخی و بے ادبی کا حکم لگانا کیسے درست ہوسکتا ہے؟

واللہ تعالیٰ اعلم.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن النعمان بن قيس ، أن عبيدة أوصى أن تمحى كتبه(ايضاً، رقم الحديث ٢٦٨٢٧)

عن عبد الله بن مسلم بن يسار ، عن مسلم بن يسار قال : كان إذا جائه الكتاب محا ما كان فيه من ذكر الله ، ثم ألقاه (ايضاً، رقم الحديث ٢٦٨٢٨)

عن الأعمش ، عن جامع بن شداد ، عن الأسود بن هلال قال : أتى عبد الله بصحيفة فيها حديث ، فأتى بماء فمحاها ، ثم غسلها ، ثم أمر بها فأحرقت(ايضاً، رقم الحديث ٢٦٨٢٩)

(فصل نمبر 4)

تدفین وتحریق وغیرہ کے متعلق محدثین وفقہاء کے اقوال

مذکورہ تفصیل کے پیشِ نظر قرآن مجید اور دینی مضامین کے بوسیدہ یا ناقابلِ استعمال یا اغلاط پر مشتمل اوراق اور نسخوں کو بے ادبی سے بچانے کی خاطر، جلانے، دھونے اور مٹانے کے جائز ہونے پر اہلِ علم کی بڑی جماعت کا اتفاق ہے، اور ان میں سے کون سی صورت افضل ہے، اس میں دونوں قسم کی آراء پائی جاتی ہیں۔ [1]

جمہور فقہائے کرام (یعنی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ) کے نزدیک بے ادبی سے بچانے کے لئے جلانا بھی بلا کراہت جائز ہے، اور اسی کے بعض محققینِ حنفیہ بھی قائل ہیں۔

لیکن بہت سے مشائخِ حنفیہ کے نزدیک قرآن مجید اور دینی مضامین کے اوراق اور نسخوں کو بے ادبی سے بچانے کے لئے جلانا مکروہ ہے، اور اس کے بجائے ان کو پاک کپڑے میں لپیٹ کر پاکیزہ جگہ میں جہاں لوگوں کی آمد و رفت نہ ہوتی ہو، احتیاط کے ساتھ دفن کر دینا یا پاک وصاف پانی سے دھو کر نقوش کو مٹا دینا بہتر ہے، اور دلائل کی رُو سے ہمارے نزدیک مشائخِ حنفیہ کا یہ قول کراہت ''تنزیہی'' پر محمول ہے، اگرچہ کسی دوسرے کے نزدیک یہ

---

[1] قال الحنفية :هذه الكتب إذا كان يتعذر الانتفاع بها يمحى عنها اسم الله وملائكته ورسله ويحرق الباقي (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲ص ۱۲۴، مادة ''احراق'')

وقال الحنفية :الكتب التي لا ينتفع بها يمحى عنها اسم الله وملائكته ورسله ويحرق الباقي، ولا بأس بأن تلقى في ماء جار كما هي، أو تدفن وهو أحسن كما في الأنبياء، وكذا جميع الكتب إذا بليت وخرجت عن الانتفاع بها، قال ابن عابدين :وفي الذخيرة :المصحف إذا صار خلقا وتعذرت القراءة منه لا يحرق بالنار، وإليه أشار محمد وبه نأخذ، ولا يكره دفنه، وينبغي أن يلف بخرقة طاهرة ويلحد له؛ لأنه لو شق ودفن يحتاج إلى إهالة التراب عليه وفي ذلك نوع تحقير، إلا إذا جعل فوقه سقف، وإن شاء غسله بالماء، أو وضعه في موضع طاهر لا تصل إليه يد محدث ولا غبار ولا قذر، تعظيما لكلام الله عز وجل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۴ص ۱۹۲، مادة ''كتاب'')

کراہت ''تحریمی'' پر محمول ہو۔ [1]

اور یہ بات ظاہر ہے کہ کراہتِ تنزیہی کا ارتکاب بھی گناہ نہیں کہلاتا، اور اس کے مرتکب پر نکیر کرنا درست نہیں ہوتا۔ [2]

---

[1] الأصل أن المصحف الصالح للقراء ة لا يحرق، لحرمته، وإذا أحرق امتهانا يكون كفرا عند جميع الفقهاء .
وهناک بعض المسائل الفرعية، منها :قال الحنفية :المصحف إذا صار خلقا، وتعذر القراء ة منه، لا يحرق بالنار، بل يدفن، کالمسلم.
وذلک بأن يلف فی خرقة طاهرة ثم يدفن .وتکره إذابة درهم عليه آية، إلا إذا کسر، فحينئذ لا يکره إذابته، لتفرق الحروف، أو؛ لأن الباقی دون آية.
وقال المالکية :حرق المصحف الخلق إن کان علی وجه صيانته فلا ضرر، بل ربما وجب .
وقال الشافعية :الخشبة المنقوش عليها قرآن فی حرقها أربعة أحوال :يکره حرقها لحاجة الطبخ مثلا، وإن قصد بحرقها إحرازها لم يکره، وإن لم يکن الحرق لحاجة، وإنما فعله عبثا فيحرم، وإن قصد الامتهان فظاهر أنه يکفر.
وذهب الحنابلة إلی جواز تحريق المصحف غير الصالح للقراء ة (الموسوعة الفقهية الکويتية، ج۲ص ۱۲۳،۱۲۴ ، مادة "احراق")

[2] وتنقسم الکراهة إلی کراهة تحريمية، وکراهة تنزيهية.
قال ابن عابدين :قد يطلق المکروه علی الحرام، کقول القدوری فی مختصره :ومن صلی الظهر فی منزله يوم الجمعة قبل صلاة الإمام ولا عذر له کره له ذلک، ويطلق علی المکروه تحريما، وهو ما کان إلی الحرام أقرب ويسميه محمد حراما ظنيا.
ويطلق علی المکروه تنزيها وهو ما کان ترکه أولی من فعله، ويرادف خلاف الأولی، وفی البحر من مکروهات الصلاة فی هذا الباب نوعان:
أحدهما :ما کره تحريما، وهو المحمل عند إطلاقهم الکراهة، وذکر فی فتح القدير :أنه فی رتبة الواجب لا يثبت إلا بما يثبت به الواجب يعنی بالظنی الثبوت.
ثانيهما :المکروه تنزيها، ومرجعه إلی ما ترکه أولی، وکثيرا ما يطلقون "الکراهة . . ."فحينئذ إذا ذکروا مکروها فلا بد من النظر فی دليله، فإن کان نهيا ظنيا يحکم بکراهة التحريم، إلا لصارف للنهی عن التحريم إلی الندب، فإن لم يکن الدليل نهيا، بل کان للترک غير الجازم فهی تنزيهية .
قال الزرکشی :ويطلق "المکروه "علی أربعة أمور.
أحدها :الحرام، ومنه قوله تعالی :(کل ذلک کان سيئه عند ربک مکروها) أی محرما .ووقع ذلک فی عبارة الشافعی ومالک، ومنه قول الشافعی فی باب الآنية :وأکره آنية العاج، وفی باب السلم :وأکره اشتراط الأعجف والمشوی والمطبوخ؛ لأن الأعجف معيب، وشرط المعيب مفسد، قال الصيدلانی :وهو غالب فی عبارة المتقدمين کراهة أن يتناولهم قوله تعالی :(ولا تقولوا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مذکورہ واقعہ کے پیشِ نظر بعض حضرات نے فرمایا کہ بے ادبی سے بچانے کی خاطر بہرحال جلانا افضل ہے، کیونکہ اس میں اہانت کا بالکلیہ خاتمہ ہوجاتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اس عمل کو اختیار کیا۔

جبکہ بعض حضرات دفن کرنے یا مٹانے، دھونے وغیرہ کو افضل قرار دیتے ہیں۔

اس سلسلہ میں چند فقہائے کرام ومحدثینِ عظام کے حوالہ جات وعبارات ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ ابنِ بطال کا حوالہ

علامہ ابنِ بطال، بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں:

وفى أمر عثمان بتحريق الصحف والمصاحف حين جمع القرآن جواز تحريق الكتب التى فيها أسماء الله تعالى وأن ذلک إكرام لها، وصيانة من الوطء بالأقدام وطرحها فى ضياع من الأرض . وروى معمر، عن ابن طاوس، عن أبيه أنه كان يحرق الصحف إذا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لما تصف ألسنتكم الكذب هذا حلال وهذا حرام) فكرهوا إطلاق لفظ التحريم.

الثانى :ما نهى عنه نهى تنزيه وهو المقصود هنا.

الثالث :ترک الأولى، كصلاة الضحى لكثرة الفضل فى فعلها، حكى الإمام فى النهاية :أن ترک غسل الجمعة مكروه مع أنه لا نهى فيه، قال :وهذا عندى جار فى كل مسنون صح الأمر به مقصودا .قلت :ويؤيده نص الشافعى فى الأم على أن ترک غسل الإحرام مكروه، وفرق معظم الفقهاء بينه وبين الذى قبله :أن ما ورد فيه نهى مقصود يقال فيه :مكروه، وما لا، يقال فيه خلاف الأولى ولا يقال :مكروه

الرابع :ما وقعت الشبهة فى تحريمه كلحم السبع ويسير النبيذ، هكذا عده الغزالى فى المستصفى من أقسام الكراهة، وبه صرح أصحابنا فى الفروع فى أكثر المسائل الاجتهادية المختلف فى جوازها، لكن الغزالى استشكله بأن من أداه اجتهاده إلى تحريمه فهو عليه حرام، ومن أداه اجتهاده إلى حله فلا معنى للكراهة فى حقه، إلا إذا كان فى شبهة الخصم حزازة فى نفسه، ووقع فى قلبه، فلا يصلح إطلاق لفظ الكراهة؛ لما فيه من خوف التحريم، وإن كان غالب الظن الحل، ويتجه هذا على مذهب من يقول :المصيب واحد، وأما على قول من يقول :كل مجتهد مصيب فالحل عنده مقطوع به إذا غلب على ظنه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۴ص ۲۲۲، مادة "كراهة")

اجتمعت عنده الرسائل فيها بسم الله الرحمن الرحيم، وحرق عروة بن الزبير كتب فقه كانت عنده يوم الحرة، وكره إبراهيم أن تحرق الصحف إذا كان فيها ذكر الله، وقول من حرقها أولى بالصواب .وقد قال أبو بكر بن الطيب :جائز للإمام تحريق الصحف التي فيها القرآن إذا أداه الاجتهاد إلى ذلك (شرح صحيح البخاري لابن بطال، ج۱۰،ص۲۲۶، كتاب فضائل القرآن،باب جمع القرآن)

ترجمہ:اورقرآن مجید کوجمع کرنے کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قرآن مجید کے نسخوں کوجلانے کا حکم فرمانے سے معلوم ہوا کہ جن کتابوں میں اللہ تعالیٰ کے مبارک نام ہوتے ہیں،ان کوجلانا جائز ہے،اور یہ(یعنی جلانا اہانت نہیں ہے، بلکہ)ان کتابوں کا اکرام ہے،اوران کے پیروں کے نیچے آنے اورزمین میں روندنے سے حفاظت کاذریعہ ہے،اورحضرت معمر نے ابنِ طاوس اورانہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ جب ان کے پاس مختلف خطوط و رسائل جمع ہوجاتے تھے،جن میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی (لکھی) ہوتی تھی،جلادیا کرتے تھے،اورحضرت عروہ بن زبیر نے حرہ کے واقعہ کے موقع پراپنے پاس موجودفقہ کی کتابوں کوجلادیا تھا،اورابراہیم نخعی نے کتابوں کے نسخوں کے جلانے کومکروہ قرار دیا ہے،جب کہ ان میں اللہ کا نام ہو،اورجلانے کوجائز قرار دینے والوں کا قول درستگی کے زیادہ قریب ہے،اورابوبکر بن طیب نے فرمایا کہ حاکم کے لئے ان نسخوں کا جلانا جائز ہے،جن میں قرآن مجید ہو،جب کہ اس کا اجتہاد اس کو مناسب سمجھے(شرح صحیح بخاری لابن بطال)

مذکورہ عبارت میں جلانے کا جواز مذکور ہے،اورساتھ ہی یہ بھی کہ اہانت سے بچانے کے لیے جلانا،دراصل مقدس اوراق کا اکرام واحترام ہے،اورمذکورہ عبارت میں یہ بھی صراحت ہے

کہ حاکم کو بھی یہ عمل جائز ہے۔

اور آج کے دور میں مسلمانوں کے ملک کی حکومت کا کوئی ادارہ جلانے کے بجائے کسی دوسرے طریقہ مثلاً ری سائیکل کرنے کو مناسب سمجھے، وہ بھی اس میں داخل ہے۔

شمس الدین سفیری کا حوالہ

شمس الدین محمد بن عمر سفیری (المتوفیٰ 956ھجری) فرماتے ہیں:

وهل الحرق أولى أو الغسل بالماء ؟ قال بعضهم :الحرق أولى من الغسل، لأنها بعد الغسل قد تقع على الأرض، ولا يكره الحرق إذا تعلق به غرض صحيح، كما إذا خاف أن توطأ تلك الورقة أو تستعمل فى غير القراء ة، فقد أحرق عثمان مصاحف، وكان فيها آيات وقرآن منسوخ ولم ينكر عليه.

قال الزركشى :نعم يكره الحرق لغير حاجة (شرح صحيح البخارى لشمس الدين السفيرى، ج۲، ص ۲۴، كتاب بدء الوحى)

ترجمہ: اور کیا (ان مصاحف کو) جلانا افضل ہے یا پانی سے دھونا؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ دھونے کے بجائے جلانا زیادہ افضل ہے، اس لئے کہ بعض اوقات وہ دھونے کے بعد زمین پر گرتا ہے (جس کی بے ادبی کا خدشہ ہوتا ہے) اور جلانا اُس صورت میں مکروہ نہیں، جب کہ اس سے کوئی صحیح غرض وابستہ ہو، مثلاً یہ خوف ہو کہ اس ورقہ کی پیروں تلے روند کر بے ادبی ہوگی یا قرائت کے علاوہ کسی اور چیز (مثلاً ردّی) میں استعمال ہوگا (تو اس صورت میں جلانا مکروہ نہیں) کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی مصاحف کو جلایا تھا، جس میں آیات تھیں، اور قرآن کا منسوخ حصہ بھی تھا، اور اس پر (ان کے مبارک دور میں) نکیر نہیں کی

گئی۔

اور زرکشی نے فرمایا کہ البتہ بلاضرورت جلانا مکروہ ہے (سفیری)

اس سے معلوم ہوا کہ دھونے اور جلانے کے جواز کے ساتھ ساتھ ان میں سے افضل طریقہ کے متعلق اختلاف ہے۔

لیکن اس میں شبہ نہیں کہ جو طریقہ بھی حسبِ ضرورت اختیار کیا جائے، اس کے جائز ہونے میں کلام نہیں۔

ملا علی قاری کا حوالہ

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واختلف العلماء فی ورق المصحف البالی إذا لم یبق فیه نفع أن الأولی هو الغسل، أو الإحراق؟ فقیل: الثانی لأنه یدفع سائر صور الامتهان، بخلاف الغسل فإنه تداس غسالته، وقیل الغسل وتصب الغسالة فی محل طاهر لأن الحرق فیه نوع إهانة(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۴، ص ۱۵۱۹، کتاب فضائل القرآن)

ترجمہ: اور علماء کا قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کے بارے میں جن کا نفع باقی نہ رہے، اختلاف ہے کہ بہتر ان کو دھو دینا ہے، یا جلا دینا ہے؟ پس ایک قول یہ ہے کہ جلا دینا بہتر ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ سے اہانت کی تمام صورتیں ختم ہو جاتی ہیں، بخلاف دھونے سے کہ اس کے دھوئے ہوئے پانی کی بے احترامی ہوتی ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ دھو دینا بہتر ہے، اور اس کے پانی کو پاک جگہ میں ڈال دیا جائے، کیونکہ جلانے میں (ظاہری طور پر) ایک طرح کی اہانت پائی جاتی ہے (مرقاۃ)

مذکورہ عبارت میں بھی مقدس اور قرآنی اوراق کو، جن سے انتفاع نہ ہوتا ہو، دھونے اور

جلانے دونوں کا جواز مذکور ہے، اور ان دونوں میں سے کونسا طریقہ افضل ہے؟ اس میں بھی اختلاف کا ذکر ہے۔

مذکورہ عبارت میں ''غسالہ'' یعنی دھوئے ہوئے پانی کی بے ادبی کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن دھو کر نقوش مٹنے کے بعد کاغذ یا تختی کی بے احترامی کا ذکر نہیں کیا گیا، اور ظاہر ہے کہ دھونے کے بعد کاغذ یا تختی کا وجود برقرار رہتا ہے، ختم نہیں ہوتا، مگر چونکہ اس کی حیثیت تبدیل ہو جاتی ہے، لہٰذا اس کے لئے کوئی مستقل حکم مذکور نہیں ہوا۔

علامہ عینی حنفی اور علامہ بکری شافعی کا حوالہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی اور محمد علی بن محمد بن علان بکری شافعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ:

وجواز إحراق ورقة فيها ذكر الله إذا كان لمصلحة(عمدة القارى) [1]

ترجمہ: اور (حضرت کعب کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ) جس ورقہ میں اللہ کا ذکر ہو، اس کو جلانا جائز ہے، جبکہ کسی مصلحت سے ایسا کیا جائے (عمدۃ القاری، دلیل الفالحین)

اس سے معلوم ہوا کہ مقدس اوراق کا کسی مصلحت سے جلانا جائز ہے، اور مقدس اوراق کو بے ادبی سے بچانے کا مقصد اہم مصلحت میں داخل ہے، جیسا کہ ظاہر ہے۔

فتاویٰ تاتارخانیہ کا حوالہ

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے کہ:

وفى السراجية: اذا صار المصحف خلقا ينبغى ان يلف فى خرقة طاهرة، ويدفن فى مكان طاهر او تحرق(الفتاوىٰ التاتارخانية) [2]

[1] ج١٨ ص٥٥، كتاب المغازى، فى حديث كعب بن مالك، باب غزوة تبوك، دليل الفالحين، ج ١ ص ١٤٠، باب التوبة.

[2] ج١٨ ص ٦٩، كتاب الكراهية، الفصل فى المسجد والقبلة وغيرها.

ترجمہ: سراجیہ میں ہے کہ جب قرآن مجید پرانا ہو جائے، تو مناسب یہ ہے کہ اس کو پاک کپڑے میں لپیٹ کر پاک جگہ میں دفن کر دیا جائے، یا جلا دیا جائے (ان میں سے ہر ایک صورت مناسب ہے) (فتاویٰ تاتارخانیہ)

مذکورہ عبارت سے بوسیدہ قرآن مجید کو ادب کے ساتھ پاک جگہ دفن کرنے یا جلا دینے دونوں کا جائز ہونا اوران دونوں میں سے کسی بھی طریقہ میں اختیار ہونا معلوم ہوا۔

ملحوظ رہے کہ فتاویٰ تاتارخانیہ، فقہ حنفی کی معروف ومتداول کتاب ہے۔

علامہ ابنِ حجر ہیتمی اور عبدالحمید شروانی شافعی کا حوالہ

علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی شافعی فرماتے ہیں:

ويكره حرق ما كتب عليه إلا لغرض نحو صيانة ومنه تحريق عثمان – رضي الله عنه – للمصاحف والغسل أولى منه (تحفة المحتاج في شرح المنهاج، ج ١، ص ١٥٥، كتاب احكام الطهارة، باب اسباب الحدث)

ترجمہ: اوراس چیز (یعنی تختی، کاغذ وغیرہ) کو جلانا مکروہ ہے، جس پر قرآن مجید لکھا ہوا ہو، مگر (بے ادبی وغیرہ سے) حفاظت وغیرہ کی غرض سے مکروہ نہیں، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مصاحف کو جلانا، اسی (حفاظت وغیرہ کے) قبیل سے تھا، اور جلانے کے مقابلہ میں دھو دینا، زیادہ بہتر ہے (تحفۃ المحتاج)

مذکورہ عبارت کی شرح میں ''عبدالحمید شروانی'' فرماتے ہیں:

(قوله: والغسل أولى منه) أي إذا تيسر ولم يخش وقوع الغسالة على الأرض وإلا فالتحريق أولى بجيرمي عبارة البصري.

قال الشيخ عز الدين وطريقه أن يغسله بالماء أو يحرقه بالنار قال

بعضهم إن الإحراق أولى؛ لأن الغسالة قد تقع على الأرض (حاشية الشروانی،علی تحفة المحتاج،ج ا ،ص ۱۵۵ ،کتاب الجنائز)

ترجمہ: مصنف کا یہ قول کہ (مقدس اوراق کو) جلانے کے مقابلہ میں دھونا بہتر ہے، یہ اس صورت میں ہے، جبکہ دھونا آسان ہو، اور دھلے ہوئے پانی کے زمین پر گرنے کا خوف نہ ہو، ورنہ جلا دینا اولیٰ و بہتر ہوگا، بجیرمی کی بصری کی عبارت اسی طرح ہے۔

شیخ عزالدین (بن عبدالسلام شافعی) نے فرمایا کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو پانی سے دھودے یا آگ میں جلا دے، بعض نے فرمایا کہ جلا دینا اولیٰ و بہتر ہے، کیونکہ دھلا ہوا پانی بعض اوقات زمین پر گر جاتا ہے (حاشیۃ الشروانی)

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ شافعیہ کے نزدیک بھی بے ادبی سے بچانے کے لیے مقدس اور قرآنی اوراق کو دھونا اور جلانا دونوں طریقے جائز ہیں، اور ان میں سے افضل طریقہ میں اختلاف ہے، ہمارے نزدیک افضلیت اس وجہ سے بھی ہوسکتی ہے کہ کس کو ان میں سے کونسے طریقہ پر عمل کرنا ممکن، قابلِ عمل یا سہل ہے۔

ظاہر ہے کہ بعض اوقات دھونا ممکن یا سہل نہیں ہوتا، بالخصوص موجودہ دور میں اور اس کے مقابلہ میں، جلا دینا ممکن اور سہل ہے، جس پر ہر شخص اپنے اپنے مقام پر بآسانی عمل کرسکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

علامہ زکریا بن محمد انصاری اور علامہ رملی شافعی کا حوالہ

زکریا بن محمد انصاری سنیکی شافعی (المتوفیٰ: 926ھجری) فرماتے ہیں:

(و) يكره (إحراق خشب نقش به) أی بالقرآن نعم إن قصد به صيانة القرآن فلا كراهة وعليه يحمل تحريق عثمان – رضی الله عنه – المصاحف.

وقد قال ابن عبد السلام من وجد ورقة فيها البسملة ونحوها لا يجعلها فی شق ولا غيره لأنها قد تسقط فتوطأ وطريقه أن يغسلها بالماء أو يحرقها بالنار صيانة لاسم الله تعالى عن تعرضه للامتهان

(اسنى المطالب، ج ۱، ص ۶۲، كتاب الطهارة، باب الاحداث)

ترجمہ: اور اس تختی (یا کاغذ وغیرہ) کا جلانا مکروہ ہے، جس پر قرآن مجید لکھا ہوا ہو، البتہ اگر اس سے قرآن کی (بے ادبی وغیرہ سے) حفاظت مقصود ہو، تو پھر مکروہ نہیں، اور اسی پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مصاحف کو جلانا محمول کیا جاتا ہے۔

اور (عز الدین) ابنِ عبدالسلام (شافعی) نے فرمایا کہ جس نے ایسا کاغذ پایا، جس میں بسم اللہ یا اس جیسی کوئی چیز (مثلاً آیت یا سورت) لکھی ہوئی ہے، تو اس کو کسی سوراخ وغیرہ میں نہ رکھے، کیونکہ وہ کاغذ بعض اوقات نیچے گر جاتا ہے، پھر پاؤں تلے آتا ہے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو پانی سے دھودے، یا اس کو آگ میں جلادے، اللہ تعالیٰ کے نامِ نامی (وکلامِ الٰہی) کو بے احترامی سے بچانے کے لیے

(اسنی المطالب)

علامہ رملی شافعی مذکورہ عبارت کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

(قوله :صيانة لاسم الله تعالى عن تعرضه للامتهان) ، وقال بعضهم :إن الإحراق أولى من الغسل لأن الغسالة قد تقع على الأرض (حاشية الرملی الكبير على اسنى المطالب، ج ۱، ص ۶۲، باب الأحداث)

ترجمہ: مصنف کا یہ قول کہ ''اللہ تعالیٰ کے نامِ نامی کو بے احترامی سے بچانے کے لیے'' بعض نے فرمایا کہ جلا دینا بہتر ہے، دھونے کے مقابلہ میں، کیونکہ بعض اوقات دھلا ہوا پانی زمین پر گرتا ہے (حاشیۃ الرملی)

مذکورہ عبارات سے بھی معلوم ہوا کہ جلا دینا بھی جائز ہے، اور دھو دینا بھی، ان میں سے حسبِ

ضرورت وحسبِ سہولت، جس قول پر بھی عمل کیا جائے، گناہ نہیں۔

اوراس کی دلیل خلیفۂ راشد، جامع قرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عمل ہے۔

شمس الدین حطاب رعینی مالکی کا حوالہ

شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن طرابلسی مغربی ،حطاب رعینی مالکی (المتوفیٰ: 954ہجری) فرماتے ہیں:

وهـذا دليـل عـلـى إيـجاب احترام أسماء الله تعالى وإن كتبت في أثـنـاء مـا تـجـب إهـانتـه كالتوراة والإنجيل بعد تحريفهما فيجوز إحـراقهـا وإتـلافها ولا يجوز إهانتها لمكان تلك الأسماء (مواهب الجليل في شرح مختصر خليل،ج ۱،ص۲۸۷، كتاب الطهارة،فصل آداب قضاء الحاجة)

ترجمہ:اور یہ دلیل ہے اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ کے احترام کے واجب ہونے کی ،اور اگر اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ ان چیزوں کے درمیان لکھے ہوئے ہوں، جن کی اہانت واجب ہے،جیسا کہ تحریف ہونے کے بعد توراۃ اور انجیل،تو اِن کو جلانا بھی جائز ہے،اور تلف کرنا بھی جائز ہے،اوران کی اہانت جائز نہیں، کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ پائے جاتے ہیں (مواہب الجلیل)

اس سے معلوم ہوا کہ جن اوراق میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ اور مقدس کلمات کا ذکر ہو،تو ان کا احترام واجب ہے، اگرچہ ان میں بعض ایسی چیزیں شامل ہوں،جن کا احترام واجب نہیں،لیکن اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ اور مقدس کلمات کی وجہ سے ان اوراق کی اہانت جائز نہیں،ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ کو اہانت سے بچانے کے لیے ان کو تلف کرنا اور جلانا جائز ہے،یعنی تلف کرنا اور جلانا اہانت میں داخل نہیں۔

امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کا حوالہ

امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کے مسائل میں ہے:

قلت :يحرق المصحف إذا كان فيه ذكر الله عز وجل؟

قال أحمد :الدفن عندى كأنه أحسن.

قال إسحاق : كما قال .إلا أن يمحى الاسم، ثم يحرق إن شاء

(مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه، ج۹،ص ۴۶۰۰، ۴۶۰۱، مسائل شتى،رقم المسئلة ۳۲۵۴)

ترجمہ: میں نے کہا کہ اس مصحف کو جلا دیا جائے گا، جبکہ اس میں اللہ عزوجل کا ذکر (یعنی کلام) ہو؟ امام احمد نے فرمایا کہ میرے نزدیک دفن کر دیا جائے گا، گویا کہ امام احمد نے دفن کرنے کو زیادہ بہتر قرار دیا۔

اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ ان کا قول بھی امام احمد کے مطابق ہے، لیکن اگر لکھائی کو مٹا دیا جائے، تو پھر اگر چاہے تو جلا دے (مسائل)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ کے نزدیک دفن کر دینا زیادہ بہتر ہے، اور مٹا کر جلا دینا بھی بہتر ہے۔

اور بہتر کے مقابلہ میں ناجائز نہیں ہوا کرتا، بلکہ جائز ہوا کرتا ہے۔

لہٰذا ضرورت پڑنے پر جلانا بھی جائز ہوگا، جیسا کہ حنابلہ ہی کی فقہی کتابوں کے حوالہ سے آگے آتا ہے۔

منصور بن یونس بہوتی حنبلی کا حوالہ

منصور بن یونس بہوتی حنبلی (المتوفی: 1051ہجری) فرماتے ہیں:

(ولو بلى المصحف أو اندرس دفن نصا) ذكر أحمد أن أبا

الجوزاء بلى له مصحف فحفر له فى مسجده فدفنه.

وفى البخارى أن الصحابة حرقته بالحاء المهملة لما جمعوه وقال ابن الجوزى: ذلک لتعظيمه وصيانته وذكر القاضى أن أبا بكر بن أبى داود روى بإسناده عن طلحة بن مصرف قال دفن عثمان المصاحف بين القبر والمنبر وبإسناده عن طاوس أنه لم يكن يرى بأسا أن تحرق الكتب وقال إن الماء والنار خلق من خلق الله(كشاف القناع عن متن الاقناع، ج ا ص۱۳۷، كتاب الطهارة، باب نواقض الوضوء وهى مفسداته)

ترجمہ: اور اگر قرآن مجید پرانا یا بوسیدہ ہو جائے، تو اس کو دفن کر دیا جائے گا، امام احمد نے ذکر فرمایا ہے کہ ابوالجوزاء کا قرآن مجید بوسیدہ ہو گیا، تو انہوں نے اس کو اپنی مسجد میں گڑھا کھود کر دفن کر دیا۔

اور بخاری میں ہے کہ صحابہ نے جب قرآن مجید کو جمع کیا، تو پرانے نسخہ کو جلا دیا، ابن الجوزی نے فرمایا کہ یہ قرآن کی تعظیم اور اس کی بے احترامی سے حفاظت کے لیے تھا، اور قاضی نے ذکر کیا ہے کہ ابوبکر بن ابی داؤد نے اپنی سند سے طلحہ بن مصرف سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پرانے مصاحف کو قبر اور منبر کے درمیان دفن کر دیا، اور اپنی سند سے حضرت طاووس سے روایت کیا ہے کہ وہ (دینی) کتابوں کے جلانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، اور یہ فرماتے تھے کہ پانی اور آگ اللہ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے (یعنی جس طرح بوقتِ ضرورت پانی سے مٹانا اور پانی میں بہانا جائز ہے، اسی طرح بوقتِ ضرورت آگ میں جلانا بھی جائز ہے، پانی اور آگ دونوں اللہ کی پاک مخلوق ہیں) (کشاف القناع)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے بوسیدہ یا ناقابلِ انتفاع اور مقدس اوراق کو جس طرح سے دفن کرنا جائز ہے، اسی طرح جلا دینا بھی جائز ہے، اور یہ جلانا بے احترامی کے بجائے

احترام وتعظیم میں داخل ہے، اوران میں سے ایک طریقہ کو جائز اور دوسرے طریقہ کو ناجائز سمجھنا درست نہیں، کیونکہ دونوں طریقوں کا مقصود قرآن کا احترام ہے، اورآگ بھی پانی اور مٹی کی طرح اللہ کی پاک مخلوق ہے۔

شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ کا حوالہ

سعودی عرب کے عالمِ دین شیخ محمد بن اِبراہیم بن عبد اللطیف آل الشیخ (المتوفی: 1389ہجری) فرماتے ہیں:

(وإن بلى المصحف أو اندرس دفن) يعنى إذا بقى لا ينتفع به فيدفن إكراماً له وصيانة لئلا يبقى عرضة للأنواع الأخرى غير ذلک، وأن لا يقلب كما يقلب المتاع المتروک، (لأن عثمان رضى الله عنه دفن المصاحف بين القبر والمنبر) عثمان حفر لها ودفنها عند المنبر لما جمع المصاحف على مصحف واحد . وبعض ذهب إلى أنه يحرق .وهذا سائغ ومن إكرامه لئلا يبقى بقاءً غير مكرم (شرح كتاب آداب المشى إلى الصلاة أو العبادات ، ص۱۰۳ ، كتاب الصلاة، باب صلاة التطوع)

ترجمہ: اوراگرقرآن مجید پرانایابوسیدہ ہوجائے، تواس کودفن کردیا جائے گا،یعنی اگراس سے انتفاع نہ کیا جاسکے، تو اس کو اکراماً اور(بے احترامی وغیرہ سے) حفاظت کے لیے دفن کردیا جائے گا، تاکہ وہ اس کے علاوہ دوسری چیزوں کے لیے تختۂ مشق نہ بنے، نیز اس حالت میں نہ ہوجائے، جس طرح کوئی چھوڑا ہوا سامان ہوجاتا ہے، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب قرآن مجید کے نسخوں کوجمع فرمایا، اورایک نسخہ پر اتفاق فرمایا، تو پرانے نسخوں کوقبراور منبر کے درمیان گڑھا کھود کرمنبر کے قریب دفن کردیا تھا، اوربعض حضرات اس طرف گئے

ہیں کہ اس کو جلا دیا جائے گا، اور اس (جلانے) کی بھی گنجائش ہے، کیونکہ قرآن مجید کے اکرام میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ اس طرح باقی نہ رہے کہ اس کا اکرام نہ کیا جائے (شرح کتاب آداب المشی الی الصلاۃ)

مطلب یہ ہے کہ جب قرآن مجید اور مقدس اوراق اس طرح ہو جائیں کہ ان کو ادب واحترام کے ساتھ استعمال نہ کیا جائے، اور ان کو اسی طرح رہنے دیا جائے، تو یہ ایک قسم کی بے ادبی و بے احترامی ہے، بالخصوص جب پیروں تلے آنے یا بے ادبی کی صورتیں بھی پیش آئیں، اور اس کے بجائے دفن کر دینا یا جلا دینا، یہ ان کو بے احترامی و بے ادبی سے بچانے میں داخل اور ایک طرح سے ان کا اکرام ہے۔

شیخ محمد بن صالح عثیمین کا حوالہ

سعودی عرب کے مشہور عالمِ دین شیخ محمد بن صالح بن محمد عثیمین (المتوفی: 1421ہجری) فرماتے ہیں:

فيها طريقتان الطريقة الأولى أن يدفنها في مكان نظيف طاهر لا يتعرض للإهانة في المستقبل حسب ظن الفاعل.

الطريقة الثانية أن يحرقها وإحراقها جائز لا بأس به فإن الصحابة رضي الله عنهم لما وحدوا المصاحف على حرف قريش في عهد عثمان رضي الله عنه أحرقوا ما سوى هذا الموحد وهذا دليل على جواز إحراق المصحف الذي لا يمكن الانتفاع به.

ولكني أرى إن أحرقها أن يدقها حتى تتفتت وتكون رماداً ذلك لأن المحروق من المطبوع تبقى فيه الحروف ظاهرة بعد إحراقه ولا تزول إلا بدقِّه حتى يكون كالرماد.

فضيلة الشيخ: أما إذا مزقت؟

فأجاب رحمه الله تعالى: إذا مزقت تبقى هذه طريقة ثالثة لكنها صعبة لأن التمزيق لابد أن يأتي على جميع الكلمات والحروف وهذه صعبة إلا أن توجد آلة تمزق تمزيقاً دقيقاً جداً بحيث لا تبقى صورة الحرف فتكون هذه طريقة ثالثة وهي جائزة (فتاویٰ نور على الدرب للعثيمين، ج۵ص ۲، علوم القرآن والتفسير، حرق المصحف)

ترجمہ: قرآنی اور مقدس اوراق میں (بے احترامی سے بچانے کے) دو طریقے ہیں، پہلا طریقہ یہ ہے کہ ان کو پاک صاف جگہ میں دفن کر دیا جائے کہ دفن کرنے والے کے گمان کے مطابق آئندہ ان کی اہانت (و بے احترامی) کی نوبت نہ آسکے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان کو جلا دیا جائے، اور ان کو جلانا بھی جائز ہے، جس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قریش کے مطابق مصاحف (یعنی قرآن مجید کے نسخوں) پر اتفاق کیا، تو انہوں نے اس اتفاقی نسخہ کے علاوہ کو جلا دیا، جو کہ اس قرآن کے جلانے کے جائز ہونے کی دلیل ہے، جس سے انتفاع ممکن نہ رہے۔

لیکن میری رائے یہ ہے کہ اس کو جلا کر چورہ کر دیا جائے، یہاں تک کہ وہ ریزہ ریزہ بن کر راکھ ہوجائے، کیونکہ جلانے کے بعد لکھے ہوئے کچھ حروف ظاہر ہوتے ہیں، جن کو چورہ کیے بغیر، یہاں تک کہ راکھ ہوجائے، لکھائی کا اثر زائل نہیں ہوتا۔

پھر یہ سوال کیا گیا کہ اگر ان اوراق کو (جلائے بغیر) ریزہ ریزہ کر دیا جائے (تو کیا حکم ہے؟)

اس کا شیخ عثیمین رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا کہ جب آپ اس کو ریزہ ریزہ کر دیں گے، تو یہ تیسرا طریقہ ہے، لیکن یہ کام مشکل ہے، کیونکہ ریزہ ریزہ کرنے

کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس طرح کیا جائے کہ تمام کلمات اور حروف ریزہ ریزہ ہوجائیں، اور یہ عمل مشکل ہے، لیکن اگر کوئی ایسا آلہ (یا مشین) وجود میں آجائے کہ جو بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کردے، اس طور پر کہ حروف کی صورت باقی نہ رہے، تو یہ ایک تیسرا طریقہ ہوگا، اور یہ تیسرا طریقہ بھی جائز ہوگا (فتاویٰ نورعلی الدرب)

سعودی عرب کے شیخ موصوف مرحوم کے مذکورہ کلام سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک نا قابلِ انتفاع قرآنی نسخوں اور مقدس اوراق کو جس طرح پاک وصاف جگہ میں دفن کردینا جائز ہے، اسی طرح جلادینا بھی جائز ہے، جبکہ اس طرح سے جلادیا جائے کہ کاغذ وغیرہ پر لکھائی کا اثر ظاہر نہ رہے، ورنہ اس راکھ کو ریزہ ریزہ کردیا جائے، تاکہ نقوش وحروف کی صورت موجود نہ رہے۔

اور اگر کوئی آلہ یا مشین ایسی ایجاد ہوجائے کہ وہ قرآن مجید کے نسخوں یا اوراق کو کاٹ کر ریزہ ریزہ کردے، اور نقوش وحروف اور کلمات کی اصل ہیئت برقرار نہ رہے، تو بھی جائز ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ گزشتہ دور میں نہ سہی، مگر آج کے دور میں اس طرح کے آلات اور مشینیں ایجاد ہوچکی ہیں، اور گوداوغیرہ بنانے کے لیے بھی اس طرح کی کٹنگ مشینیں اور کٹر استعمال کیے جاتے ہیں۔

سعودی عرب کی ''اللجنة الدائمة'' کا حوالہ

حکومتِ سعودیہ نے عرصۂ دراز سے چیدہ چیدہ اور بڑے اصحابِ علم حضرات پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کررکھی ہے، جس کا نام ''اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء'' ہے، اس کمیٹی میں سعودی عرب کے مفتی اعظم بھی شامل ہوتے ہیں۔

اس کمیٹی میں اہم اور جدید مسائل پر اجتماعی انداز میں غور وفکر کے بعد فیصلے اور فتاویٰ جاری کیے جاتے ہیں۔

اس کمیٹی نے نا قابلِ استعمال اور بوسیدہ قرآنی اور مقدس اوراق پر چند فیصلے اور فتوے جاری

کیے ہیں، جن کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

سعودی عرب کی ''اللجنة الدائمة'' کے ایک سوال کے جواب میں ہے:

ما تمزق من المصاحف والكتب والأوراق التى بها آيات من القرآن يدفن بمكان طيب، بعيد عن ممر الناس وعن مرامى القاذورات، أو يحرق؛ صيانة له، ومحافظة عليه من الامتهان؛ لفعل عثمان رضى الله عنه.

وبالله التوفيق .وصلى الله على نبينا محمد، وآله وصحبه وسلم.

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

عضو// عضو // نائب رئيس اللجنة // الرئيس

عبد الله بن قعود // عبد الله بن غديان // عبد الرزاق عفيفى // عبد العزيز بن عبد الله بن باز

(فتاوى اللجنة الدائمة ، ج٦ ص ٢٢ ،ماذا يُعمل بالمصحف المغلوط أو الممزق، رقم الفتوىٰ ٤٦٦٠)

ترجمہ: قرآن مجید اور کتابیں اور مقدس اوراق جن میں قرآن کی آیات ہوں، اور وہ پھٹ جائیں، تو ان کو ایسی پاک جگہ میں دفن کر دیا جائے گا، جو لوگوں کی گزرگاہ سے دور ہو، اور گندگی ڈالی جانے والی جگہ سے بھی دور ہو، یا ان کو جلا دیا جائے گا، ان کی حفاظت کے لیے، اور ان کو اہانت و بے احترامی سے بچانے کے لیے، جس کی دلیل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فعل ہے۔

وبالله التوفيق .وصلى الله على نبينا محمد، وآله وصحبه وسلم

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

رکن	رکن	نائب رئیس اللجنۃ	رئیس
عبداللہ بن قعود	عبداللہ بن غدیان	عبدالرزاق عفیفی	عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز

(فتاویٰ اللجنۃ)

سعودی عرب کی ’’اللجنة الدائمة‘‘ کا ایک اور حوالہ

سعودی عرب کی ’’اللجنة الدائمة‘‘ کے ایک اور سوال کے جواب میں ہے:

ما تمزق من أوراق المصحف، وكذلك الكتب المحترمة مما فيه ذكر الله أو أحاديث المصطفى صلى الله عليه وسلم فلا حرج في دفنه في مكان طاهر، أو إحراقه.

وبالله التوفيق .وصلى الله على نبينا محمد، وآله وصحبه وسلم.

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

عضو // نائب رئيس اللجنة // الرئيس

عبد الله بن غديان // عبد الرزاق عفيفي // عبد العزيز بن عبد الله بن باز

(فتاوى اللجنة الدائمة ، ج٦ ص٢٧ ،ماذا يُعمل بالمصحف المغلوط أو الممزق، رقم الفتوىٰ ٩٨٥٠)

ترجمہ: قرآن مجید کے جو اوراق پھٹ جائیں، اور اسی طریقہ سے مقدس کتابیں، جن میں اللہ کا ذکر ہو، یا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہوں، ان کو پاک جگہ میں دفن کرنے یا ان کو جلانے میں کوئی حرج نہیں۔

وباللہ التوفیق .وصلى الله على نبينا محمد، وآله وصحبه وسلم

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

رئیس	نائب رئیس اللجنۃ	رکن
عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز	عبدالرزاق عفیفی	عبداللہ بن غدیان

(فتاویٰ اللجنۃ)

سعودی عرب کی ’’اللجنة الدائمة‘‘ کا تیسرا حوالہ

سعودی عرب کی ’’اللجنة الدائمة ‘‘ نے ایک اور سوال کے جواب میں تحریر فرمایا کہ قرآن

مجید کے جو اوراق پرانے ہو جائیں یا پھٹ جائیں، اور ان سے انتفاع مشکل ہو جائے، یا ان میں کتابت وطباعت کی غلطیاں ہوں، جن کی اصلاح مشکل ہو، تو ان کو پاک صاف جگہ اور بے ادبی سے محفوظ مقام پر دفن کرنا بھی جائز ہے، اور ان کو جلا دینا بھی جائز ہے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابۂ کرام کے تعامل سے اس کا ثبوت ملتا ہے، اور جلانے پر صحابۂ کرام کی طرف سے کوئی نکیر نہیں ملتی، اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے انکار جلانے پر نہیں تھا۔ [1]

مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ سعودی عرب کے بڑے مفتیانِ کرام اور اصحابِ علم بھی دفن کرنے اور جلانے کے جائز ہونے کے قائل ہیں، اور ان میں سے کسی صورت کو بے ادبی قرار نہیں دیتے۔

''تحفۃُ الاحوذی'' کا حوالہ

علامہ مبارکپوری (المتوفیٰ: 1353ہجری) ''سنن الترمذی'' کی شرح ''تحفۃُ الاحوذی'' میں

---

[1] إذا بليت أوراق المصحف وتمزقت من كثرة القرائة فيها مثلًا، أو أصبحت غير صالحة للانتفاع بها، أو عثر فيها على أغلاط من إهمال من كتبها أو طبعها ولم يمكن إصلاحها جاز دفنها بلا تحريق، وجاز تحريقها ثم دفنها بمكان بعيد عن القاذورات ومواطء الأقدام، صيانة لها من الامتهان، وحفظًا للقرآن من أن يحصل فيه لبس أو تحريف أو اختلاف بانتشار المصاحف التى طرأت عليها أغلاط فى كتابتها أو طباعتها، وقد ثبت فى باب جمع القرآن من [صحيح البخارى] أن عثمان بن عفان رضى الله عنه أمر أربعة من خيار قراء الصحابة بنسخ مصاحف من المصحف الذى كان قد جمع بأمر أبى بكر رضى الله عنهم، فلما فرغوا من ذلك أرسل عثمان إلى كل أفق بمصحف مما نسخوا، وأمر بما سوى ذلك من القرآن فى كل صحيفة ومصحف أن يحرق، ولم ينكر عليه ذلك أحد من الصحابة، إلا ما روى عن ابن مسعود ، لكنه إنما أنكر قصر الناس على المصحف الذى أرسل به عثمان إلى الآفاق، ولم ينكر التحريق.

وبالله التوفيق .وصلى الله على نبينا محمد، وآله وصحبه وسلم.

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

عضو // نائب رئيس اللجنة // الرئيس //

عبد الله بن منيع // عبد الله بن غديان // عبد الرزاق عفيفى //

(فتاوى اللجنة الدائمة ، ج٦ص٢٥، ٢٦ ،ماذا يُعمل بالمصحف المغلوط أو الممزق، رقم الفتوىٰ ١٧٦)

فرماتے ہیں:

قلت لو تأملت عرفت أن الاحتياط هو فی الإحراق دون الدفن ولهذا اختار عثمان رضی الله عنه ذلک (تحفة الاحوذی بشرح جامع الترمذی، ج۸ص ۲۱۴، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورة التوبة)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اگر آپ غور کریں گے تو یہ بات پہچان لیں گے کہ احتیاط جلانے میں ہے، نہ کہ دفن کرنے میں، اسی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جلانے طریقہ کو اختیار فرمایا (تحفۃ الاحوذی)

مطلب یہ ہے کہ جلانے میں نقوش وحروف بالکل ختم ہوجاتے ہیں، اور آئندہ ان کی بے ادبی واہانت کی صورت باقی نہیں رہتی، اس لیے جلا دینا بہتر اور احتیاط پر مبنی ہے۔

بعض دیگر حضرات کا بھی یہی قول ہے، جیسا کہ دوسری عبارات کے ضمن میں ذکر کیا گیا۔

''مرعاةُ المفاتيح'' کا حوالہ

ابوالحسن عبیداللہ بن محمد عبدالسلام مبارکپوری (المتوفی:1414ھجری) ''مشکاۃ'' کی شرح ''مرعاۃ المفاتیح'' میں ''صاحبِ تحفۃُ الاحوذی'' کی مذکورہ عبارت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

قلت: وإحراقه بقصد صيانته بالكلية لا امتهان فيه بوجه بل فيه دفع سائر صور الإهانة فهو الأولى بل المتعين، وأما القول بتعين الغسل ففساده ظاهر مع أنه لا يمكن فی الأوراق المطبوعة كما لا يخفى (مرعاة المفاتيح، ج۷ص ۳۳۰، كتاب فضائل القرآن، الفصل الثالث)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ (مقدس وبوسیدہ اور ناقابلِ استعمال) قرآن (کے نسخوں) کو جلا دینا، جبکہ اس کی بالکلیہ حفاظت کے پیشِ نظر ہو، اس میں کسی حیثیت

سے بھی اہانت کا تصور نہیں پایا جاتا، بلکہ اس میں اہانت کی تمام صورتوں سے حفاظت پائی جاتی ہے، لہٰذا یہی صورت بہتر بلکہ (موجودہ دور میں) متعین ہے، جہاں تک دھو دینے کے متعین ہونے کا قول ہے، تو اس کا فساد ظاہر ہے، باوجودیکہ موجودہ دور کے مطبوعہ اوراق کا دھو دینا ممکن بھی نہیں ہے، جیسا کہ یہ بات مخفی نہیں (مرعاۃ المفاتیح)

مطلب یہ ہے کہ جو لکھائی ایسی ہو کہ پانی وغیرہ سے مٹائی جا سکتی ہو، اس کو تو دھو کر مٹانا ممکن ہے، لیکن موجودہ دور میں مطبوعہ پختہ لکھائی کو دھو کر مٹانا ممکن نہیں، الَّا یہ کہ کاغذ اور اوراق کا ہی گودا وغیرہ بنایا جائے، یا کاغذ کو ریزہ ریزہ کیا جائے، جس کی دیگر حضرات نے تصریح فرمائی ہے، اور جہاں اس طرح کی صورت ممکن نہ ہو، وہاں جلا دینا سب سے بہتر ہے، کیونکہ اس میں نقوش وحروف کا وجود ختم ہو جانے کی وجہ سے اہانت کی تمام صورتوں کا بالکلیہ خاتمہ ہو جاتا ہے، اور جلا دینا ہر شخص کے لیے بآسانی ممکن بھی ہے کہ یہ کام اپنے مقام پر رہتے ہوئے ہر شخص بآسانی انجام دے سکتا ہے، اور اس صورت میں دوسرے لوگوں یا کسی ادارہ کی مدد لینے یا اوراق اور مواد کو کسی دوسری جگہ پہنچانے کی بھی ضرورت نہیں، برخلاف دفن کر دینے یا دوسری صورتوں کے کہ ان پر موجودہ زمانہ میں ہر شخص کو عمل کرنا سہل بلکہ ممکن نہیں۔

امدادُ الفتاویٰ کا حوالہ

امدادُ الفتاویٰ میں ہے:

اس احراق (یعنی جلانے) میں اختلاف ہے، اس لئے (جلانے کے) فعل میں بھی گنجائش ہے، اور ترک، احوط (یعنی جلانے سے بچنا زیادہ احتیاط والا پہلو) ہے، اور تقدیر ترک (یعنی جلانے سے بچنے) پر یہ صورت سہل ہے کہ ان ردّیات کو جمع کرتے رہیں، جب معتد بہ ذخیرہ ہو جاوے، دفن کرا دیں، اور احراق

(یعنی جلانے) کی صورت میں اس کی خاکستر (یعنی راکھ) بنابر قاعدۂ قلبِ ماہیت کے (یعنی ماہیت بدل جانے کی بناء پر) واجبُ الاحترام تونہیں ہے، لیکن اگراس کوجداگانہ کسی ظرف (یعنی برتن) میں جلاکراس خاکستر (یعنی راکھ) کوپانی میں گھول کر دریا میں بہادیا جاوے، تو اور بھی زیادہ اقرب الی الادب ہے

(امدادالفتاویٰ، ج۴ص۵۶، کتاب الحظر والاباحۃ، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ بوقتِ ضرورت اوراقِ مقدسہ کوجلانے کی بھی گنجائش ہے، اورجلانے کے بعداس کی راکھ کا قلبِ ماہیت کی وجہ سے احترام واجب نہیں رہتا، تاہم پھربھی اگرکوئی مزیدادب ملحوظ رکھنے کے لئے اس کودریا کے پاک صاف پانی میں بہادے، یا پاک زمین میں دفن کردے، تواچھی بات ہے، لیکن ایسانہ کرنے پرنکیرنہیں کی جاسکتی، کیونکہ وہ کوئی گناہ والاعمل نہیں، البتہ اگر جلنے کے بعد جلی ہوئی لوح یا کاغذ وغیرہ پرآیات یا مقدس کلمات کی کتابت ظاہرہو، توان کومسل کرمٹانے یابصورتِ دیگردفن کرنے کی ضرورت ہوگی۔ [1]
اور جلنے کے بعدراکھ ہونے پر ماہیت تبدیل ہونے کی تصریح فقہائے کرام سے بھی منقول ہے۔ [2]

---

[1] هـل يجوز حرق أوراق ممزقة من القرآن أو فيها اسم الله عز وجل لأننى سمعت أن من يحرق ورقة يكوى بها يوم القيامة أرجو من الله التوفيق ومنكم الإجابة؟
فـأجـاب رحـمه الله تعالى :تـحـريـق أوراق الـمصحف إذا كان لا ينتفع بها جائز ولا حرج فيه، فإن عثـمان رضى الله عنه لما وحَّد المصاحف على لغة قريش أمر بإحراق ما عداها فأحرقت ولم يعلم له مـخـالف مـن الـصـحـابة رضى الله عنهم، وكذلک أيضاً ما كان فيه اسم الله لا بأس بإحراقه إلا أنه حسـب الأمر الواقع فى المصاحف المقطوعة إذا أحرقت فإن لون الحروف يبقى بعد الإحراق، لون الـحـرف يبـقى ظاهراً فى الورقة بعد الإحراق، فلابد بعد إحراقها من أحد أمرين إما أن تدفن وإما أن تـدق حتـى تـكـون رمـاداً لـئلا تبقى الحروف فيطير بها الهواء فتداس بالأقدام، وأما ما سمعه أن من أحـرق ورقة كـوى بها يوم القيامة فلا أصل له(فتاوى نور على الدرب، ج۵،ص ۲ ،لمحمد بن صالح بن محمد العثيمين. المتوفى1421 :هـ)

[2] ذهـب الحنفية والمالكية، وهو رواية عن أحمد إلى :أن نـجس العين يطهر بالاستحالة، فرماد النجس لا يكون نجسا، ولا يعتبر نجسا ملح كان حمارا أو خنزيرا أو غيرهما، ولا نجس وقع فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پرملاحظہ فرمائیں﴾

کفایتُ المفتی کا حوالہ

کفایتُ المفتی میں ہے:

(قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کو) محفوظ اور محتاط مقام میں دفن کردینا بھی جائز ہے، لیکن جلا دینا آج کل زیادہ بہتر ہے، کیونکہ ایسا محفوظ مقام دستیاب ہونا مشکل ہے کہ وہاں آدمی یا جانور نہ پہنچ سکیں، اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مصاحف کو جلانا اس کے جواز کی دلیل ہے (کفایت المفتی، ج۱،ص۱۲۷، کتاب العقائد، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ موجودہ زمانہ میں جب دفن کرنے کے لئے محفوظ مقام کی دستیابی مشکل ہو، جلا دینا بھی بلا کراہت جائز بلکہ زیادہ بہتر ہے، جس کی دلیل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عمل ہے، جس پر ناجائز ہونے کا حکم لگانا مشکل ہے، بالخصوص جبکہ ان کے مبارک زمانہ میں اس عمل کو بُرا یا گناہ قرار نہیں دیا گیا، بلکہ اس کی تحسین کی گئی۔

فتاویٰ محمودیہ کا حوالہ

فتاویٰ محمودیہ میں ہے:

اس (قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کو بے حرمتی سے بچانے کے لئے جلانے)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بئر فصار طينا، وكذلك الخمر إذا صارت خلا سواء بنفسها أو بفعل إنسان أو غيره، لانقلاب العين، ولأن الشرع رتب وصف النجاسة على تلك الحقيقة، فينتفي بانتفائها .فإذا صار العظم واللحم ملحا أخذا حكم الملح؛ لأن الملح غير العظم واللحم.

ونظائر ذلك في الشرع كثيرة منها :العلقة فإنها نجسة، فإذا تحولت إلى المضغة تطهر، والعصير طاهر فإذا تحول خمرا ينجس.

فيتبين من هذا :أن استحالة العين تستتبع زوال الوصف المرتب عليها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠ ص٢٧٨، ٢٧٩، مادة "تحول")

میں کوئی گناہ نہیں، لیکن پاک کپڑے میں لپیٹ کر محفوظ جگہ دفن کرنا اس سے بھی بہتر ہے۔فقط۔واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی: مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۔ صحیح: عبداللطیف، یکم ربیع الثانی ۵۷ھ

(فتاویٰ محمودیہ مبوب، ج ۳ص ۵۴۴، کتاب العلم، باب ما یتعلق بالقرآن الکریم، مطبوعہ: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

فتاویٰ عثمانی کا حوالہ

فتاویٰ عثمانی میں ہے:

احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ ایسے اوراق کو جلانے کے بجائے دفن کیا جائے، لیکن چونکہ بعض علماء نے جلانے کی بھی اجازت دی ہے، اور اس کا مأخذ بھی ہے، اس لئے اگر کوئی نذرِ آتش کرے، تو اسے حرام کہنا بھی مشکل ہے۔

واللہ سبحانہٗ اعلم۔

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ۔۱۰-۱۰-۱۳۹۷ھ (فتاویٰ عثمانی، ج ۱ص ۲۲۰، کتاب العلم والتاریخ والطب، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن، کراچی)

معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت جلانے میں بھی گناہ نہیں، اگرچہ جلانے کے مقابلہ میں تدفین یا محو و تغسیل کا قول بعض حضرات کے نزدیک بہتر ہے، لیکن ظاہر ہے کہ سب کو اس طریقہ کا مکلّف قرار دینا درست نہیں، اور آج کل شہروں میں تدفین کی محفوظ جگہ میسر آنا آسان نہیں، لہٰذا موجودہ دور میں جلانے کے عمل کو اختیار کرنے میں حرج نہیں۔

خلاصہ

مذکورہ دلائل وعبارات اور فتاویٰ جات کی روشنی میں خلاصہ یہ نکلا کہ فاضل، غیر ضروری اور بوسیدہ یا ناقابلِ استعمال یا اغلاط پر مشتمل قرآنی نسخوں اور مقدس اوراق کو بے احترامی سے

بچانے کی خاطر ضرورت کے وقت احتیاط کے ساتھ حسبِ حال جلانے، مٹانے، اور شق وقطع کرنے کی اجازت ہے، اور قرآن مجید کے بوسیدہ نسخوں اور دینی کتابوں یا مقدس اوراق سے کتابت اور نقوش کو مٹا کر جلانا ان مشائخِ حنفیہ کے نزدیک بھی جائز نہ کہ واجب ہے، جو مٹانے سے پہلے جلانے کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔

اور ان مشائخِ حنفیہ کے نزدیک نقوش وحروف کو پاک پانی سے دھو کر مٹانا بھی جائز ہے، اور ان کی لکھائی مٹائے بغیر ان کو پاک چلتے پانی میں اس طرح ڈال دینا بھی جائز ہے کہ بعد میں بے ادبی نہ ہو، اور ان کو ایک طرف پاک صاف جگہ احتیاط کے ساتھ پاک کپڑے میں لپیٹ کر اس طرح دفن کر دینا بھی جائز ہے کہ قرآنی اور مقدس اوراق یا نسخوں پر مٹی نہ پڑے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ یا تو بغلی قبر کی طرح گڑھا کھود کر دفن کیا جائے، یا پھر سیدھا گڑھا کھود کر پہلے اوپر کوئی لکڑی، تختہ وغیرہ رکھے، پھر اس کے اوپر سے مٹی ڈالے۔

اس کی مزید تفصیل اگلے حصہ میں آتی ہے۔ [1]

اس لئے ان میں سے جس صورت کو بھی کوئی حسبِ ضرورت وحیثیت اختیار کرے، اور اپنی طرف سے ادب واحترام کے تقاضوں کو پورا کرے، تو اس کی اجازت ہے، اور ان میں سے کسی صورت کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عمل اور محدثینِ عظام وفقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں اور مسئلہ کے مجتہد فیہ ہونے کی وجہ سے فی نفسہٖ حرام کہنا مشکل ہے،

---

[1] قال الحنفية :هذه الكتب إذا كان يتعذر الانتفاع بها يمحى عنها اسم الله وملائكته ورسله ويحرق الباقي (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢ص ١٢٤، مادة "احراق")

وقال الحنفية :الكتب التي لا ينتفع بها يمحى عنها اسم الله وملائكته ورسله ويحرق الباقي، ولا بأس بأن تلقى في ماء جار كما هي، أو تدفن وهو أحسن كما في الأنبياء ، وكذا جميع الكتب إذا بليت وخرجت عن الانتفاع بها، قال ابن عابدين :وفي الذخيرة :المصحف إذا صار خلقا وتعذرت القراءة منه لا يحرق بالنار، وإليه أشار محمد وبه نأخذ، ولا يكره دفنه، وينبغي أن يلف بخرقة طاهرة ويلحد له؛ لأنه لو شق ودفن يحتاج إلى إهالة التراب عليه وفي ذلك نوع تحقير، إلا إذا جعل فوقه سقف، وإن شاء غسله بالماء ، أو وضعه في موضع طاهر لا تصل إليه يد محدث ولا غبار ولا قذر، تعظيما لكلام الله عز وجل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٤ص ١٩٢، مادة " كتاب ")

جس میں اصولی اعتبار سے ری سائیکلنگ (Recycling) کا طریقہ بھی داخل ہے، اس کی بھی مزید تفصیل اگلے حصہ میں آتی ہے۔

اور کوئی شخص ان میں سے کسی قول پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی ضرورت وحالت کے مطابق عمل کرے، تو اس پر دوسرے کو نکیر کا حق نہیں، اگر چہ دوسرا شخص کسی اور قول کو راجح یا افضل کیوں نہ سمجھتا ہو۔ [1]

---

[1] محل الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر وشروطه:
أ -كون المأمور به معروفا فى الشرع، وكون المنهى عنه محظور الوقوع فى الشرع.
ب -أن يكون موجودا فى الحال، وهذا احتراز عما فرغ منه.
ج -أن يكون المنكر ظاهرا بغير تجسس، فكل من أغلق بابه لا يجوز التجسس عليه، وقد نهى الله عن ذلك فقال :(ولا تجسسوا)وقال :(وأتوا البيوت من أبوابها)وقال :(لا تدخلوا بيوتا غير بيوتكم حتى تستأنسوا وتسلموا على أهلها)
د -أن يكون المنكر متفقا على تحريمه بغير خلاف معتبر، فكل ما هو محل اجتهاد فليس محلا للإنكار، بل يكون محلا للإرشاد(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦ص ٢٤٩، ٢٥٠، مادة " أمر")
الشرط الرابع :أن يكون المنكر معلوما بغير اجتهاد، فكل ما هو محل للاجتهاد فلا حسبة فيه وعبر صاحب الفواكه الدوانى عن هذا الشرط بقوله :أن يكون المنكر مجمعا على تحريمه، أو يكون مدرك عدم التحريم فيه ضعيفا وبيان ذلك :أن الأحكام الشرعية على ضربين:
أحدهما :ما كان من الواجبات الظاهرة كالصلاة والصيام والزكاة والحج، أو من .المحرمات المشهورة كالزنى، والقتل، والسرقة، وشرب الخمر، وقطع الطريق، والغصب، والربا، وما أشبه ذلك فكل مسلم يعلم بها ولا يختص الاحتساب بفريق دون فريق.
والثانى :ما كان فى دقائق الأفعال والأقوال مما لا يقف على العلم به سوى العلماء ، مثل فروع العبادات والمعاملات والمناكحات وغير ذلك من الأحكام، وهذا الضرب على نوعين:
أحدهما :ما أجمع عليه أهل العلم وهذا لا خلاف فى تعلق الحسبة فيه لأهل العلم ولم يكن للعوام مدخل فيه .والثانى :ما اختلف فيه أهل العلم مما يتعلق بالاجتهاد، فكل ما هو محل الاجتهاد فلا حسبة فيه.ولكن هذا القول ليس على إطلاقه بل المراد به الخلاف الذى له دليل، أما ما لا دليل له فلا يعتد به ويقرر هذا الإمام ابن القيم بأن الإنكار إما أن يتوجه إلى القول والفتوى، أو العمل.
أما الأول فإذا كان القول يخالف سنة أو إجماعا شائعا وجب إنكاره اتفاقا، وإن لم يكن كذلك فإن بيان ضعفه ومخالفته للدليل إنكار مثله، وأما العمل فإذا كان على خلاف سنة أو إجماع وجب إنكاره بحسب درجات الإنكار، وكيف يقول فقيه لا إنكار فى المسائل المختلف فيها، والفقهاء من سائر الطوائف قد صرحوا بنقض حكم الحاكم إذا خالف كتابا أو سنة، وإن كان قد وافق فيه بعض العلماء .وأما إذا لم يكن فى المسألة سنة أو إجماع وللاجتهاد فيها مساغ لم تنكر على من عمل بها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کیونکہ اس طرح کے مجتہد فیہ مسائل میں نکیر کرنا درست نہیں ہوتا۔

چہ جائیکہ اس کی وجہ سے کسی مسلمان کی تکفیر کی جائے اور دوسرے کو جانی و مالی نقصان پہنچایا جائے، اور املاک کو تباہ و برباد کیا جائے، اس کی شرعاً ہرگز اجازت نہیں۔

بلکہ اس طرح کی حرکات کا ارتکاب کرنے والے شرعاً خود امرِ منکَر کے مرتکب شمار ہوتے ہیں، اور ان کو خود اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کرنی چاہیے۔

اور اس طرح کے مسائل میں بعض دینی شخصیات وافراد کا عوام کو جوش و جذبہ دلا کر اپنے سیاسی و غیر سیاسی مفادات پورے کرنا، دہرا جرم ہے۔

جس کا ذکر اس رسالہ کے آخر میں آتا ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مجتهدا أو مقلدا وقال الإمام النووى :ولا ينكر محتسب ولا غيره على غيره، وكذلك قالوا :ليس للمفتى ولا للقاضى أن يعترض على من خالفه إذا لم يخالف نصا أو إجماعا أو قياسا جليا .وهذا الحكم متفق عليه عند الأئمة الأربعة، فإن الحكم ينقص إذا خالف الكتاب أو السنة أو الإجماع أو القياس(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٧ ص٢٥٧، ٢٥٨، مادة " حسبة")

(فصل نمبر 5)

مقدس اوراق کی ری سائیکلنگ (Recycling)

موجودہ دور میں قرآن مجید کے بوسیدہ وناقابلِ استعمال نسخوں اور مقدس اوراق کو دوبارہ استعمال میں لانے، کارآمد وکارگر اور قابلِ انتفاع بنانے کا جو طریقہ ایجاد ہوا ہے، اس کو موجودہ زبان میں ری سائیکلنگ (Recycling) اور عربی زبان میں ”اعـادة التدویـر“ کہا جاتا ہے، جو اس دور کا اہم اور جدید مسئلہ ہے، جس پر علمی وتحقیقی کلام کی تفصیل سے ضرورت ہے۔

ری سائیکلنگ (Recycling) کے عمل سے گزارنے کے لئے پہلے اوراق اور تحریری مواد کو بڑے ڈرم نما حوض میں صاف پانی کے اندر ڈالا جاتا ہے، جس میں لگے ہوئے کٹر (Cutter) سے ان اوراق کے ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتے اور حروف ونقوش مٹ جاتے ہیں، اور پھر اس کے گودے سے فاضل پانی کو احتیاط کے ساتھ خارج کردیا جاتا ہے، اور پھر گودے سے گتہ یا کاغذ تیار کیا جاتا ہے، یہ ری سائیکلنگ (Recycling) کا ایک طریقہ ہے، اس کے علاوہ بھی کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے، جس میں شرعی اعتبار سے کوئی اہانت لازم نہ آرہی ہو۔

فی نفسہٖ یہ طریقہ شرعی وفقہی اعتبار سے جائز ہے، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو جمع کرنے کے موقع پر دیگر نسخوں کے متعلق جو حکم صادِر فرمایا، اصولی اعتبار سے اس سے بھی اس عمل کے جائز ہونے کی تائید ہوتی ہے، جیسا کہ تفصیلاً پہلے گزرا۔

پھر اس مواد سے تیار شدہ کاغذ یا گتہ کو کسی جائز اور مفید مقصد کے لئے استعمال کیا جائے، تو اس میں شرعاً قباحت نہیں، اگرچہ دینی مقاصد کے لئے استعمال کرنا زیادہ بہتر اور ادب کے زیادہ

لائق ہے۔

فقہائے کرام بالخصوص فقہائے حنفیہ کے قواعد کی روشنی میں موجودہ دور کے مطابق قرآن مجید کے بوسیدہ نسخوں اور مقدس اوراق کو دوبارہ کارآمد بنانا یا ان کی ری سائیکلنگ کرنا جائز ہے بلکہ اگر میسر ہو، تو ادب کے تقاضوں کے مطابق موجودہ حالات میں دوسری صورتوں کے مقابلہ میں افضل واحسن صورت قرار دی جاسکتی ہے۔

جس کی تفصیل فقہی عبارات کی روشنی میں ذکر کی جاتی ہے، اور چونکہ حنفیہ کی بعض کتبِ فقہ سے جلانے اور مٹانے وغیرہ کے ناجائز ہونے کو سمجھا جاتا ہے، اور بہر صورت دفن کرنے پر زور دیا جاتا ہے۔

اس لیے حنفیہ کی فقہی کتب سے اس مسئلہ کو زیادہ منقح اور صاف کرنے کی ضرورت ہے۔

’’الدرالمختار‘‘ اور ’’ردُّ المحتار‘‘ کا حوالہ

حنفیہ کی کتاب ’’الدرالمختار‘‘ میں ہے:

المصحف إذا صار بحال لا يقرأ فيه يدفن كالمسلم (الدرالمختار مع رد المحتار، ج ۱، ص ۱۷۷، کتاب الطهارة)

ترجمہ: قرآن مجید جب اس حالت کو پہنچ جائے کہ اس میں قرائت نہ کی جاسکے، تو اس کو مسلمان کی طرح دفن کر دیا جائے گا (درمختار)

اور ’’الدرالمختار‘‘ کی شرح ’’ردُّ المحتار‘‘ میں اس کی تشریح کرتے ہوئے مذکور ہے کہ اس کو ایک پاک کپڑے میں رکھ کر ایسی غیر اہانت والی جگہ، دفن کر دیا جائے گا، جہاں سے لوگوں کا گزر نہ ہوتا ہو، اور ’’الذخیرۃ‘‘ میں ہے کہ مناسب یہ ہے کہ بغلی قبر بنائی جائے، سیدھا گڑھا نہ کھودا جائے، کیونکہ ایسی صورت میں اس پر مٹی ڈالنے کی نوبت آئے گی، جس میں ایک طرح کی تحقیر ہے، البتہ اس کے اوپر اس طرح سے چھت بنادی جائے کہ اس تک مٹی نہ

پہنچے، تو یہ بہتر ہے۔ [1]

''ردُّ المحتار''میں ایک مقام پر ہے:

وفى الذخيرة :المصحف إذا صار خلقا وتعذر القراء ة منه لا يحرق بالنار إليه أشار محمد وبه نأخذ.

ولا يكره دفنه، وينبغي أن يلف بخرقة طاهرة، ويلحد له لأنه لو شق ودفن يحتاج إلى إهالة التراب عليه، وفى ذلک نوع تحقير إلا إذا جعل فوقه سقف، وإن شاء غسله بالماء .

أو وضعه فى موضع طاهر لا تصل إليه يد محدث ولا غبار، ولا قذر تعظيما لكلام الله عز وجل اهـ (رد المحتار على الدر المختار، ج٦،ص ٤٢٢، كتاب الطهارة،سنن الغسل)

ترجمہ: اور ذخیرہ میں ہے کہ قرآن مجید کا نسخہ جب پرانا ہوجائے، اور اس سے قرائت کرنا دشوار ہوجائے، تو آگ میں نہیں جلایا جائے گا، اسی کی طرف امام محمد نے اشارہ کیا ہے، اور ہم اسی کو لیتے ہیں۔

اور اس کو دفن کرنا مکروہ نہیں ہے، لیکن مناسب یہ ہے کہ اس کو پاک کپڑے میں لپیٹا جائے، اور بغلی قبر بنائی جائے، کیونکہ اگر ویسے ہی سیدھا گڑھا کھود کر اس کو دفن کیا جائے گا، تو اس پر مٹی ڈالنے کی ضرورت پڑے گی، اور اس میں ایک طرح کی تحقیر لازم آتی ہے، لیکن اگر اس کے اوپر چھت بنادی جائے (یعنی اوپر لکڑی یا

---

[1] (قوله: يدفن) أي يجعل فى خرقة طاهرة ويدفن فى محل غير ممتهن لا يوطأ .وفى الذخيرة وينبغي أن يلحد له ولا يشق له؛ لأنه يحتاج إلى إهالة التراب عليه، وفى ذلک نوع تحقير إلا إذا جعل فوقه سقف بحيث لا يصل التراب إليه فهو حسن أيضا اهـ .وأما غيره من الكتب فسيأتي فى الحظر والإباحة أنه يمحى عنها اسم الله تعالى وملائكته ورسله ويحرق الباقي ولا بأس بأن تلقى فى ماء جار كما هي أو تدفن وهو أحسن .اهـ.

(قوله: كالمسلم) فإنه مكرم، وإذا مات وعدم نفعه يدفن وكذلک المصحف، فليس فى دفنه إهانة له، بل ذلک إكرام خوفا من الامتهان(ردالمحتار، ج ا ص١٧٧ ، كتاب الطهارة، سنن الغسل)

پتھر وغیرہ رکھ کر پھر مٹی ڈالی جائے، تو حرج نہیں)

اور اگر چاہے تو اس قرآن کو پانی سے دھودے (اور دھونے کے بعد نقوش وحروف مٹی ہوئی خالی تختی یا کاغذ کو کسی جائز کام میں لے آئے، جیسا کہ آگے آتا ہے)

یا اس (قرآن مجید کے مطبوعہ ومکتوبہ نسخہ یا اوراق) کو ایسی پاک جگہ رکھ دے، جہاں نہ تو بے وضو شخص کا ہاتھ پہنچے، اور نہ گرد وغبار پہنچے، اور نہ کوئی گندگی پہنچے، اللہ عزوجل کے کلام کی تعظیم کے لئے (ردالمحتار)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے پرانا اور بوسیدہ ہونے کے بعد اس کو پاک وصاف جگہ دفن کرنا، یا اگر ممکن ہو تو پاک پانی سے حروف کو دھو کر مٹا دینا یا اس کو پاک صاف جگہ رکھ دینا تینوں صورتیں جائز ہیں، اور امام محمد رحمہ اللہ کے اشارہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کو آگ میں جلانا مناسب نہیں۔

پانی سے دھونے کی صورت میں حروف ونقوش مٹ جاتے ہیں، جس میں کاغذ کو دوبارہ کارآمد بنانا اور موجودہ دور کی ری سائیکلنگ (Recycling) کا عمل بھی داخل ہے، جیسا کہ مزید وضاحت اور صراحت کے ساتھ آگے آتا ہے۔

رہا یہ کہ امام محمد رحمہ اللہ کی کس عبارت سے اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے، تو اس کی وضاحت ''ذخیرہ'' کے ہی حوالہ سے فتاویٰ تاتارخانیہ میں کی گئی ہے، جس میں ردالمحتار کے مقابلہ میں ذخیرہ کی تفصیلی عبارت نقل کی گئی ہے، اور اس سے ردالمحتار کی عبارت کی مزید توضیح ہوتی ہے، اور کئی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا ہے۔

فتاویٰ تاتارخانیہ کا حوالہ

چنانچہ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

فی الذخیرة :المصحف إذا صار خلقا وتعذر القراء ة فیه لا یحرق

بالنار، إليه أشار محمد فی السير الكبير وبه نأخذ.

ولا يكره دفنه، ومن اراد دفنه ينبغی أن يلفه بخرقة طاهرة، وتحفر له حفيرة ويلحد ولا يشق،لأنه متی شق ودفن ،احتاج إلی إهالة التراب عليه، وفی ذلک نوع تحقير واستخفاف بكلام الله عزوجل ، إلا إن يجعل عليه سقف حتی لايحتاج الیٰ اهالة التراب عليه، وحينئذ لا باس بالشق عليه، وإن شاء غسله بماء حتی يذهب ما به، وان شاء وضعه فی موضع طاهر لا يصل إليه يد المحدثين، ولايصل اليه الغبار ولاالاقذار تعظيما لكلام الله عز وجل (الفتاویٰ التاتارخانية) [1]

ترجمہ: ذخیرہ میں ہے کہ قرآن مجید کا نسخہ جب پرانا ہوجائے ،اوراس میں قرائت کرنا دشوار ہوجائے ،تو آگ میں نہیں جلایا جائے گا، اسی کی طرف امام محمد نے ’’سیر کبیر‘‘ میں اشارہ کیا ہے،اور ہم اسی کو لیتے ہیں۔

اوراس کو دفن کرنا مکروہ نہیں ہے، اور جو اس کو دفن کرنا چاہے، تو اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ اس کو پاک کپڑے میں لپیٹ دے،اوراس کے لئے ایک گڑھا کھود دے ،اور بغلی گڑھا کھودے ،سیدھا گڑھا نہ کھودے، کیونکہ جب سیدھا گڑھا کھود کر دفن کرے گا،تو اس پر مٹی ڈالنے کی ضرورت پیش آئے گی ،اوراس میں اللہ عزوجل کے کلام کے ساتھ ایک طرح کی تحقیر اور استخفاف پایا جاتا ہے، لیکن اگراس کے اوپر چھت بنا دی جائے (یعنی اوپر لکڑی یا پتھر وغیرہ رکھ کر پھر مٹی ڈالی جائے) تو پھر سیدھا گڑھا کھودنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

اوراگر چاہے تو اس کو پانی سے دھودے، یہاں تک کہ اس کی لکھائی ختم ہو جائے

---

[1] ج١٨ ص٦٨، ٦٩، كتاب الكراهية، الفصل فی المسجد والقبلة وغيرها.

(اور دھونے کے بعد خالی تختی یا کاغذ کو کسی جائز کام میں لے آئے، جیسا کہ آگے تفصیلاً آتا ہے) اور اگر چاہے تو اس کو (دھوئے اور مٹائے بغیر) ایسی پاک جگہ رکھ دے، جہاں بے وضو لوگوں کا ہاتھ نہ پہنچے، اور نہ ہی اس پر گرد وغبار پڑے، اور نہ گندگیاں پڑیں، اللہ عزوجل کے کلام کی تعظیم کے لئے (فتاویٰ تاتارخانیہ)

اس سے معلوم ہوا کہ بوسیدہ یا نا قابلِ استعمال قرآن مجید کے نسخوں کو جس طرح دفن کرنا مکروہ نہیں، اور دفن کرنے کا اختیار ہے، اسی طرح یہ بھی اختیار ہے کہ اس کے نقوش وحروف مٹانے کے لئے کاغذ وتختی کو دھودے، تاکہ بعد میں اس کاغذ اور تختی کا دوسرے جائز کاموں میں استعمال کر سکے، یہ بھی جائز شکل ہے۔

اور فتاویٰ تاتارخانیہ کی مذکورہ عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام محمد رحمہ اللہ کی کتاب السیر میں اس مسئلہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

’’المحیط البرھانی‘‘ کا حوالہ

اور المحیط البرہانی میں امام محمد رحمہ اللہ کی کتاب السیر کے باب کی بھی نشاندہی کی گئی ہے، جہاں سے یہ مسئلہ اخذ کیا گیا ہے، چنانچہ اس میں ہے:

وإذا صار المصحف خلقا بحيث لا يقرأ منه لا يحرق؛ إليه أشار محمد رحمه الله فى السير فى باب ما يوجد من الغنيمة، فيكره قسمته، وبه نأخذ، ولا يكره دفنه، ومن أراد دفنه ينبغي أن يلفه بخرقة طاهرة، ويحفر لها حفرة ويلحد ولا يشق؛ لأنه متى شق ودفن يحتاج إلى إهالة التراب عليه، وفى ذلك نوع تحقير واستخفاف بكتاب الله تعالى، وإن شاء غسله بالماء حتى يذهب ما به.

وإن شاء وضعه فی موضع طاهر لا تصل إليه يد المحدثين، ولا تصل إليه النجاسة تعظيما لكلام الله تعالی (المحيط البرهانی)[1]

ترجمہ: اور جب قرآن مجید کا نسخہ پرانا ہو جائے کہ اس سے قرائت نہ کی جا سکے، تو اس کو جلایا نہ جائے، اس کی طرف امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب السیر میں اس باب کے اندر اشارہ کیا ہے، جو مال، غنیمت میں حاصل ہوتا ہے، اور اس کو تقسیم کرنا مکروہ ہے، اور ہم اسی کو لیتے ہیں۔

اور اس (قرآن مجید کے پرانے نسخہ) کو دفن کرنا مکروہ نہیں ہے، اور جو شخص اس کو دفن کرنا چاہے، تو مناسب یہ ہے کہ اس کو پاک کپڑے میں لپیٹ لے، اور ایک گڑھا کھودے، جس میں بغلی قبر بنا دے، سیدھا گڑھا نہ کھودے، کیونکہ جب سیدھا گڑھا کھودے گا، اور اس میں (یہ قرآن کا نسخہ) دفن کرے گا، تو اس پر مٹی ڈالنے کی ضرورت پیش آئے گی، جس میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ ایک طرح کا استخفاف اور تحقیر پائی جاتی ہے۔ اور اگر چاہے تو اس نسخہ کو پانی سے دھو دے، یہاں تک کہ اس کی لکھائی ختم ہو جائے (اور پھر اس کاغذ و تختی کو کسی جائز مصرف میں استعمال کرے، جیسا کہ آگے عبارات میں صراحتاً آتا ہے) اور چاہے تو اس (قرآنی مطبوعہ نسخہ) کو (دھو کر حروف ونقوش مٹانے اور دفن کرنے کے بجائے) پاک جگہ رکھ دے، جہاں بے وضو لوگوں کا ہاتھ نہ پہنچے، اور نہ وہاں نجاست پہنچے، اللہ تعالیٰ کے کلام کی تعظیم کے لئے (المحیط البرہانی)

اس سے معلوم ہوا کہ امام محمد رحمہ اللہ کی ''کتاب السیر'' نامی کتاب کے مالِ غنیمت کی تقسیم والے باب کی عبارت سے بوسیدہ قرآنی نسخوں کے جلانے کی کراہت کا قول لیا گیا ہے۔

---

[1] ج۵، ص ۳۲۱، کتاب الاستحسان والكراهية، الفصل الخامس فی المسجد والقبلة والمصحف وما كتب فيه شیء من القرآن الخ.

فتاویٰ ہندیہ کا حوالہ

اور فتاویٰ ہندیہ میں امام محمد رحمہ اللہ کے اس کلام کو جس سے اس مسئلہ کی تخریج کی گئی ہے، مالِ غنیمت کی تقسیم کے مسئلہ کے ضمن میں درجِ ذیل الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے:

قال محمد - رحمه الله - إذا أصاب المسلمون غنائم، وكان فيما أصابوا مصحف فيه شيء من كتب اليهود والنصارى لا يدرى أن فيه توراة أو زبورا أو إنجيلا أو كفرا، فإنه لا ينبغي للإمام أن يقسم ذلك فى مغانم المسلمين، ولا ينبغي أن يحرق بالنار.

وإذا كره إحراقه ينظر بعد هذا إن كان لورقه قيمة، وينتفع به بعد المحو والغسل بأن كان مكتوبا على جلد مدبوغ أو ما أشبه ذلك، فإنه يمحى ويجعل الورق فى الغنيمة.

وإن لم تكن لورقه قيمة، ولا ينتفع به بعد المحو بأن كان مكتوبا على القرطاس يغسل وهل يدفن وهو على حاله إن كان موضعا لا يتوهم وصول يد الكفرة إليه؟ يدفن، وإن كان موضعا يتوهم وصول يد الكفرة إليه لا يدفن(الفتاوى الهندية) [1]

ترجمہ: امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب مسلمانوں کو مالِ غنیمت حاصل ہو، اور مالِ غنیمت میں ایسی کتابوں کے نسخے ہوں کہ جن میں یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں سے کچھ ہو، جس کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ اس میں توراۃ یا زبور یا انجیل یا کوئی کفریہ بات لکھی ہوئی ہے، تو حاکم کے لئے مناسب نہیں کہ اس کو (لکھی ہوئی حالت میں) مسلمانوں کے مالِ غنیمت میں تقسیم کردے، اور نہ یہ مناسب ہے کہ

---

[1] ج۲،ص۲۱۵، کتاب السیر، الباب الرابع، الفصل الثانی فی کیفیة القسمة.

اس کو آگ میں جلادے۔

اور جب اس کو آگ میں جلانا مکروہ ہے، تو اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ اگر اس کاغذ یا تختی کی کوئی قیمت ہے (جس پر وہ تحریر لکھی ہوئی ہے) اور اس (کاغذ یا تختی) سے لکھائی مٹانے اور دھونے کے بعد فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، مثلاً وہ دباغت شدہ چمڑے پر لکھی ہوئی ہے، یا اس کے مثل کسی قابلِ نفع چیز پر لکھی ہوئی ہے، تو اس کو مٹا کر اس کاغذ یا تختی کو مالِ غنیمت میں تقسیم کر دیا جائے گا (جس کے بعد حاصل ہونے والے شخص کے لئے اس تختی وکاغذ کو اپنی مختلف جائز ضروریات میں استعمال کرنا جائز ہوگا)

اور اگر اس کاغذ کی کوئی قیمت نہ ہو، اور مٹانے کے بعد اس سے فائدہ نہ اٹھایا جاسکتا ہو، مثلاً وہ عام کاغذ پر لکھی ہوئی ہے (جس کو قدیم اور سابق ادوار میں دوبارہ کارآمد بنانا مشکل تھا) تو اس کو دھو دیا جائے گا (تاکہ اس کے حروف ونقوش مٹ جائیں، اور حروف ونقوش مٹنے کے بعد اس کی حیثیت عام کاغذ کی ہوگی، جس کا جائز مقاصد میں استعمال ممکن ہو، تو درست ہوگا)

اور کیا اس کو اسی حالت میں (دھوئے اور مٹائے بغیر) دفن کیا جاسکتا ہے، تو اگر وہ ایسی جگہ ہو کہ جہاں کافروں کے ہاتھ لگنے کا اندیشہ نہ ہو، تو اس کو دفن کر دیا جائے گا، اور اگر ایسی جگہ ہو کہ وہاں کافروں کے ہاتھ پہنچنے کا خطرہ ہو، تو اسے (مٹائے بغیر) دفن نہیں کیا جائے گا (ہندیہ)

اس سے معلوم ہوا کہ امام محمد رحمہ اللہ کے مالِ غنیمت تقسیم کرنے کے مسئلہ سے قرآنی بوسیدہ اوراق کی تحریق کی کراہت کا قول لیا گیا ہے، جس کے مطابق مالِ غنیمت کے ذریعہ حاصل شدہ مصاحف ورسائل میں سے نقوش وحروف کو دھونے اور مٹانے کے بعد اگر وہ تختی، چمڑا، یا کوئی ایسی چیز ہو کہ جس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہو، تو اس کے حروف ونقوش مٹا کر اس کو

لوگوں میں تقسیم کرنا اور اس سے لوگوں کو کسی طریقہ سے جائز شکل میں فائدہ اٹھانا درست ہے، اور مقدس اوراق اور قرآن مجید کے بوسیدہ نسخوں کی تخریج اسی مسئلہ سے ہے، لہٰذا جو حکم مالِ غنیمت میں حاصل شدہ اوراق کا ہے، وہی حکم مشائخِ حنفیہ کے نزدیک قرآنی مصاحف اور بوسیدہ اوراق کا بھی ہوگا، صاحبِ ردالمحتار، صاحبِ ذخیرہ، صاحبِ محیط البرہانی اور صاحب تاتارخانیہ سب نے یہی سمجھا ہے، جیسا کہ گزرا، اور شمس الائمہ سرخسی کی تخریج سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

جس سے کاغذ کو دوبارہ استعمال میں لانے، دوبارہ کارآمد بنانے اور موجودہ دور کی ری سائیکلنگ (Recycling) کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے، اور اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

''شرحُ السیر الکبیر'' کا حوالہ

اور شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے سیرِ کبیر کی شرح میں امام محمد رحمہ اللہ کے مذکورہ کلام کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

> مالِ غنیمت میں حاصل شدہ کتب اور مضامین (جن کے تورات، انجیل، زبور یا کفریہ بات کے لکھے ہوئے ہونے کا علم نہ ہو) کو آگ میں جلانا اس لئے مناسب نہیں کہ اس میں اللہ کا ذکر اور اللہ کا کلام موجود ہونے کا امکان ہے، جس کو جلانے میں ایک طرح سے اس کی تحقیر کا امکان ہے۔
>
> اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مصحف کے جلانے کا جو واقعہ اور حدیث مروی ہے، وہ بظاہر صحیح نہیں، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قرآن مجید کے احترام اور تقدس کا طرزِ عمل اس کی نفی کرتا ہے۔

اس کے بعد شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ:

اگر اس ورقہ اور کاغذ کی کوئی قیمت ہو، تو اس کے مضمون کو مٹا کر اس ورقہ اور کاغذ کو مالِ غنیمت میں تقسیم کر دیا جائے گا (جس کو حاصل کرنے والوں کے لئے اپنی حسبِ منشاء جائز استعمال درست ہوگا، کیونکہ وہ اب اس کے مالک ہیں، اور مٹنے کے بعد قابلِ احترام نقوش وغیرہ اگر تھے، تو وہ اب باقی نہیں رہے) ورنہ اس کی کتابت کو دھونے کے بعد اگر چاہیں (جس میں فاعل کو اختیار ہے، مگر واجب نہیں) تو آگ میں جلا دیا جائے گا، کیونکہ اب اس میں کوئی چیز لکھی ہوئی نہیں ہے (جس کی وجہ سے اب اس کے ادب واحترام کا حکم نہیں رہا، اور اسی وجہ سے جلانا بھی بلا کراہت جائز ہو گیا) اور بعض اوقات اس کو جلانے میں مشرکین کو غیظ و غضب بھی پیدا ہوتا ہے، جس میں گناہ نہیں، اس لئے بہر حال اس کو جلانے میں حرج نہیں۔ اور ان کتب کو مٹانے سے پہلے دفن کرنا بھی مناسب نہیں، کیونکہ اس بات کا خطرہ ہے کہ مشرکین ان کو نکال لیں، اور پھر مزید گمراہ ہوں۔

اور اس تعلیل میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر اس طرح کا ڈر نہ ہو، تو اس مواد کو دفن کرنے میں کوئی حرج نہیں، پس یہ ہمارے اصحاب میں سے ان لوگوں کے قول کی دلیل بن جائے گی، جو یہ کہتے ہیں کہ جب قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق پرانے ہو جائیں، تو ان کو پاک جگہ دفن کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور پانی سے دھو دینا تمام صورتوں میں زیادہ بہتر صورت ہے (شرح سیر کبیر) [1]

---

[1] وإذا أصاب المسلمون غنائم فكان فيها مصحف لا يدرى أن المكتوب فيه توراة أو إنجيل أو زبور أو كفر، فليس ينبغي للأمير أن يبيع ذلك من المشركين، مخافة أن يضلوا به فيكون هو المسبب لفتنتهم وإصرارهم على الكفر، وذلك لا رخصة فيه، وكذلك لا يبيع من مسلم.
لأنه لا يأمن أن يبيع ذلك منهم أيضا فيضلوا بسببه .وكذلك لا يقسم بين الغانمين.
لأنه لا يأمن على من وقع في سهمه أن يبيعه من المشركين فيضلوا بسببه .ولا ينبغي له أن يحرق بالنار ذلك أيضا.
لأن من الجائز أن يكون فيه شيء من ذكر الله تعالى، ومما هو كلام الله، وفي إحراقه بالنار من الاستخفاف ما لا يخفى.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شمس الائمہ سرخسی کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ صحیفوں اور مقدس اوراق سے نقوش وحروف مٹانے کی وہ صورت سب سے بہتر ہے، جس کے بعد کاغذ اور تختی قابلِ انتفاع ہو، اور مختلف رسائل سے حروف ونقوش مٹنے کے بعد ان کا مالِ غنیمت کے طور پر لوگوں میں تقسیم کرنا اور لوگوں کا ان سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، کیونکہ اگر ان میں پہلے اللہ کا کلام بھی ہو، تب بھی مٹنے کے بعد ان میں مضمون ومکتوب نہ ہونے کی وجہ سے وہ اب اس حیثیت سے قابلِ احترام نہیں رہے، اور یہ ری سائیکلنگ (Recycling) کے جواز کی دلیل ہے۔

رہا شمس الائمہ سرخسی کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دوسرے قرآنی نسخوں کو جلانے کے واقعہ اور حدیث کو غیر صحیح کہنا، تو اس بات سے اتفاق نہیں، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے تحریق اور تخریق یا محو کا واقعہ صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے، اور محدثین واصحابِ علم سے بھی اس کا اعتراف بلکہ اس کی تشریح وتوضیح منقول ہے، جیسا کہ پہلے تفصیلاً گزرا، لہٰذا علامہ سرخسی کے اس کا انکار کرنے سے فرق نہیں پڑتا، ممکن ہے کہ علامہ سرخسی کی نظر سے صحیح سند کے ساتھ یہ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

والذی یروی أن عثمان – رضی الله عنه – فعل ذلک بالمصاحف المختلفة حین أراد جمع الناس علی مصحف واحد لا یکاد یصح .

فالذی ظهر منه من تعظیم الحرمة لکتاب الله تعالی والمداومة علی تلاوته آناء اللیل والنهار دلیل علی أنه لا أصل لذلک الحدیث .

ولکنه ینظر فی ذلک .فإن کان لورقه قیمة محی الکتاب وجعل الورق فی الغنیمة .وإن لم یکن لورقه فلیغسل ورقه بالماء حتی یذهب الکتاب ثم یحرقه بعد ذلک إن أحب.

لأنه لا کتاب فیه، وربما یکون فی إحراقه بعد غسله المکتوب فیه معنی الغیظ لهم، وهم المشرکون، فلا بأس بأن یفعله .ولا ینبغی له أن یدفن شیئا من ذلک قبل محو الکتاب.

لأنه لا یأمن أن یطلبه المشرکون فیستخرجوه، ویأخذوا بما فیه، فیزیدهم ذلک ضلالا إلی ضلالهم.

وفی هذا التعلیل إشارة إلی أنه إذا کان یأمن ذلک فلا بأس بأن یدفنه، فیکون دلیلا لقول من یقول من أصحابنا فیما إذا انقطع أوراق المصحف: إنه لا بأس بدفنه فی مکان طاهر .والغسل بالماء أحسن الوجوه فیه علی ما ذکره (شرح السیر الکبیر، شمس الائمة السرخسی، صفحة ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، أبواب سهمان الخیل والرجالة فی الغنائم، باب ما یحمل علیه الفیء وما یرکبه الرجل من الدواب وما یجوز فعله بالغنائم فی دار الحرب من القسمة وغیر ذلک)

واقعہ نہ گزرا ہو، یا مذکورہ حکم بیان کرتے وقت ان کے ذہن میں یہ واقعہ مستحضر نہ ہو، بہر حال جو بھی تاویل کی جائے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ صحیح سند بلکہ مختلف اسناد کے ساتھ مروی ہے، اور اس کا انکار درست نہیں۔

فتاویٰ تاتارخانیہ کا مزید حوالہ

اور فتاویٰ تاتارخانیہ میں مالِ غنیمت کے بیان میں امام محمد رحمہ اللہ کے مندرجہ بالا کلام کو نقل کرنے کے بعد مذکور ہے کہ:

ولا ينبغي أن يحرق بالنار مخافة ان يكون المكتوب فيه شيئ من اسـمـاء الله تعالىٰ ، واحراق مكتوب فيه اسم من اسماء الله تعالىٰ مكروه.

قالوا :وتـصـيـر هـذه الـمسألة رواية عن علمائنا فى المصحف إذا خـلـق وتـعذرت القرائة منه أن لا يحرق بالنار خلافا لما قاله بعض المتكلمين(الفتاوىٰ التاتارخانية) [1]

ترجمہ: اور (مالِ غنیمت میں حاصل شدہ کتب اور مضامین جن کے تورات، انجیل، زبور یا کفریہ مضمون پر مشتمل ہونے کا علم نہ ہو) کو آگ میں جلانا اس لئے مناسب نہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے مبارک نام لکھے ہوئے ہونے کا امکان ہے، اور ایسے مکتوب کو جلانا کہ جس میں اللہ تعالیٰ کا مبارک نام ہو، مکروہ ہے۔

مشائخ نے فرمایا کہ یہی مسئلہ ہمارے علماء سے اُس قرآن کے بارے میں مروی قرار پائے گا، جب وہ پرانا ہو جائے، اور اس سے قرائت کرنا دشوار ہو جائے کہ اس کو آگ میں نہ جلایا جائے، برخلاف بعض متکلمین کے قول کے (کہ ان کے

---

[1] ج۵ص ۳۱۴، كتاب السير، الفصل الثانی والعشرون فی قسمة الغنائم والمسائل المختصة بها،نوع آخر فی بيان مايكره قسمته بما مما يؤخذ من الغنيمة ومالا يكره.

قول کے مطابق جلانا جائز ہے) (فتاویٰ تاتارخانیہ)

اس کے بعد فتاویٰ تاتارخانیہ میں ورق کی قیمت ہونے نہ ہونے کی صورت میں مٹانے اور دھونے کی وہی گزشتہ تفصیل مذکور ہے۔ [1]

ہندیہ، ذخیرہ، مبسوط سرخسی اور تاتارخانیہ کی مذکورہ عبارات سے مندرجہ ذیل چند باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......قرآنی بوسیدہ اور مقدس اوراق کے مسئلہ کی تخریج مشائخِ حنفیہ نے امام محمد رحمہ اللہ کے مالِ غنیمت میں حاصل شدہ اہلِ کتاب کے مصاحف ورسائل سے کی ہے، جن میں اللہ تعالیٰ کا نام شامل ہونے کا امکان ہو۔

(2)......مٹانے کے بعد جلانا واجب نہیں، بلکہ اختیار ہے۔

(3)......مٹانے کے بعد اگر اس کی کوئی قیمت ہو، خواہ اسی حالت میں یا کوئی تدبیر

---

[1] چنانچہ فتاویٰ تاتارخانیہ کی تفصیلی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

قال محمد إذا أصاب المسلمون الغنائم، وكان فيما أصابوا مصحف فيه شيء من كتب اليهود والنصارى لا يدرى أن فيه توراة أو زبورا أو إنجيلا أو كفرا، فإنه لا ينبغي للإمام أن يقسم ذلک في غنائم المسلمين مخافة ان يقع في سهم رجل من المسلمين لايبالي من يبيعه من المشركين، وبيعه من المشركين مكروه، اذا كان لايدرى ان المكتوب فيه كفر او غير ذلک ،ولا ينبغي أن يحرق بالنار مخافة ان يكون المكتوب فيه شيئ من اسماء الله تعالىٰ ، واحراق مكتوب فيه اسم من اسماء الله تعالىٰ مكروه.

قالوا :وتصير هذه المسألة رواية عن علمائنا في المصحف إذا خلق وتعذرت القرائة منه أن لا يحرق بالنار خلافا لما قاله بعض المتكلمين.

وإذا كره إحراقه ينظر بعد هذا، إن كان لورقه قيمة وينتفع به بعد المحو والغسل بأن كان مكتوبا على جلد مدبوغ أو ما أشبه ذلک فإنه يمحى ويجعل الورق في الغنيمة ، وان لم يكن لورقه قيمة ولاينتفع به بعد المحو بان كان مكتوبا على الكاغذ يغسل .

وهل يدفن وهو علىٰ حاله؟إن كان موضعا لا يتوهم وصول يد الكفرة إليه يدفن، وإن كان موضعا يتوهم وصول يد الكفرة إليه لا يدفن مخافة ان يطلبوه ويخرجوه وياخذوا بما فيه فيزيدهم ضلالا الىٰ ضلال،وإن أراد الإمام بيعه من رجل مسلم، فإن كان الرجل الذى يريد شراء ه ممن يخاف عليه أن يبيعه من المشركين رغبة منه في المال يكره بيعه، وإن كان موثوقا به، ويعلم أنه لا يبيعه من المشركين، فلا بأس ببيعه (الفتاوىٰ التاتارخانية، ج۵ ص ۳۱۴، كتاب السير، الفصل الثاني والعشرون في قسمة الغنائم والمسائل المختصة بها،نوع آخر في بيان مايكره قسمته بما مما يؤخذ من الغنيمة ومالا يكره)

کر کے، تو اس کو حسبِ منشاء مباح استعمال میں لانا اور جائز تملیک وتملک وغیرہ جائز ہے۔

’’النهرُ الفائق‘‘ کا حوالہ

علامہ ابنِ نجیم حنفی نے بھی ’’النہر الفائق‘‘ میں فتاویٰ تاتارخانیہ کی مندرجہ بالا عبارت کو نقل کیا ہے۔ [1]

مندرجہ بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ مالِ غنیمت میں حاصل شدہ مصاحف کے مسئلہ کے اصل مآخذ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بوسیدہ قرآن مجید اور مقدس اوراق ورسائل کا حکم اس سلسلہ میں حنفیہ کے نزدیک یکساں ہے کہ ان سے کسی طرح نقوش وحروف مٹانے کے بعد اگر کاغذ کو کارآمد بنایا جاسکتا ہو، تو وہ جائز ہے۔

اور کاغذ کی ری سائیکلنگ (Recycling) میں بھی کاغذ کو کارآمد بنایا جاتا ہے، جو کہ موجودہ دور کی ایک جدید شکل ہے، جس کا پہلے زمانوں میں وجود نہیں تھا۔

اور بعض علماء کا سابق فقہائے کرام سے بعینہٖ اس شکل کا متلاشی رہنا فقہی اصولوں سے مَیل نہیں کھاتا، کیونکہ حکم کا اصل مدار علت پر ہوا کرتا ہے، جو مذکورہ صورت میں موجود ہے۔

اور آج کل جو بعض علماء قابلِ استعمال نہ رہنے اور بوسیدہ اوراق کے بارے میں قرآنی

---

[1] ولو كان فيما أصابوه مصحفا فيه شيء من كتب اليهود والنصارى لا يدرى أفيه شيء من الكتب السماوية أو كفر لا يدخله الإمام الغنيمة للقسمة مخافة أن يقع فى سهم رجل فيبيعه من المشركين وذلک مكروه، ولا ينبغي أن يحرق مخافة أن يكون فيه شيء من أسماء الله تعالى.
قالوا: وتصير هذه المسألة رواية عن الأصحاب فى المصحف إذا خلق بحيث لا يقرأ فيه أن لا يحرق بالنار.
وإذا كره إحراقه ينظر إن كان لورقه قيمة وينتفع به بعد المحو بالغسل بأن كان مكتوبا على جلد مدبوغ أو ما أشبه ذلک فإنه يمحى ويجعل الورق فى الغنيمة وإلا يغسل ويدفن وهو على كل حال إن كان لا يتوهم وصول الكفرة إليه يدفن وإن توهم لا يدفن كذا فى التاتارخانية(النهر الفائق شرح كنز الدقائق،لسراج الدين عمر بن إبراهيم بن نجيم الحنفى، ج٣،ص ٢١٠، كتاب الجهاد،باب الغنائم وقسمتها)

اوراق اور دیگر مقدس اوراق کے تلف کرنے کے طریقوں میں فرق کرتے ہیں، یہ فرق حنفیہ کے اس مسئلہ کی اصل تخریج سے ثابت نہیں ہوسکا، جیسا کہ اس سلسلہ میں اصحابِ مذہب کی اصل عبارات سے ظاہر ہوا۔

فتاویٰ تاتارخانیہ ہی کا ایک اور حوالہ

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

وفی مسائل الملتقط: ورسائل تستغنی عنها ، وفیها اسم الله تعالیٰ یمحیٰ، ثم یلقی فی الماء الکثیر، واتخذ منه قراطیس کان افضل(الفتاویٰ التاتارخانیة) [1]

ترجمہ: اور مسائلِ ملتقط میں ہے کہ جن (دینی) رسائل کی ضرورت نہ رہے، اور ان میں اللہ تعالیٰ کا نام ہو، تو ان کو مٹا دیا جائے گا، پھر کثیر پانی میں ڈال دیا جائے گا، اور اس سے کاغذ بنالینا افضل ہوگا (فتاویٰ تاتارخانیہ)

نصابُ الاحتساب کا حوالہ

اور اس سے ملتا جلتا مضمون نصابُ الاحتساب میں بھی ہے، جس کی عبارت کے الفاظ درجِ ذیل ہیں:

وفی وصایا الملتقط : کتب ورسائل یستغنی عنها وفیها اسم الله تعالی یمحی عنها ثم یلقی فی الماء الکثیر الجاری أو یدفن فی أرض طیبة أو یفعل ذلک قبل المحو ولا یحرق بالنار.

کذا روی عن محمد بن مقاتل الرازی .فعلی هذا لو غسلها بالماء الکثیر الجاری واتخذ منه قراطیس کان أفضل (نصَابُ الاحتساب

[1] ج۱۸ ص ۶۹، کتاب الکراهیة، الفصل فی المسجد والقبلة وغیرها.

ص ۹۵ ،الْبَابُ الثَّانِي الاحتساب على من يستخف بالحروف والكواغد ونحوها)

ترجمہ: وصایا ملتقط میں ہے کہ جن کتب ورسائل کی ضرورت نہ رہے، اوران میں اللہ تعالیٰ کے مبارک نام ہوں، تو ان کو مٹا کر کثیر اور چلتے پانی میں ڈال دیا جائے گا، یا پاک زمین میں دفن کردیا جائے گا، یا مٹانے سے پہلے یہ عمل کرلیا جائے گا (یعنی مٹائے بغیر اسی حالت میں کثیر اور چلتے پانی میں ڈال دیا جائے گا، یا پاک زمین میں دفن کردیا جائے گا) لیکن (مٹانے سے پہلے) جلایا نہیں جائے گا۔

محمد بن مقاتل رازی سے اسی طرح مروی ہے، پس اس تفصیل کے مطابق اگر اس کو کثیر چلتے پانی میں دھو دیا جائے، اور (دھونے کے بعد) کاغذ بنالیا جائے، تو یہ (صورت دوسری مذکورہ صورتوں کے مقابلہ میں) افضل ہے (نصاب الاحتساب)

اس عبارت میں تدفین کے ساتھ کثیر جاری پانی میں بہانے اور پاک جاری پانی سے مٹا کر کاغذ بنانے کی صورت میں نہ صرف یہ کہ اختیار دیا گیا ہے، بلکہ کاغذ بنا لینے کی صورت کو افضل بھی قرار دیا گیا ہے، پہلے زمانہ میں کچی تحریر کو مٹانے کی آسان شکلیں میسر تھیں، برخلاف موجودہ دور کی پکی لکھائی کے۔

مذکورہ عبارات میں اس تحریر کو مٹا کر اور پاک پانی سے دھو کر کاغذ بنانے کے افضل ہونے کی وجہ اس کو بے حرمتی سے بچانا اور مال کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھنا ہے، جس میں ری سائیکلنگ (Recycling) کرکے باریک کاغذ کے ساتھ ساتھ موٹا کاغذ یعنی گتہ بنانے کا طریقہ بھی داخل ہے۔

کثیر اور چلتے پانی کی قید اس لئے ہے تاکہ مقدس اوراق سے خارج ہونے والی روشنائی گندی وناپاک جگہ نہ پڑے، کیونکہ نقوش وحروف کا اصل ذریعہ ہونے کی وجہ سے اس کے ادب کا حکم ہے، اگرچہ اس کا بعینہٖ وہ ادب واحترام نہ ہو، جو اصل مطبوعی شکل میں تھا، اور حروف ونقوش کے مٹ جانے کے بعد خالی رہ جانے والے کاغذ اور تختی کا وہ سابق ادب نہ ہو، البتہ کاغذ

ہونے کی حیثیت سے ادب باقی ہو، جس کی تفصیل اور توضیح دوسری عبارات میں آئی ہے، اور وہ عبارات آگے آتی ہیں۔

بحر، بنایہ، قاضی خان اور شرنبلالیہ کا حوالہ

تکملة البحر الرائق، البناية شرح الهدايه، فتاویٰ قاضی خان اورحاشية الشرنبلالية میں بھی گزشتہ عبارات کی طرح حکم مذکور ہے، اوران کتب میں نقوش وحروف مٹانے کے بعد کاغذ کو جلانے کی اجازت نہ کہ وجوب کا بھی ذکر ہے، پس اجازت کو وجوب پر محمول کرنا غلط فہمی پر مبنی ہے۔ [1]

جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے مشائخ حنفیہ کے نزدیک قرآن مجید اور دیگر مقدس اوراق اور دینی کتب ومواد کو مٹانے سے پہلے جلانا مناسب نہیں، البتہ مٹانے کے بعد جلانا درست ہے، اور مٹانے سے پہلے کثیر اور چلتے پانی مثلاً دریا کے صاف پانی میں بہانا یا پاک وصاف

---

[1] والكتب التي فيها الرسل، وفيها اسم الله ويستغنى عنها صاحبها بحيث أن لا يقرأها واجب محو ما فيها من اسم الله ولم يحفر لها ويلقيها في الماء الجارى الكثير فلا بأس به وإن لم يفعل ودفنها في أرض طاهرة ولا ينالها قذر كان حسنا.
ولا يجوز أن يحرقها بالنار حتى يمحو ما كان من أسماء الله تعالى وأسماء رسله وملائكته (تكملة البحر الرائق للطورى، ج٨، ص ٥١٨، كتاب الوصايا، باب الوصية بالخدمة والسكنى والثمرة)
وفى "جامع شمس الأئمة :"الرسائل والآثار والكتب التى لا منفعة فيها يمحى عنها اسم الله وملائكته ورسله، ويحرق بالنار فلو ألقاها فى الماء الجارى أو دفنها لا بأس به.
والدفن أحسن كما فى الأنبياء والأولياء إذا ماتوا، وكذا جميع الكتب إذا بليت وخرجت عن الانتفاع (البناية شرح الهداية، ج١٢، ص ٢٣٨، كتاب الكراهية، مسائل متفرقة)
و إن كانت كتب الرسائل و فيها اسم الله تعالى و استغنى عنها صاحبها و يجب ألا تقرأ قالوا أحب إلينا أن يمحى ما كان فيها من اسم الله تعالى ثم يحرقها أو يرميها فى الماء الجارى الكثير فإن دفنها فى الأرض الطاهرة لا ينالها كان ذلك حسنا و لا أحب أن يحرقها بالنار ما لم يمح ما كان فيها من اسم الله تعالى و الأنبياء و الملائكة (فتاویٰ قاضى خان، ج٣، ص ٣١٦، كتاب الوصايا)
وإذا صار خلقا بحيث لا يقرأ فيه يجعل فى خريطة ويدفن كالمسلم كذا فى البزازية، وقال فى غيرها يغسل فى ماء جار ولا يحرق .اهـ.(حاشية الشرنبلالى علىٰ درر الحكام شرح غرر الاحكام، ج١، ص ٣١٩، كتاب الكراهية والاستحسان)

جگہ دفن کرنا بھی جائز ہے، اور حروف ونقوش کو پاک وصاف جاری پانی وغیرہ سے دھو کر یعنی مٹا کر دوبارہ کاغذ بنانا یعنی اس کی ری سائیکلنگ (Recycling) کرنا نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ افضل صورت ہے۔

خواہ اس کا باریک کاغذ بنایا جائے، یا موٹا کاغذ بنایا جائے، جس کو گتہ کہا جاتا ہے، اور خواہ اس کاغذ پر دوبارہ دینی مضامین کی اشاعت کی جائے، اور اس گتہ کو دینی کتب کی جلد بندی میں استعمال کیا جائے، یا پھر دیگر جائز ومفید مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے، بہر حال جائز ہے، اگرچہ دینی مقاصد کے لئے اس مواد کا استعمال زیادہ بہتر اور ادب کے زیادہ لائق ہے، مگر ضروری نہیں، کیونکہ مذکورہ صورت میں کاغذ کے خالی ہو جانے اور ماہیت بدل جانے کے بعد بے حرمتی سے حفاظت کے ساتھ مال کے ضیاع سے بھی حفاظت بلکہ اس سے انتفاع پایا جاتا ہے، جبکہ دیگر صورتوں میں یہ دونوں مقاصد اعلیٰ طریقہ پر حاصل ہونا مشکل ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ کئی فقہی کتابوں میں صراحتاً اس صورت کا جواز مذکور ہے۔

''البحر الرئق شرح کنز الدقائق'' کا حوالہ

چنانچہ کنز الدقائق کی شرح ''البحر الرائق'' میں ہے:

محا لوحا یکتب فیه القرآن واستعمله فی أمر الدنیا یجوز (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج۱، ص۲۱۳، کتاب الطهارة، باب الحیض)

ترجمہ: جس تختی پر قرآن کو لکھا جاتا ہے، اس کو مٹا دیا جائے اور اس کو دنیا کے (جائز) کاموں میں استعمال کیا جائے، تو جائز ہے (بحر)

فتاویٰ عالمگیری کا حوالہ

اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

ولو محا لوحا کتب فیه القرآن واستعمله فی أمر الدنیا

یجوز (الفتاوی الھندیة) [1]

ترجمہ: اور اگر اس تختی کو مٹا دے، جس پر قرآن لکھا ہوا ہے، اور اس کو دنیا کے کام میں استعمال کرے، تو جائز ہے (ہندیہ)

مذکورہ دونوں عبارات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ جن تختیوں وغیرہ پر قرآن لکھا اور چھاپا جاتا ہے، ان سے قرآن کے نقوش وحروف کو مٹا کر ان تختیوں وغیرہ کو دنیا کے کاموں میں استعمال کرنا جائز ہے، کیونکہ حروف ونقوش کے مٹ جانے کے بعد اس کو کسی مکتوب کا حکم حاصل نہیں، بلکہ خالی تختی کا حکم حاصل ہے، اور نقوش وحروف مٹ جانے کے بعد اس تختی کی ماہیت برقرار رہتے ہوئے بھی اسے دنیا کے کام میں استعمال کرنے کا صراحتاً جواز ہے، چہ جائیکہ اس کی ماہیت ہی تبدیل ہو جائے، جیسا کہ موجودہ دور میں کاغذ کی ری سائیکلینگ کے بعد ماہیت تبدیل ہونے کی وجہ سے حکم تبدیل ہو جاتا ہے۔

پہلے زمانے میں آج کل کی طرح پکی لکھائی اور چھپائی کا وجود نہیں تھا، اور پہلے زمانہ میں کچی لکھائی ہوتی تھی، اور مروجہ کاغذوں کا بھی وجود کمیاب تھا، اور زیادہ تر لکڑی، چمڑے وغیرہ کی تختیوں پر لکھائی ہوتی تھی، جن کو بعد میں مٹا کر دوبارہ قابلِ استعمال بنایا جا سکتا تھا، اور آج کل ان چیزوں کے بجائے کاغذ کا استعمال زیادہ ہوتا ہے، اور اس کاغذ سے لکھائی کو مٹا کر اس کو دوبارہ قابلِ استعمال بنانے کی موجودہ دور میں ایک جدید شکل ری سائیکلنگ (Recycling) ہے، جس کے فی نفسہٖ جواز میں اہلِ علم حضرات کا شبہ کرنا درست نہیں۔ [2]

---

[1] ج۵، ص ۳۲۲، کتاب الکراھیة، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف وما کتب فیه شیء من القرآن.

[2] اور اگر روشنائی مٹائے بغیر کسی دوسری روشنائی وغیرہ کو اوپر پھیر کر لکھائی کو اس طرح ختم کر دیا جائے کہ وہ پڑھی نہ جا سکے، تو بھی اس کو محو اور مٹانے کا حکم حاصل ہونے کا امکان ہے، جیسا کہ علامہ شامی کی درجِ ذیل عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

''ردُّ المحتار'' کا حوالہ

اور ردالمحتار میں ہے کہ:

ولو كان فيه اسم الله تعالى أو اسم النبى -عليه الصلاة والسلام - يجوز محوه ليلف فيه شيء (رد المحتار على الدر المختار) [1]

ترجمہ: اور اگر اس (کاغذ) میں اللہ تعالیٰ کا مبارک نام ہو، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام ہو، تو اس کو اس لئے مٹانا جائز ہے، تا کہ اس کاغذ میں کوئی چیز لپیٹی جا سکے (ردالمحتار)

البحرالرائق اور فتاویٰ ہندیہ میں بھی اسی طرح سے ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(قوله :فى كاغد) هو القرطاس معربا قاموس، وهو بفتح الغين المعجمة كما نقل عن المصباح(رد المحتار على الدر المختار، ج ١ ،ص ١٧٨ ،كتاب الطهارة،سنن الغسل)

المصحف وهو القرطاس الذى كتب عليه نقوش وضع للدلالة على ألفاظ القران(التفسير المظهرى، ج ٩،ص ١٨٢ ،تفسير سورة الواقعة)

قوله" :كأنهم القراطيس جمع قرطاس، وهو الصحيفة، والعرب تسمى الصحيفة :قرطاسا من أى نوع كانت ، وفى هذا الحديث دليل على أن القرطاس لا يكون إلا أبيض؛ لتشبيهه إياهم بعد خروجهم واغتسالهم بها لزوال السواد عنهم، وكان للنبى -صلى الله عليه وسلم -فرس يقال له : القرطاس؛ لبياضه، وأما هذه القراطيس الكاغد المستعملة اليوم فلم تكن موجودة، وإنما أحدثت بعد ذلك بمدة، على ما ذكره أصحاب الأخبار(مطالع الأنوار على صحاح الآثار، ج٥، ص ٣٣٤، تحت العنوان: القاف والراء)

(قوله :فيجوز محوه)المحو :إذهاب الأثر كما فى القاموس .قال ط :وهل إذا طمس الحروف بنحو حبر يعد محوا يحرر(رد المحتار على الدر المختار، ج ١ ،ص ١٧٨ ،كتاب الطهارة،سنن الغسل)

[1] ج٦، ص٣٨٧، كتاب الحظر والإباحة،فصل فى البيع.

[2] ولا يجوز لف شىء فى كاغد فيه مكتوب من الفقه وفى الكلام الأولى أن لا يفعل وفى كتب الطب يجوز ولو كان فيه اسم الله تعالى أو اسم النبى -عليه السلام -فيجوز محوه ليلف فيه شىء (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ١ ،ص ٢١٢ ،باب الحيض)

ولا يجوز لف شىء فى كاغد فيه مكتوب من الفقه، وفى الكلام الأولى أن لا يفعل، وفى كتب الطب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اللہ اور اس کے رسول کے مبارک ناموں کے لکھے ہوئے ہونے کی صورت میں اس کاغذ کے اندر کوئی چیز لپیٹنا مکروہ ہے، لیکن اس سے نقوش وحروف کو مٹانے کے بعد مکروہ نہیں۔

کاغذ میں کوئی چیز لپیٹنا بھی دنیا کے کاموں میں سے ایک کام ہے، اور ان عبارات میں اگرچہ اللہ اور اس کے رسول کے نام لکھے ہوئے ہونے کا ذکر ہے، قرآن مجید کے لکھے ہوئے ہونے کا ذکر نہیں، لیکن اس سے پہلی عبارات میں صراحت کے ساتھ قرآن کے لکھے ہوئے ہونے کا اور اس کو مٹا کر دنیا کے امور میں استعمال کے جائز ہونے کا ذکر ہے۔

اور اس وقت ہمارے زیرِ بحث مقدس اوراق، نیز قرآن مجید کے وہ نسخے اور اوراق ہیں، جن سے استفادہ مشکل ہو، یا ان کی ضرورت نہ رہی ہو، اور ان نسخوں یا اوراق کی ری سائیکلنگ کر کے ان کو گتہ یا کاغذ کی شکل میں دوبارہ استعمال کرنے کی صورت سادہ طریقہ پر مٹا کر اس کاغذ کو بعینہٖ استعمال کرنے سے ہلکی ہے، کیونکہ ری سائیکلنگ میں گودا ہوجانے پر کاغذ کی ماہیت تبدیل ہوجاتی ہے، جبکہ سادہ طریقہ پر مٹانے میں کاغذ کی ماہیت تبدیل نہیں ہوتی، اگرچہ مکتوب کی حیثیت سے ماہیت تبدیل ہوجاتی ہے کہ پہلے اس پر نقوش وحروف ہونے کی وجہ سے وہ مکتوب کہلایا جاتا تھا، اور حروف ونقوش مٹنے کے بعد مکتوب کے بجائے سادہ کاغذ شمار ہوتا ہے، یہ بھی صفت کی تبدیلی ہے، جو کہ انقلابِ ماہیت یا استحالہ کی شکل ہے۔ [1]

جس کی تائید حنفیہ کے اس مسئلہ سے بھی ہوتی ہے، جس سے اس مسئلہ کو اخذ کیا گیا ہے، یعنی امام محمد رحمہ اللہ کے مالِ غنیمت کے مسئلہ سے، جس میں مٹانے کے بعد اس کو مالِ غنیمت میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يجوز، ولو كان فيه اسم الله تعالى أو اسم النبى -صلى الله عليه وآله وسلم-، ويجوز محوه ليلف فيه شيء ، كذا فى القنية(الفتاوى الهندية، ج۵، ص ۳۲۲، كتاب الكراهية، الباب الخامس فى آداب المسجد والقبلة والمصحف وما كتب فيه شيء من القرآن)

[1] مگر تعجب ہے کہ آج کل کے بعض اہلِ علم حضرات بوسیدہ مصحف کے اوراق میں کوئی چیز لپیٹنے کی کراہت سے متعلق عبارات کی بنیاد پر، نقوش غائب ہونے اور ماہیت وغیرہ تبدیل ہوجانے کی تمام تر تفصیل کو نظر انداز کر کے عدمِ جواز کا حکم لگاتے ہیں، یہ طرزِ عمل فقہی ذوق سے میل نہیں کھاتا۔ محمد رضوان۔

تقسیم کرنے کی اجازت منقول ہے، اور مالِ غنیمت کے طور پر مالک ہونے کے بعد مالک کو اپنے جائز تصرف میں لانے کا اختیار ہے، جس طرح کہ دیگر اشیاء کو۔

یہی وجہ ہے کہ جن حضرات کے نزدیک قرآن مجید یا مقدس اوراق سے لکھائی کو مٹائے بغیر جلانا مکروہ ہے، ان کے نزدیک لکھائی کو مٹانے کے بعد اس کاغذ کو جلانے میں کراہت نہیں، کیونکہ حروف ونقوش مٹنے کے بعد اس کا سابقہ حکم بدل چکا، اور اب اس کاغذ کو جلانے میں ان کے نزدیک بھی قرآن کی بے ادبی کا عنصر شامل نہیں رہا۔ [1]

اور اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ اصل قرآن مجید، دراصل اللہ کے کلام کا نام ہے، جو انسانوں کے لیے نقوش وحروف اور کتابت کی شکل میں کاغذوں اور صحیفوں میں لکھا جاتا ہے، انسانوں کے لیے قرآن مجید، خالی کاغذ اور صحیفہ کا نام نہیں، اور کاغذ یا صحیفہ کا یہ مخصوص احترام قرآن کے ان نقوش وحروف کی بناء پر ہی ہے، اور کاغذ پر کبھی مصحف وقرآن اور کبھی کوئی دوسری چیز لکھی جاتی ہے، اور کبھی ایک چیز لکھ کر مٹا دی جاتی ہے، اور دوسری چیز لکھ دی جاتی ہے، اور جس وقت جو چیز لکھی ہوئی ہو، وہی کہلاتی ہے۔ [2]

یہی وجہ ہے کہ احادیث وروایات میں قربِ قیامت سے پہلے زمین سے قرآن کو اٹھا لئے

---

[1] وإن لم يكن لورقه فليغسل ورقه بالماء حتى يذهب الكتاب ثم يحرقه بعد ذلك إن أحب.
لأنه لا كتاب فيه، وربما يكون فى إحراقه بعد غسله المكتوب فيه معنى الغيظ لهم، وهم المشركون، فلا بأس بأن يفعله .ولا ينبغي له أن يدفن شيئا من ذلك قبل محو الكتاب.
لأنه لا يأمن أن يطلبه المشركون فيستخرجوه، ويأخذوا بما فيه، فيزيدهم ذلك ضلالا إلى ضلالهم.
وفى هذا التعليل إشارة إلى أنه إذا كان يأمن ذلك فلا بأس بأن يدفنه، فيكون دليلا لقول من يقول من أصحابنا فيما إذا انقطع أوراق المصحف: إنه لا بأس بدفنه فى مكان طاهر .
والغسل بالماء أحسن الوجوه فيه على ما ذكره(شرح السيرالكبير،شمس الائمة السرخسى ،صفحة ١٠٥٠،أبواب سهمان الخيل والرجالة فى الغنائم،باب ما يحمل عليه الفىء وما يركبه الرجل من الدواب وما يجوز فعله بالغنائم فى دار الحرب من القسمة وغير ذلك)

[2] الكتابة مما يتكرر ويكتب ثم يمحى ثم يكتب كذا فى فتاوى قاضى خان (الفتاوىٰ الهندية، ج ۴، ص ٨٦، كتاب الدعوىٰ، الباب التاسع، الفصل الثانى)

جانے کا ذکر ہے، اور قرآن اٹھا لیے جانے سے مراد سینوں اور مصاحف سے نقوش وحروف کا اٹھا لیا جانا ہے، اسی کو قرآن اٹھا لیے جانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ [1]

نیز بعض فقہائے کرام قرآنی مصاحف کی جلد اور خالی کاغذ کو بحالتِ حدث چھونے کے جواز کے قائل ہیں، اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے، کیونکہ حقیقت میں وہ قرآن نہیں، لیکن اکثر فقہائے کرام نے مکتوب قرآن کے تابع اور اس کا حریم ہونے کی وجہ سے احتیاط کی بناء پر

---

[1] عن حذيفة بن اليمان، قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :-يدرس الإسلام كما يدرس وشي الثوب، حتى لا يدرى ما صيام ولا صلاة ولا نسك ولا صدقة .وليسرى على كتاب الله عز وجل فى ليلة، فلا يبقى فى الأرض منه آية(سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٤٠٤٩)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية سنن ابنِ ماجه)

عن أبى هريرة، عن النبى -صلى الله عليه وسلم-قال" :لا تقوم الساعة حتى تبعث ريح حمراء من قبل اليمن، فيكفت بها الله كل نفس تؤمن بالله واليوم الاخر، وما ينكرها الناس -من قلة من يموت فيها :مات شيخ من بنى فلان، وماتت عجوز من بنى فلان، ويسرى على كتاب الله فيرفع إلى السماء فلا يبقى فى الأرض منه آية(موارد الظمآن، رقم الحديث ١٩١٥ ،باب قبض روح كل مؤمن، ورفع القرآن)

قال حسين سليم اسد الدارانى:اسناده جيد(حاشية موارد الظمآن)

عن عبد العزيز بن رفيع، قال :سمعت شداد بن معقل، صاحب هذه الدار، يقول: سمعت عبد الله بن مسعود رضى الله عنه، يقول :إن أول ما تفقدون من دينكم الأمانة، وآخر ما يبقى الصلاة، وأن هذا القرآن الذى بين أظهركم يوشك أن يرفع ، قالوا : وكيف يرفع وقد أثبته الله فى قلوبنا وأثبتناه فى مصاحفنا؟ قال :يسرى عليه ليلة فيذهب ما فى قلوبكم وما فى مصاحفكم ، ثم قرأ :(ولئن شئنا لنذهبن بالذى أوحينا إليك)(مستدرك حاكم، رقم الحديث ٨٥٣٨)

قال الذهبى فى التلخيص:صحيح.

عن شداد بن معقل، قال الثورى :وحدثنيه عبد العزيز بن رفيع، عن شداد، أن ابن مسعود، قال :لينتزعن هذا القرآن من بين أظهركم ، قلت :يا أبا عبد الرحمن، كيف ينتزع وقد أثبتناه فى مصاحفنا؟ قال :يسرى عليه فى ليلة فلا يبقى فى قلب عبد ولا مصحف منه شىء ، ويصبح الناس فقراء كالبهائم ، ثم قرأ عبد الله :(ولئن شئنا لنذهبن بالذى أوحينا إليك ثم لا تجد لك به علينا وكيلا)(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ٨٦٩٨)

اس کو چھونے کی اجازت نہیں دی۔ [1]

تو جب مصحف کی جلد اور خالی کاغذ کو کتابت اور نقوش وحروف والے حصہ کی وجہ سے مخصوص احترام کا درجہ حاصل ہے، تو ظاہر ہے کہ اس کتابت اور نقوش وحروف کے مٹنے یا ختم ہونے کے بعد یہ حکم مرتفع ہو جائے گا۔ [2]

وصف کے زوال کی تصریح فقہائے کرام کی تغسیل، تمزیق اور محو والی مثالوں کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

مندرجہ بالا تمام دلائل ونظائر سے معلوم ہوا کہ کسی کاغذ یا لوح وغیرہ سے نقوش وحروف کے مٹنے اور ختم ہونے اور کاغذ کے سادہ حالت میں رہ جانے کے بعد اس کا وصفِ کتابت زائل ہو جاتا ہے، اور فقہائے کرام کے نزدیک اس طرح وصف کے زائل ہونے پر اس کا سابق حکم زائل ہو جاتا ہے۔ [3]

اور جب مکتوب کے ساتھ ساتھ کاغذ ہونے کی حیثیت بھی گودا وغیرہ بننے سے ختم ہو جائے، تو پھر اس مواد کو قلبِ ماہیت کا حکم حاصل ہو جائے گا۔ [4]

---

[1] ذهب جمهور الفقهاء من الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة إلى أنه يمتنع على غير المتطهر مس جلد المصحف المتصل، والحواشي التي لا كتابة فيها من أوراق المصحف، والبياض بين السطور، وكذا ما فيه من صحائف خالية من الكتابة بالكلية، وذلك لأنها تابعة للمكتوب وحريم له، وحريم الشيء تبع له ويأخذ حكمه. وذهب بعض الحنفية والشافعية إلى جواز ذلك (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸ص۷، مادة "مصحف")

[2] ولو محيت أحرف القرآن من اللوح، أو الورق بحيث لا تقرأ لم يحرم مسهما ولا حملهما؛ لأن شأنه انقطاع النسبة عرفا (فتوحات الوهاب بتوضيح شرح منهج الطلاب المعروف بحاشية الجمل، ج ۱، ص ۷۶، كتاب الطهارة، باب الأحداث)

[3] زوال الوصف كزوال العين (رد المحتار على الدر المختار، ج۲، ص ۳۰۲، كتاب الزكاة، باب زكاة المال)

فعرفنا أن استحالة العين تستتبع زوال الوصف المرتب عليها، لأنه استحال بطبعه وصورته (شرح النقاية، لعلى بن سلطان محمد القارى، ج ۱، ص ۱۶۶، باب الأنجاس)

[4] الشرع رتب وصف النجاسة على تلك الحقيقة وتنتفي الحقيقة بانتفاء بعض أجزاء مفهومها فكيف بالكل (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۱، ص ۲۳۹، كتاب الطهارة، باب الأنجاس)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق تو بہت سی چیزوں میں جہات وحیثیات کے تبدیل ہوجانے سے بھی حکم تبدیل ہوجاتا ہے۔

چنانچہ سب جانتے ہیں کہ شرعی مسجد میں بچھی ہوئی جائے نماز، فرش اور درودیوار وغیرہ قابلِ احترام چیزیں ہیں، لیکن وقف شدہ جن چیزوں کی مسجد کو ضرورت نہ رہے، یا وہ بوسیدہ اور پرانی ہوجائیں، مثلاً جائے نماز، قالین، مسجد کی اینٹیں، فرش کا پتھر وغیرہ، ان کے بارے میں بعض فقہائے کرام کا کہنا یہ ہے کہ یہ چیزیں وقف کرنے والے کی ملکیت میں لوٹ آتی ہیں، اوراس کو ان میں حسبِ منشا جائز تصرف اور تملیک وتملّک کا حق حاصل ہوتا ہے۔

اور بعض فقہائے کرام کا کہنا یہ ہے کہ یہ چیزیں اگر چہ وقف کرنے والے کی ملکیت میں لوٹ کر نہیں آتیں، لیکن ان کے نزدیک بھی ان چیزوں کو فروخت کرکے ان کی قیمت کو مسجد کے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

التحول فی اللغة مصدر تحول، ومعناه :التنقل من موضع إلى آخر، ومن معانيه أيضا :الزوال، كما يقال :تحول عن الشىء أى :زال عنه إلى غيره.

وكذلك :التغير والتبدل .والتحويل مصدر حول، وهو :النقل، فالتحول مطاوع وأثر للتحويل.

ويقصد الفقهاء بالتحول ما يقصد به فى اللغة.

الألفاظ ذات الصلة:

الاستحالة:من معانى الاستحالة لغة :تغير الشىء عن طبعه ووصفه، أو عدم الإمكان .

فالاستحالة قد تكون بمعنى التحول،كاستحالة الأعيان النجسة من العذرة والخمر والخنزير وتحولها عن أعيانها وتغير أوصافها، وذلك بالاحتراق، أو بالتخليل، أو بالوقوع فى شىء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٠ ،ص ٢٧٨ ،مادة " تحول")

ذهب الحنفية والمالكية، وهو رواية عن أحمد إلى :أن نجس العين يطهر بالاستحالة، فرماد النجس لا يكون نجسا، ولا يعتبر نجسا ملح كان حمارا أو خنزيرا أو غيرهما، ولا نجس وقع فى بئر فصار طينا، وكذلك الخمر إذا صارت خلا سواء بنفسها أو بفعل إنسان أو غيره، لانقلاب العين، ولأن الشرع رتب وصف النجاسة على تلك الحقيقة، فينتفى بانتفائها .فإذا صار العظم واللحم ملحا أخذا حكم الملح؛ لأن الملح غير العظم واللحم.

ونظائر ذلك فى الشرع كثيرة منها :العلقة فإنها نجسة، فإذا تحولت إلى المضغة تطهر، والعصير طاهر فإذا تحول خمرا ينجس.

فيتبين من هذا :أن استحالة العين تستتبع زوال الوصف المرتب عليها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٠ ،ص ٢٧٨ ،مادة " تحول")

مصالح وضروریات میں خرچ کرنا جائز ہوتا ہے۔

اوراگر کسی حیثیت سے قابلِ استعمال نہ رہیں، تو ان کو جلانا بھی جائز ہوتا ہے۔

کیونکہ قابلِ استعمال نہ رہنے، یا ملکیت تبدیل ہوجانے وغیرہ کی وجہ سے اب ان چیزوں کا سابق حکم بدل چکا ہے۔ [1]

اس قسم کی چیزوں میں فقہائے کرام نے یہ قید نہیں لگائی کہ اصل مالک یا واقف کی ملکیت میں لوٹنے والے قول کے مطابق مالک پر یا دوسرے قول کے مطابق خریدنے کے بعد خریدار پر ان چیزوں کا احترام اسی طرح واجب ہے، جس طرح مسجد میں استعمال ہونے کی صورت میں واجب تھا، اور عرفِ عام میں بھی دونوں حالات میں ادب ہونے نہ ہونے میں فرق پایا جاتا ہے۔

پس جب فقط جہت بدلنے سے فرق آجاتا ہے، تو زوالِ وصف سے کیونکر فرق پیدا نہ ہوگا؟

---

[1] رجل بسط من ماله حصيرا للمسجد فخرب المسجد ووقع الاستغناء عنه فإن ذلک يکون له إن کان حيا ولورثته إن کان ميتا وإن بلی ذلک کان له أن يبيع ويشتری بثمنه حصيرا آخر وکذا لو اشتری حشيشا أو قنديلا فوقع الاستغناء عنه کان ذلک له إن کان حيا ولورثته إن کان ميتا وعند أبی يوسف يباع ذلک ويصرف ثمنه إلی حوائج المسجد فإن استغنی عنه هذا المسجد يحول إلی مسجد آخر والفتوی علی قول محمد (البحر الرائق، ج۵، ص ۲۷۳، کتاب الوقف)

(ولو اشتری حصر المسجد، أو حشيشا فوقع الاستغناء عنه کان له أن يصنع به ما شاء وأبو يوسف - رحمه الله -يقول إذا تم زوال العين عن ملکه وصار خالصا لله تعالی فلا يعود إلی ملکه بحال (المبسوط للسرخسی، ج۱۲، ص ۴۵، کتاب الوقف)

وإن استغنی عن حصر المسجد وخشبه وحنفيته نقل إلی مسجد آخر عند أبی يوسف، وقال بعضهم يباع ويصرف فی مصالح المسجد (الجوهرة النيرة، ج۱، ص ۳۳۸، کتاب الغضب)

الأصح جواز بيع حصر المسجد الموقوفة إذا بليت، وجذوعه إذا انکسرت، ولم تصلح إلا للإحراق، لئلا تضيع ويضيق المکان به من غير فائدة، فتحصيل نزر يسير من ثمنها يعود إلی الوقف أولی من ضياعها، ولا تدخل تصفيتها تحت بيع الوقف؛ لأنها صارت فی حکم المعدومة، ويصرف ثمنها فی مصالح المسجد .فإن صلحت لغير الإحراق کاتخاذ ألواح أو أبواب منها، فلا تباع قطعا (الفقه الاسلامی و ادلتهٗ للزحيلی، ج۱۰، ص ۷۶۷۹، القسم السادس،الباب الخامس،الفصل الثامن: استبدال الوقف وبيعه حالة الخراب)

نوادرُ الاصول اور تفسیرِ قرطبی کا حوالہ

مگر یہ بات ملحوظ رہے کہ بعض اہلِ علم حضرات نے یہ قید لگائی ہے کہ قرآن مجید کے نقوش و حروف کو مٹاتے وقت غلیظ اور ناپاک پانی اور ناپاک جگہ میں اس پانی کو گرانا اور اس پانی کو پیروں تلے روندنا جائز نہیں۔

البتہ بعض حضرات اس پانی کے اس طرح احترام کے قائل نہیں، جو نقوش و حروف کی شکل میں تھا، جس کی کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

حکیم ترمذی کی نوادرُ الاصول میں ہے کہ:

وأن لا يمحوه من اللوح بالبزاق ولكن يغسله بالماء وإذا غسله بالماء أن يتوقى النجاسات من المواضع والمواقع التى توطأ فإن لتلك الغسالة حرمة وأن من كان قبلنا من السلف منهم من يستشفى بغسالته .وأن لا يتخذ الصحيفة إذا بليت ودرست وقاية للكتب فإن ذلك جفاء عظيم ولكن يمحوها بالماء (نوادر الأصول فى أحاديث الرسول،للحكيم الترمذى،ج٣،ص ١٦٩ ،الأصل الثالث والخمسون والمائتان)

ترجمہ: اور (قرآن مجید کے احترام میں یہ بھی داخل ہے کہ) اس کو تختی وغیرہ سے تھوک کے ذریعہ نہ مٹائے، بلکہ اس کو پانی سے دھو کر مٹائے، اور جب اس کو پانی سے دھو کر مٹائے، تو نجاست والے مقامات اور روندے جانے والے مواقع (میں یہ پانی بہانے) سے بچا جائے، کیونکہ اس پانی کا احترام ہے، اور ہم سے پہلے بعض بزرگ قرآن مجید دھوئے ہوئے پانی سے شفا حاصل کیا کرتے تھے۔

اور احترام میں یہ بھی داخل ہے کہ جب قرآن مجید کا نسخہ پرانا اور بوسیدہ ہو جائے،

تو اسے کتابوں کو (پکڑنے اور حفاظت کرنے کے لئے) ڈھال نہ بنایا جائے، کیونکہ یہ ظلمِ عظیم ہے، بلکہ اس قرآن مجید کے نقوش وحروف کو پانی سے دھولیا جائے (پھر نقوش مٹنے کے بعد اس کاغذ کو جائز مقاصد کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ پہلے متعدد عبارات میں صراحتاً گزرا)(نوادرالاصول)

تفسیر قرطبی میں بھی اسی طریقہ سے ہے۔ ۱

قرآن مجید کے غسالہ سے شفاء حاصل کرنے کے عمل کو عربی زبان میں ''النشرۃ'' کہا جاتا ہے، جس کے جائز ہونے کے متعدد فقہائے کرام قائل ہیں۔ ۲

---

۱ ملحوظ رہے کہ مندرجہ بالا عبارت میں اور اسی طریقہ سے قرطبی کی درج ذیل عبارت میں قرآن مجید کے بوسیدہ ہونے کے بعد اس کو لپیٹنے کے لئے استعمال کرنے کو تو ظلمِ عظیم بتایا گیا ہے، لیکن دھو کر لکھائی مٹنے کے بعد اس میں کوئی چیز لپیٹنے کی ممانعت کا ذکر نہیں۔

اور نقوش وحروف مٹنے کے بعد دیگر متعدد عبارات میں لکھائی مٹنے کے بعد لپیٹنے اور دنیا کے کاموں میں استعمال کرنے کے جواز کی صراحت ہے، جیسا کہ گزرا، لہٰذا ری سائیکلنگ (Recycling) کے بعد جبکہ نقوش وحروف مٹ جاتے ہیں، اور ماہیت بھی تبدیل ہوجاتی ہے، اس سے گتہ وغیرہ بنانے کی ممانعت کو سمجھنا سراسر غلط فہمی پر مبنی ہے۔

اسی وجہ سے اس مسئلہ کو بیان کرتے وقت فقہائے کرام نے غسالہ کے مخصوص ادب کا تو ذکر فرمایا ہے، لیکن جس تختی یا کاغذ سے اس غسالہ کو جدا کیا گیا، حروف ونقوش مٹنے کے بعد اس کے مخصوص ادب واحترام کے بجائے اس کے دنیا کے کاموں میں استعمال کا جواز بیان کیا، اور ہمارے زیرِ بحث مسئلہ میں غسالہ کے بجائے ماہیت تبدیل شدہ گودا یا اس سے تیار شدہ گتہ و کاغذ ہے۔

وبينهما فرق عظيم كما لايخفى علىٰ اهل العلم. وكماقال الفقهاء "محا لوحا يكتب فيه القرآن واستعمله فى أمر الدنيا يجوز".

ومن حرمته ألا يمحوه من اللوح بالبصاق ولكن يغسله بالماء. ومن حرمته إذا غسل بالماء أن يتوقى النجاسات من المواضع، والماقع التى توطأ، فإن لتلك الغسالة حرمة.

وكان من قبلنا من السلف منهم من يستشفى بغسالته.

ومن حرمته ألا يتخذ الصحيفة إذا بليت ودرست وقاية للكتب، فإن ذلك جفاء عظيم، ولكن يمحوها بالماء (تفسير القرطبى، ج ١، ص ٢٨، باب ما يلزم قارء القرآن وحامله من تعظيم القرآن وحرمته)

۲ اختلف العلماء فى النشرة وهى أن يكتب شيئا من أسماء الله أو من القرآن ثم يغسله بالماء ثم يمسح به المريض أو يسقيه، فأجازها سعيد بن المسيب، قيل: الرجل يؤخذ عن امرأته أيحل عنه وينشر؟ قال: لا بأس به، وما ينفع لم ينه عنه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جو حضرات قرآن مجید دھوئے ہوئے پانی کے مخصوص ادب واحترام کے قائل ہیں، انہوں نے قرآن مجید کے نقوش وحروف دھوئے ہوئے پانی کو بے ادبی سے بچانے کی یہ صورت تجویز کی ہے کہ اس کو کثیر چلتے پانی میں دھویا جائے، جیسا کہ پہلے گزرا، یا اس کے لئے کوئی بڑا گڑھا کھود کر اس میں وہ پانی جمع کیا جائے، جیسا کہ امام قرطبی نے تفسیر قرطبی میں صراحت فرمائی ہے۔ [1]

لہٰذا جب قرآن مجید کے نسخوں اور مقدس اوراق کو پاک پانی میں حل کر کے ان کا گودا بنایا جائے، تو یہ پاک پانی میں بہانے کی نظیر ہے، جس میں کاغذ کے بہنے کے بعد مآل کے اعتبار سے یہی صورتِ حال ہوتی ہے کہ وہ بھی پانی میں ریزہ ریزہ ہوجاتا ہے۔

البتہ آج کل بہت سے لوگ قرآن کے مقدس اوراق اور صفحات کو چلتے دریا میں ڈالنے یا بہانے کو کافی سمجھتے ہیں، جبکہ اس چلتے پانی میں ناپاک اور گندے پانی کی بھی آمیزش ہوتی ہے، یا کسی دوسرے وقت میں ناپاک اور گندے پانی کی آمیزش ہوجاتی ہے، یا وہ اوراق اور صفحات پانی سے بہہ کر ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ جو پاک صاف مقام نہیں ہوتا، یا پھر دریا کا پانی خشک ہونے کی صورت میں وہ اوراق اور صفحات کنارے پر آجاتے ہیں، یا خشک

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وممن صرح بالجواز الحنابلة وبعض الشافعية منهم العماد النيهى تلميذ البغوى قال :لا يجوز ابتلاع رقعة فيها آية من القرآن فلو غسلها وشرب ماء ها جاز، وجزم القاضى حسين والرافعى بجواز أكل الأطعمة التى كتب عليها شيء من القرآن

قال ابن عبد البر :النشرة من جنس الطب فهى غسالة شيء له فضل، فهى كوضوء رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وقال صلى الله عليه وسلم :لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك ، ومن استطاع منكم أن ينفع أخاه فليفعل.

ومنعها الحسن وإبراهيم النخعى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۳، ص ۴۰، مادة" قرآن ")

[1] ومن حرمته أنه إذا اغتسل بكتابته مستشفيا من سقم ألا يصبه على كناسة، ولا فى موضع نجاسة، ولا على موضع يوطأ، ولكن ناحية من الأرض فى بقعة لا يطؤه الناس، أو يحفر حفيرة فى موضع طاهر حتى ينصب من جسده فى تلك الحفيرة ثم يكبسها، أو فى نهر كبير يختلط بمائه فيجرى (تفسير القرطبى، ج ۱، ص ۳۰، باب ما يلزم قارء القرآن وحامله من تعظيم القرآن وحرمته)

ہو کر ہوا سے ادھر ادھر اڑنے لگتے ہیں، اور ناپاکی و گندگی سے ان کی حفاظت مشکل ہو جاتی ہے، اور آج کل کی لکھائی کے پختہ اور مضبوط ہونے کی وجہ سے وہ لکھائی پہلے زمانہ کی طرح پانی میں ڈالنے سے ختم نہیں ہوتی، تا آنکہ ان اوراق اور صفحات کی ماہیت ہی نہ ختم ہو جائے۔

اس لیے موجودہ دور میں ان اوراق و صفحات کو صرف چلتے دریا میں ڈال دینے یا بہا دینے پر اکتفاء کر کے مطمئن ہو جانا درست نہیں، بلکہ مذکورہ امور کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔

لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اگر کاغذ پر کوئی بھی مضمون لکھا ہوا ہو، یا کوئی مضمون لکھا ہوا نہ ہو، بلکہ سادہ حالت میں ہو، مگر قیمتی یا قابلِ کتابت ہو، تو حروف ونقوش اور کاغذ کے آلۂ علم ہونے کی حیثیت سے فی نفسہٖ اس کی گندگی وغیرہ میں پھینک کر بے احترامی درست نہیں ہوتی۔

اسی وجہ سے بہت سے فقہائے کرام نے عام لکھے ہوئے یا سادہ قابلِ کتابت کاغذ سے آب دست (استنجاء کر) لینے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

اور حنفیہ کا اس سلسلہ میں کہنا ہے کہ لکھے ہوئے مضمون والا کاغذ حروف کی وجہ سے قابلِ احترام ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر قسم کے لکھے ہوئے کاغذ سے استنجاء کرنا ممنوع ہو۔ [1]

---

[1] اتفق الفقهاء على أنه لا يجوز الاستنجاء بمحترم كالكتب التى فيها ذكر الله تعالى ككتب الحديث والفقه؛ لحرمة الحروف، ولما فى ذلك من هتك الشريعة والاستخفاف بحرمتها .

واختلفوا فى الكتب غير المحترمة، ومثلوا لها بكتب السحر والفلسفة وبالتوراة والإنجيل إذا علم تبدلهما.

فذهب المالكية إلى أنه لا يجوز الاستنجاء بهذه الكتب لحرمة الحروف -أى لشرفها .

قال إبراهيم اللقانى :محل كون الحروف لها حرمة إذا كانت مكتوبة بالعربى، وإلا فلا حرمة لها إلا إذا كان المكتوب بها من أسماء الله تعالى، وقال على الأجهورى :الحروف لها حرمة سواء كتبت بالعربى أو بغيره .

وقال الحطاب :لا يجوز الاستجمار بالمكتوب ولو كان المكتوب باطلا كالسحر؛ لأن الحرمة للحروف، وأسماء الله تعالى إن كتبت فى أثناء ما تجب إهانته كالتوراة والإنجيل بعد تحريفهما،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جہاں تک کسی مضمون کے لکھے بغیر خالی کاغذ سے استنجاء کا تعلق ہے، تو حنفیہ کے نزدیک جو کاغذ لکھنے کے کام آ سکتا ہو، اس سے استنجاء کرنا، بلکہ اس سے ہاتھ صاف کرنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ کاغذ کتابت کا آلہ ہونے کی وجہ سے قابلِ احترام ہے، اور اس میں کاغذ کی بے ادبی اور کاغذ کا ضیاع پایا جاتا ہے۔

لیکن اگر کوئی ردی قسم کا بے وقعت کاغذ ایسا ہو، جو اسی مقصد کے لئے بنا ہوا ہو، اور وہ لکھنے کے لئے کام نہ آتا ہو، جیسا کہ آج کل کا عام ٹشو پیپر (Tissue Paper) تو اس سے استنجاء کرنا مکروہ نہیں، اسے عرفاً بھی کاغذ نہیں سمجھا جاتا، اور کاغذ والے مقاصد اس سے وابستہ نہیں ہوتے، نہ ان مقاصد میں وہ کام آ سکتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فيجوز إحراقها وإتلافها، ولا يجوز إهانتها؛ لأن الاستنجاء بهذه الكتب إهانة لمكان ما فيها من أسماء الله تعالى؛ لأنها وإن كانت محرمة فإن حرمة أسماء الله تعالى لا تبدل على وجه .

وذهب الشافعية إلى أن غير المحترم من الكتب ككتب الفلسفة وكذا التوراة والإنجيل إذا علم تبدلهما وخلوهما عن اسم معظم فإنه يجوز الاستنجاء به .

وقال ابن عابدين من الحنفية :نقلوا عندنا أن للحروف حرمة ولو مقطعة، وذكر بعض القراء أن حروف الهجاء قرآن أنزلت على هود عليه السلام، ومفاده الحرمة بالمكتوب مطلقا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۴، ۱۸۱، مادة "كتاب")

[1] يكره عند الحنفية استعمال الكاغد (الورق) غير المكتوب فيه في مسح اليدين في وليمة أو غيرها، إذا كان هذا الورق يصلح للكتابة لكونه للكتابة، أما إذا لم يكن يصلح للكتابة فإنه لا يكره (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵، ۲۷۱، مادة "يد")

ويستفاد منه كما صرح به بعض الحنفية والشافعية :أنه يكره الاستنجاء بالورق المجرد، وجوز به إذا كان فيه علم المنطق إذا لم يكن فيه ذكر الله وذكر رسوله، وكذا الشعر المذموم الخالي عن ذكرهما (شرح النقاية للعلي بن سلطان محمد القاري، ج ۱، ص ۱۷۷ ،كتاب الطهارة، احكام الاستنجاء)

وكذا ورق الكتابة لصقالته وتقومه، وله احترام أيضا لكونه آلة لكتابة العلم، ولذا علله في التتارخانية بأن تعظيمه من أدب الدين.

وفي كتب الشافعية :لا يجوز بما كتب عليه شيء من العلم المحترم كالحديث والفقه وما كان آلة لذلك .أما غير المحترم كفلسفة وتوراة وإنجيل علم تبدلهما وخلوهما عن اسم معظم فيجوز الاستنجاء به .اهـ .ونقل القهستاني الجواز بكتب الحكميات عن الإسنوي من الشافعية وأقره.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس جو آج کل ہر طرح کے لکھے اور بے لکھے کاغذات کو نالیوں، کوڑیوں اور گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا جاتا ہے، یہ بے ادبی میں داخل ہے، اور اس قسم کی بے ادبی سے بچانے کے لئے، حسبِ ضرورت جلانا، دفن کرنا، یا قابلِ استعمال وکارآمد بنانا، اس کا ادب کرنے میں داخل ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ کا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ کے فتاویٰ میں ہے:

وسئل -رحمه الله .عن المصحف العتيق إذا تمزق ما يصنع به ؟ ومن كتب شيئا من القرآن ثم محاه بماء أو حرقه فهل له حرمة أم لا ؟

فأجاب :الحمد لله ، أما المصحف العتيق والذى تخرق وصار بحيث لا ينتفع به بالقراء ة فيه فإنه يدفن فى مكان يصان فيه كما أن كرامة بدن المؤمن دفنه فى موضع يصان فيه.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت :لكن نقلوا عندنا أن للحروف حرمة ولو مقطعة .وذكر بعض القراء أن حروف الهجاء قرآن أنزلت على هود -عليه السلام-، ومفاده الحرمة بالمكتوب مطلقا.

وإذا كانت العلة فى الأبيض كونه آلة للكتابة كما ذكرناه يؤخذ منها عدم الكراهة فيما لا يصلح لها إذا كان قالعا للنجاسة غير متقوم كما قدمناه من جوازه بالخرق البوالى.

وهل إذا كان متقوما ثم قطع منه قطعة لا قيمة لها بعد القطع يكره الاستنجاء بها أم لا؟ الظاهر الثانى؛ لأنه لم يستنج بمتقوم، نعم قطعه لذلك الظاهر كراهته لو بلا عذر، بأن وجد غيره؛ لأن نفس القطع إتلاف -والله تعالى أعلم .

(تنبيه)ينبغى تقييد الكراهة فيما له قيمة بما إذا أدى إلى إتلافه، أما لو استنجى به من بول أو منى مثلا وكان يغسل بعده فلا كراهة إلا إذا كان شيئا ثمينا تنقص قيمته بغسله كما يفعل فى زماننا بخرقة المنى ليلة العرس تأمل (رد المحتار، ج ۱، ص ۳۴۰، كتاب الطهارة، باب الانجاس، فصل الاستنجاء)

وإذا كتب شىء من القرآن أو الذكر فى إناء أو لوح ومحى بالماء وغيره وشرب ذلك فلا بأس به نص عليه أحمد وغيره ونقلوا عن ابن عباس -رضى الله عنهما -أنه كان يكتب كلمات من القرآن والذكر ويأمر بأن تسقى لمن به داء وهذا يقتضى أن لذلك بركة .والماء الذى توضأ به النبى صلى الله عليه وسلم هو أيضا ماء مبارك ؛ صب منه على جابر وهو مريض .وكان الصحابة يتبركون به ومع هذا فكان يتوضأ على التراب وغيره.

فما بلغنى أن مثل هذا الماء ينهى عن صبه فى التراب ونحوه ولا أعلم فى ذلك نهيا فإن أثر الكتابة لم يبق بعد المحو كتابة ولا يحرم على الجنب مسه .ومعلوم أنه ليس له حرمة كحرمته ما دام القرآن والذكر مكتوبان كما أنه لو صيغ فضة أو ذهب أو نحاس على صورة كتابة القرآن والذكر أو نقش حجر على ذلك على تلك الصورة ثم غيرت تلك الصياغة وتغير الحجر لم يجب لتلك المادة من الحرمة ما كان لها حين الكتابة (مجموع الفتاوى،لابن تيمية، ج١٢،ص٦٠٠،وسئل -رحمه الله .عن المصحف العتيق إذا تمزق ما يصنع به)

ترجمہ: اور علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ سے قرآن مجید کے پرانے، بوسیدہ نسخے کے بارے میں سوال کیا گیا؟ اور یہ بھی سوال کیا گیا کہ جس نے قرآن کو لکھا، پھر اسے پانی سے مٹادیا، یا اسے جلادیا، تو کیا اس کے بعد بھی اس کا احترام باقی ہوگا یا نہیں؟

علامہ ابنِ تیمیہ نے جواب دیا: الحمدللہ جو قرآن مجید کا نسخہ پرانا ہوگیا ہو، اور جو بوسیدہ ہوگیا ہو، اور اس طرح ہوگیا ہو کہ اس میں قرائت کرکے انتفاع نہ کیا جاسکتا

ہو، تو اس کو ایسی جگہ میں دفن کردیا جائے گا، جہاں اس کی حفاظت رہے، جیسا کہ آدمی کے بدن کی کرامت ہے کہ اسے بھی حفاظت والی جگہ میں دفن کیا جاتا ہے۔

اور جب قرآن مجید یا کوئی ذکر کسی برتن یا تختی وغیرہ پر لکھا جائے، اور اسے پانی وغیرہ سے مٹا دیا جائے، اور اس کو پی لیا جائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، امام احمد وغیرہ سے اس کی تصریح منقول ہے، اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے ان حضرات نے نقل کیا ہے کہ وہ قرآن مجید اور ذکر کے کچھ کلمات لکھ دیا کرتے تھے، اور جس کو بیماری ہوتی تھی، اسے وہ پانی پینے کا حکم دیا کرتے تھے، اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس (لکھے ہوئے نقش دھلے ہوئے پانی) کی برکت ہے، اور وہ پانی جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرمایا کرتے تھے، وہ بھی مبارک پانی ہوتا تھا، جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر کے اوپر بیمار ہونے کی حالت میں ڈال دیا تھا، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی سے برکت حاصل کیا کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم مٹی وغیرہ پر بیٹھ کر وضو کیا کرتے تھے۔

اور مجھے اس طرح کی بات نہیں پہنچی کہ اس پانی کو زمین وغیرہ پر ڈالنے سے منع کیا جائے گا، اور مجھے اس بارے میں کوئی ممانعت بھی معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ مٹنے کے بعد کتابت کا اثر باقی نہیں رہا، اور جنبی کو اس کا چھونا حرام بھی نہیں رہا، اور یہ بات معلوم ہے کہ اب اس کا احترام ایسا نہیں رہا، جیسا احترام قرآن اور ذکر کے لکھا ہوا ہونے کی صورت میں تھا، جیسا کہ اگر چاندی یا سونے یا پیتل کو قرآن اور ذکر کی صورت پر ڈھال دیا جائے (یعنی سونے چاندی وغیرہ سے قرآن وغیرہ کی کتابت کردی جائے) یا پتھر وغیرہ پر اس صورت کو منقش کردیا جائے (یعنی پتھر پر گھڑائی وغیرہ کرکے قرآن وغیرہ کو لکھ دیا جائے) پھر اس گھڑائی یا ڈھلائی کو تبدیل کردیا

جائے، تو اس مادّہ (ومیٹریل یعنی پتھر یا لکڑی وغیرہ) کا وہ احترام باقی نہیں رہے گا، جو کتابت کے وقت میں تھا (مجموع الفتاوٰی)

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت اور اس میں مذکورہ دلیل سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک قرآن مجید کے نقوش وحروف کو مٹائے جانے والی پانی میں برکت ہوتی ہے، جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضائے مبارکہ سے مَس کیے ہوئے پانی میں برکت ہوتی ہے، اور ان دونوں قسم کے پانیوں کو برکت اور بیماری وغیرہ کے ازالہ کے لیے استعمال کرنا جائز ہے، اور اس پانی کو پینے کے بعد ظاہر ہے کہ وہ معدہ ومثانہ میں چلا جاتا ہے، اس کا معدہ ومثانہ میں لے جانا بے ادبی نہیں کہلاتا، اور نہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غسالہ مبارکہ کو زمین اور مٹی پر ڈالنے کو بے ادبی سمجھے تھے، لیکن وہی وضو کا غسالہ صحابۂ کرام برکت کے طور پر حاصل کیا کرتے تھے۔

پس قرآن مجید کے دھوئے ہوئے پانی (یعنی غسالۂ قرآن) کا وہ ادب واحترام باقی نہیں رہتا، جو نقوش وحروف کی شکل میں تھا۔

البتہ بعض حضرات قرآن مجید کے نقوش وحروف کے غسالہ کو ناپاک جگہ ڈالنا ناجائز قرار دیتے ہیں، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

لیکن اس میں شک نہیں کہ غسالہ کے بعد اس پانی کا فی الجملہ ادب واحترام تو باقی رہتا ہے، لیکن اس کا حکم بعینہٖ قرآن کے نقوش وحروف کی شکل میں لکھے ہوئے ہونے والا نہیں ہوتا۔

چند شبہات کا ازالہ

گزشتہ متعدد عبارات میں جلانے، مٹانے یا دھونے کے بعد راکھ یا کاغذ کو دفن کرنے کا اختیار تو مذکور ہے، لیکن وجوب مذکور نہیں، بلکہ دھونے یا مٹانے کے بعد اس کے جائز استعمال کی تصریح وافضلیت منقول ہے، دونوں میں فرق کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ تدفین کی وجہ یہ ہو کہ اگر

وہ قابلِ استعمال نہ ہو، تو خالی کاغذ کا بھی ایک درجہ میں احترام ہوتا ہے، اس لئے اسے روندے جانے سے بہتر ہے کہ دفن کر دیا جائے، اور قابلِ استعمال ہونے کی صورت میں ضیاع سے بچنے کے لئے کارآمد بنانا مناسب ہے، اور جلانے یا مٹانے کے بعد جو آج کل بعض حضرات دفن کرنے یا جاری ماءِ کثیر میں بہانے کو واجب یا ضروری قرار دیتے ہیں، ہمیں فقہائے کرام سے اس کی تصریح نہیں ملی۔

اگر یہ شبہ کیا جائے کہ ری سائیکلنگ (Recycling) کے دوران مشین میں گودا بناتے وقت پہلے کاغذ کو ریزہ ریزہ کیا جاتا ہے، جو مٹانے اور دھونے سے مختلف صورت ہے۔

تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اولاً تو اس کو بھی مٹانے اور دھونے کا حکم حاصل ہے۔

اور اس کی تائید خلیفۂ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مصاحف کے شق وتمزیق یا تخریق کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے، جیسا کہ تفصیلاً پہلے گزرا۔ [1]

دوسرے ان فقہائے کرام سے بھی اس کا جواز مروی ہے، جو قرآن لکھی ہوئی چیز یا کاغذ کے جلانے کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ ''الدر المختار'' میں ہے:

تکرہ إذابة درهم علیه آیة إلا إذا کسره (الدر المختار مع رد المحتار علی الدر المختار، ج ۱، ص ۱۷۸، کتاب الطهارة، سنن الغسل)

ترجمہ: جس درہم پر قرآن مجید کی آیت لکھی ہوئی ہو، اس کو آگ میں پگھلانا مکروہ ہے، لیکن جب اس کے ٹکڑے کر دیئے جائیں، تو (پھر آگ میں پگھلانا) مکروہ نہیں (الدر المختار)

---

[1] (فی کل صحیفة، أو مصحف أن یحرق) بالحاء المهملة، من الإحراق، قد یروی بالمعجمة، أی: ینقض ویقطع ذکره الطیبی، وقال العسقلانی: فی روایة الأکثر أن یخرق بالخاء المعجمة، وللمروزی بالمهملة، ورواه الأصیلی بالوجهین، وفی روایة أبی داود، والطبرانی، وغیرهما ما یدل علی المهملة(مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، ج ۴، ص ۱۵۱۹، کتاب فضائل القرآن)

اور ردالمحتار میں اس عبارت کی تشریح میں مذکور ہے:

(قوله :إلا إذا كسره) فحينئذ لا يكره، كما لا يكره مسه لتفرق الحروف أو لأن الباقي دون آية (رد المحتار على الدر المختار، ج ا، ص ۱۷۸، كتاب الطهارة،سنن الغسل)

ترجمہ: لیکن جب اس (درہم پر منقوش آیت) کے ٹکڑے کر دیئے جائیں، تو اس وقت (آگ میں پگھلانا یا جلانا) مکروہ نہیں، جیسا کہ اس وقت اس کو چھونا بھی مکروہ نہیں، کیونکہ اب اس کے حروف ایک دوسرے سے جدا ہو چکے ہیں (اور اس کو قرآنی آیت کا حکم حاصل نہیں رہا) یا اس وجہ سے کہ ٹکڑے ہونے کے بعد باقی ماندہ حروف ایک آیت سے کم ہیں (جن کو حنفیہ کے ایک قول کے مطابق قرآن کا حکم حاصل نہیں) (ردالمحتار)

اس سے معلوم ہوا کہ جو حضرات بعینہٖ اس حالت میں جلانے اور پگھلانے کو مکروہ قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک درہم پر منقش آیت کے ٹکڑے کر کے اس کو بعد میں آگ پر پگھلانے یا جلانے کے مکروہ نہ ہونے کی علت یہ ہے کہ اس صورت میں آیت کے حروف متفرق ہو جاتے ہیں، یا ٹکڑے ہونے کے بعد وہ مکمل آیت سے کم رہ جاتا ہے، اور یہ حکم مذکورہ علت کے ساتھ معلول ہے۔ [1]

ان فقہائے کرام نے اس طرح قرآنی آیت کے ٹکڑے کرنے کو بے ادبی میں داخل کر کے ناجائز یا مکروہ قرار نہیں دیا، اسی طرح مبحوث فیہ صورت میں بھی ٹکڑے اور ریزہ ریزہ کرنے کو ناجائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

دارالعلوم کراچی سے ایک سوال کے جواب میں جو فتویٰ جاری ہوا، وہ درجِ ذیل ہے:

---

[1] فحينئذ لا يكره لعدم الاهانة حيث تفرقت الحروف ، واذا جعلت الآيةقيداً افاد ان ما دون الآية لايكره ،ولو لم يكسره ، لان للآية حرمة عظيمة حتى جاز مس مادونها (حاشية الطحطاوى على الدر المختار، ج ا ص ١٠١ ، كتاب الطهارة، سنن الغسل)

سوال:......کیا قرآن پاک کے پھٹے ہوئے صفحات اور بوسیدہ کاغذ والے نسخوں، پھٹے ہوئے قرآنی اوراق وقاعدے سپارے جو تعداد میں بہت زیادہ ہوں، ان کو پانی کے حوضوں میں نرم کر کے مشین کے ذریعہ ان کو گودے کی شکل میں لا کر اس گودے کو پاک رواں اور گہرے دریا میں بہایا جاسکتا ہے؟

جواب:......سوال میں مذکورہ طریقہ کے مطابق بہایا جاسکتا ہے۔

خلیل احمد اعظمی عفااللہ عنہ: دارالافتاء، دارالعلوم کراچی، ۱۰/۴/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ: ۱۲/۴/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: محمد عبداللہ عفی عنہ: ۱۲/۴/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: احقر محمود اشرف غفراللہ لہٗ: ۱۵/۴/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: محمد عبدالمنان: ۱۵/۴/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: بندہ عبدالرؤف سکھروی: ۱۷/۴/۱۴۱۹ھ

(ماہنامہ ''البلاغ'' دارالعلوم، کراچی، ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ، صفحہ ۵۶)

اس فتوے میں پانی کے حوضوں میں نرم کر کے مشین سے گودا کرنے کو بے ادبی میں داخل قرار دے کر ناجائز قرار نہیں دیا گیا، اور ہماری زیرِ بحث صورت میں ڈرم کی حیثیت حوض کی ہے، اس میں پاک پانی ڈال کر کاغذ کو نرم کیا جاتا ہے، اور پھر مشین چلا کر ریزہ ریزہ کر کے گودا بنایا جاتا ہے۔

البتہ گودے کے بعد اس سے کاغذ یا گتہ بنانے کا چونکہ مذکورہ سوال میں ذکر نہیں کیا گیا، اس لئے جواب میں بھی اس سے تعرض نہیں کیا گیا۔

اور موجودہ دور کی ری سائیکلنگ (Recycling) والی شکل میں ظاہر ہے کہ کاغذ کا گودا بننے کے مرحلہ میں کاغذ کے تمام نقوش وحروف متفرق ہوتے ہوتے معدوم ہوجاتے ہیں، اور ماہیت تبدیل ہوجاتی ہے، یعنی اس کا وصف مصحف یا کتابت بلکہ کاغذ ہونے کا وجود ختم ہوجاتا

ہے، تو اس کے جواز میں بھی کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے، نہ اس کو بے ادبی پر محمول کرنا چاہئے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

مذکورہ تفصیل سے بعض حضرات کے اس شبہ کا جواب بھی ہو گیا ہے کہ ری سائیکلنگ کے بعد کاغذ یا گتہ پر بعض جگہ روشنائی کے کچھ نشانات نقطوں اور داغ دھبوں (Dots) کی شکل میں نظر آتے ہیں، جو کہ قرآن مجید کے نقوش وحروف کا حکم رکھتے ہیں، لہٰذا ان نشانات کو قرآن کا حکم حاصل ہونا چاہیے۔

جواب کا حاصل یہ ہے کہ اولاً تو مخصوص طریقہ پر ری سائیکلنگ کے بعد حروف اور نقوش محو ہو جاتے اور مٹ جاتے ہیں، جبکہ فقہائے کرام نے لکھی ہوئی آیت کے قطع ہونے کے بعد بھی اس کو قرآن کا حکم نہیں دیا، جبکہ اس میں بعض نقوش وحروف واضح طور پر نظر بھی آتے ہیں، اور ری سائیکلنگ کے بعد کاغذ یا گتہ پر نظر آنے والے مذکورہ نشانات صرف داغ دھبوں کی شکل میں ہوتے ہیں، جن کو قرآن مجید کے ادب کا حکم دینا درست نہیں۔

دوسرے ری سائیکلنگ کے دوران سابق مواد کو جن مراحل سے گزارا جاتا ہے، ان میں روشنائی پانی کے ساتھ حل ہو کر بہہ جاتی یا خشک ہو جاتی ہے، اور اس طرح کے نشانات ری سائیکلنگ میں مختلف رنگوں کے مواد کے ہوتے ہیں، کیونکہ ری سائیکلنگ کے مواد میں مختلف رنگوں کا کاغذ اور جلد وغیرہ شامل ہوتی ہے، وہ سارا مواد خالص ایک رنگ پر مشتمل نہیں ہوتا، اسی لیے اس طرح کے ری سائیکلنگ شدہ کاغذ یا گتہ میں مختلف رنگوں کے نشانات پائے جاتے ہیں۔

البتہ اگر ری سائیکلنگ کے عمل کے دوران کسی کارندہ کی طرف سے بے ادبی کی کوئی دوسری وجہ پائی جا رہی ہو، تو اس کی نشاندہی کر کے اس کے ازالہ کی شرعی اصولوں کے مطابق کوشش کرنی چاہئے، نہ یہ کہ اس کی وجہ سے اصل عمل کے ہی عدمِ جواز کا حکم لگایا جائے، یا تشدد وغیرہ کا راستہ اختیار کیا جائے۔

رہا بعض حضرات کا یہ شبہ کہ ری سائیکلنگ (Recycling) کے اس عمل کے دوران حوض نما بڑے ڈرم میں اوپر سے مقدس اوراق اور قرآن مجید کے نسخوں کو ڈالا جاتا ہے، جو پھینکنے کی صورت ہے، اور یہ بے ادبی میں داخل ہے۔

تو یہ بات درست نہیں، کیونکہ اولاً تو اس کو پھینکنے کے بجائے ڈالنے سے تعبیر کرنا چاہئے، دوسرے یہاں بے ادبی مقصود ہی نہیں، بلکہ اس طرزِ عمل اور جدو جہد کا مقصد اوراق کو بے حرمتی سے بچانا ہے، جیسا کہ بے حرمتی کی نیت سے قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کو جلانے، قطع کرنے اور ضرورت کے وقت جلانے یا قطع کرنے اور بے حرمتی سے بچانے کے لئے ایسا کرنے کے دونوں عمل فقہائے کرام کے نزدیک الگ الگ حکم رکھتے ہیں، اسی طرح یہاں بھی یہ طرزِ عمل جائز ہوگا، کیونکہ وہ ضرورت کی وجہ سے بلکہ بے احترامی سے بچانے کے لئے اختیار کیا جارہا ہے۔

اس کی تائید فقہائے کرام کے اقوال سے بھی ہوتی ہے کہ فقہائے کرام نے اس قسم کے اوراق اور صحیفے سمندر یا دریا میں یا حوض یا کنویں میں ڈالنے کے لئے ''القاء'' کے الفاظ استعمال کئے ہیں، جس کے معنیٰ ڈالنے کے ہیں۔

چنانچہ ردالمحتار میں ہے:

ولا بأس بأن تلقى فى ماء جار كما هى أو تدفن (رد المحتار على الدر المختار، ج ا، ص۷۷ ا، كتاب الطهارة، سنن الغسل)

ترجمہ: اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ اس مصحف کو جاری پانی میں ڈال دیا جائے اپنی حالت پر (یعنی نقوش وحروف مٹائے بغیر) یا دفن کردیا جائے (ردالمحتار)

اور الهداية کی شرح البناية میں ہے:

فلو ألقاها فى الماء الجارى أو دفنها لا بأس به (البناية شرح الهداية، ج ۱۲، ص ۲۳۸، كتاب الكراهية، مسائل متفرقة)

ترجمہ: پس اگر ان اوراق اور صحیفوں کو چلتے پانی میں ڈال دے یا اُن کو دفن کردے، تو اس میں کوئی حرج نہیں (البنایہ)

اور نصابُ الاحتساب میں ہے:

کتب ورسائل یستغنی عنها وفیها اسم الله تعالی یمحی عنها ثم یلقی فی الماء الکثیر الجاری أو یدفن فی أرض طیبة أو یفعل ذلک قبل المحو (نِصَابُ الِاحتِسَابِ، ص۹۵، الْبَابُ الثَّانِي :الاحتساب علی من یستخف بالحروف والکواغد ونحوها)

ترجمہ: جن کتب ورسائل کی ضرورت نہ رہے، اور ان میں اللہ تعالیٰ کے مبارک نام ہوں، تو ان کو مٹا کر کثیر اور چلتے پانی میں ڈال دیا جائے گا، یا پاک زمین میں دفن کردیا جائے گا، یا مٹانے سے پہلے یہ عمل کرلیا جائے گا (یعنی مٹائے بغیر اسی حالت میں کثیر اور چلتے پانی میں ڈال دیا جائے گا، یا پاک زمین میں دفن کردیا جائے گا) (نصاب الاحتساب)

کثیر پانی مثلاً سمندر یا چلتے دریا وغیرہ میں ڈالتے وقت اس چیز کی قید نہیں لگائی گئی کہ اونچی جگہ سے نہ ڈالا جائے، ورنہ ’’القاء‘‘ کے بجائے ’’وضع‘‘ جیسے الفاظ آنے چاہیے تھے، جس کا مطلب رکھنے کا بنتا ہے، اور نہ ہی اس طرح کرنا ہر جگہ ممکن ہے، کیونکہ ہر جگہ سمندر یا دریا کے پانی کے عین قریب پہنچنا ممکن نہیں ہوتا، اور بہت سے مقامات پر اونچی جگہ کسی پُل وغیرہ سے ہی دریا میں ڈالا جانا ممکن ہوتا ہے، جس پر فقہائے کرام کی طرف سے نکیر نہیں کی جاتی۔

جبکہ ہماری زیرِ بحث صورت میں اس حوض نما ڈرم کی اونچائی دریا اور سمندر یا کنویں وغیرہ کے کناروں اور دریاؤں کے پلوں سے عموماً کم ہوتی ہے، اور اس حوض نما ڈرم کے اندر پہنچ کر اوراق کو رکھنا ممکن نہیں ہوتا، نیز اس طرح ڈالنے سے مقصود ان اوراق کی توہین نہیں ہوتا۔

دار العلوم کراچی سے اس سلسلہ میں ایک سوال کے جواب میں جو فتویٰ جاری ہوا، وہ ذیل میں

درج کیا جاتا ہے:

سوال:...... کیا قرآن پاک کے پھٹے ہوئے صفحات اور بوسیدہ کاغذ والے نسخوں، پھٹے ہوئے قرآنی اوراق وقاعدے سپاروں کو جو بہت بڑی تعداد میں ہوں، کو آبادی سے دور کسی قطعہ زمین جو مثلاً سوفٹ چوڑا اور سوفٹ لمبا ہو، اور جس کی گہرائی تقریباً آٹھ فٹ ہو، نیچے سے زمین کچی ہو، اور اوپر سے کھلی ہوئی ہو، میں ڈالا جاسکتا ہے، جبکہ اوپر سے اس پر کچھ کیمیکل بکھیر دیا جائے، تاکہ جلد تلف ہوجائے، اور حفاظت کے لئے اس کے اردگرد چاردیواری اور دروازہ بنادیا جائے، تو کیا تلف کرنے کا یہ طریقہ ٹھیک ہے؟

جواب:...... یہ صورت بھی جائز ہے۔

خلیل احمد اعظمی عفا اللہ عنہ: دارالافتاء، دارالعلوم کراچی، ۱۰/۴/ ۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ: ۱۲/۴/ ۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: محمد عبداللہ عفی عنہ: ۱۲/۴/ ۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: احقر محمود اشرف غفراللہ لہٗ: ۱۵/۴/ ۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: محمد عبدالمنان: ۱۵/۴/ ۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: بندہ عبدالرؤف سکھروی: ۱۷/۴/ ۱۴۱۹ھ

(ماہنامہ ''البلاغ'' دارالعلوم کراچی، ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ، صفحہ ۵۶)

اس فتوے میں آٹھ فٹ گہرائی والے نشیب میں ڈالنے کی اجازت دی گئی ہے، اور اسی کے ساتھ کیمیکل کے ذریعہ جلد تلف کرنے کی بھی اجازت دی گئی ہے، اور ہماری زیرِ بحث صورت میں ڈرم کو حوض کا درجہ حاصل ہے، اور مشین کے ذریعہ سے جلد تلف کرنے کا ہی مقصد حاصل کیا جاتا ہے، اور اس میں پاک صاف پانی کے علاوہ کوئی کیمیکل شامل نہیں کیے جاتے۔

اس کے باوجود بھی اگر اس ڈرم میں مقدس تحریری مواد ڈالتے وقت مزید احتیاط ممکن ہو، تو اس پر عمل کرنا مناسب ہے۔

اس موقع پر ایک شبہ بعض حضرات کی طرف سے یہ بھی سامنے آیا کہ جو تحریری مواد جمع ہوتا ہے، اس میں قرآن مجید کے بعض قابلِ استعمال نسخے بھی شامل ہوتے ہیں، اور ان کو بھی بوسیدہ اوراق اور مواد کے ساتھ ری سائیکل کر دیا جاتا ہے، جو کہ درست نہیں۔

تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اگر قابلِ استعمال نسخوں کی چھانٹی کر کے، ان کو الگ کرنا ممکن ہو، تو ان کو الگ کر کے استعمال میں لانا چاہئے، لیکن اگر وہ مواد بہت زیادہ مقدار میں ہو، اور اس کی چھانٹی کر کے اور ایک ایک صفحہ کو دیکھ کر یہ امتیاز کرنا مشکل ہو کہ اس میں کون سا نقص ہے، آیا کہ لکھائی میں اغلاط ہیں، یا پھر کوئی صفحہ غائب ہے، تو ایسی صورت میں دفعِ حرج کی وجہ سے ایک ایک صفحہ کر کے چھانٹی کرنا معاف ہو جائے گا، البتہ اسی کے ساتھ ضروری ہوگا کہ جو لوگ اس طرح کا مواد بھیجتے ہیں، ان کو مطلع کر دیا جائے کہ وہ قابلِ استعمال مواد ہمارے پاس نہ بھیجیں۔

چنانچہ ٹرسٹ جمعیت القرآن نے مقدس اوراق کے بارے میں اہلِ علم حضرات سے ایک سوال یہ کیا تھا کہ:

> ان بوروں کو جو ریت میں دفنانا شروع کر دیا ہے، ہمارے پاس کئی سو بورے ضعیف پاروں یا قرآن مجید کے آجاتے ہیں، اور ہمارے لئے ناممکن ہے کہ ہم ہر بورا کھلوا کر دیکھیں کہ ان میں نئی جلد بنوا کر کام میں لایا جاسکتا ہے یا نہیں۔

اس کے جواب میں دار العلوم کراچی سے درجِ ذیل جواب تحریر کیا گیا:

> جن مساجد، مدارس اور اسکولوں وغیرہ سے یہ بورے آتے ہیں، ان کو لکھ کر بھیج دیا جائے اور زبانی بھی تاکید کی جائے کہ وہ ان میں قرآن کریم کے ایسے نسخے ہرگز نہ رکھیں، جو مرمت کے بعد قابلِ تلاوت ہوں، اس اعلان کے بعد جو ادارے اس کی خلاف ورزی کریں گے، تو اس کی ذمہ داری انہیں پر ہوگی، اگر آپ ان پر

اعتماد کرکے ان بوروں کو جوں کا توں بند رہنے دیں، اور یہ تحقیق نہ کریں کہ ان میں کوئی نسخہ ایسا بھی ہے یا نہیں، جو مرمت کے بعد قابلِ تلاوت ہو (اور اسی حالت میں دفنا دیں) تو اس تحقیق نہ کرنے کی آپ کے لئے گنجائش ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

محمد خلیل الرحمٰن: دارالافتاء، دارالعلوم کراچی 14۔۴/۴/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ: ۵/۴/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد رفیع عثمانی عفی عنہ: ۵/۴/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: احقر محمود اشرف عفی عنہ: ۵/۴/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد عبداللہ عفی عنہ: ۶/۴/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد عبدالمنان عفی عنہ: ۸/۴/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد عبدالرؤف سکھروی: ۸/۴/۱۴۲۳ھ

(فتویٰ کا مضمون مکمل ہوا)

مذکورہ فتوے میں چونکہ دفنانے کے متعلق سوال کیا گیا ہے، مٹانے یا ری سائیکلنگ کے متعلق سوال نہیں کیا گیا، اس لئے جواب میں دفنانے کا حکم ذکر کیا گیا ہے، ورنہ جو حکم دفنانے کا ہے، وہی حکم مٹانے اور ری سائیکلنگ کرنے کا بھی ہے، کیونکہ دفنانے کا حکم بھی اصل میں بوسیدہ و ناقابلِ استعمال نسخوں اور مواد کے متعلق ہے۔

لیکن جب دفعِ حرج کی وجہ سے اس میں گنجائش دی گئی ہے، تو علت کے مشترک ہونے کی وجہ سے یہاں بھی گنجائش پائی جائے گی۔

افسوس کہ جس عمل اور جد وجہد کو بے حرمتی سے بچنے کے لیے اختیار کیا گیا، بعض حضرات کی طرف سے اسی کو بے حرمتی سے تعبیر کیا جانے لگا، اور طرح طرح کے غلو وفسادات کو ہوا دی جانے لگی۔

شیخ موسیٰ لاشین کا حوالہ

شیخ موسیٰ لاشین فرماتے ہیں:

والذی تستریح إلیه النفس أن الحکم یتبع القصد والنیة، فما دام القصد صیانته من الامتهان ,جاز التخلُّص منه بأی وسیلة، الحرق،او الخرق، أو الحک، أو الغسل، أو الإلقاء فی بحر، أو إرساله إلی مصانع الورق لتصنیعه من جدید، إلی غیر ذلک من الوسائل، وکلّ ما یلتزم أن تکون الوسیلة کریمة، فلا یلقی فی مزبلة، أو فی مکان قضاء الحاجة مثلًا، أما إذا کان القصد الإهانة، فإن التخلُّص منه حرام ,ولو بطریقة کریمة(اللآلیء الحسان فی علوم القران) [1]

ترجمہ: اور جس بات پر نفس مطمئن ہوتا ہے (یعنی دل ٹھکتا ہے) وہ یہ ہے کہ حکم قصد اور نیت کے تابع ہے، پس جب تک قرآن کو اہانت سے بچانے کا قصد ہو، تو اس کو ٹھکانے لگانا کسی بھی ذریعہ سے جائز ہوگا، خواہ جلا کر ہو، یا کاٹ کر یا اکھاڑ یا کھرچ کر یا دھو کر یا دریا میں ڈال کر یا اس کو نئے کاغذ بنانے والے کارخانوں کی طرف بھیج کر یا اس کے علاوہ دوسرے ذرائع اختیار کر کے، اور بہرحال جو ذریعہ بھی اختیار کیا جائے، اس میں ادب واحترام لازم ہوگا، اس لئے اسے نہ تو کچرے اور کوڑی کے ڈھیر پر پھینکا جائے، اور نہ قضائے حاجت والی جگہ میں، لیکن جب اہانت کا قصد ہوگا، تو اس سے چھٹکارا حرام ہوگا، اگرچہ ادب واحترام والا طریقہ کیوں نہ ہو (اللآلی الحسان)

---

[1] ص۵۸،۵۹، جمع القرآن وکتابته، کتابة المصاحف فی عهد عثمان،نسخ المصحف، مطبوعة:دارالشروق، القاهرة، الطبعة الاولیٰ :۱۴۲۳ھ 2002ء.

شیخ محمد بکر اسماعیل کا حوالہ

شیخ محمد بکر اسماعیل فرماتے ہیں:

والذی علیہ الأکثر جواز التخلُّص من أوراق المصحف البالیة, وما فی حکمها من الأوراق التی فیها التفسیر والحدیث والفقه، بإحراقها أو بإلقائها فی البحر، أو بمحوها بماء أو خل، ونحو ذلک مما یزیل أثر الکتابة تمامًا، مع إلقاء الغسالة فی مکان طاهر لا تطؤه الأقدام ,مثل الحیاض التی أُعِدَّت للوضوء أو غسل الأوانی، ونحو ذلک(دراسات فی علوم القرآن) [1]

ترجمہ: اور اکثر اہلِ علم حضرات کے نزدیک قرآن کے پرانے اوراق سے اور اسی طرح جو اوراق اس کا حکم رکھتے ہیں کہ جن میں تفسیر اور حدیث اور فقہ ہوتا ہے، ان کو ٹھکانے لگانا جائز ہے، ان کو جلا کر بھی اور ان کو دریا میں ڈال کر بھی، اور ان کو پانی یا سرکہ (یا دوسرے پاک کیمیکل) وغیرہ سے مٹا کر بھی، اور ان کے علاوہ دوسرے ان (قدیم وجدید) طریقوں سے بھی، جن سے پوری طرح لکھائی کا اثر ختم ہو جائے، اس چیز کا اہتمام کرتے ہوئے کہ (لکھائی زائل ہونے کے بعد خارج ہونے والے) پانی کو پاک جگہ ڈالا جائے، جو پیروں کے نیچے نہ آئے، جیسا کہ وہ حوض جو وضو کے لئے بنائے جاتے ہیں، یا برتن وغیرہ دھونے کے لیے بنائے جاتے ہیں (دراسات فی علوم القرآن)

''فتاویٰ قطاع الإفتاء بالکویت'' کا حوالہ

''فتاوی قطاع الإفتاء بالکویت'' کی لجنۃ کا ایک فتویٰ درجِ ذیل ہے:

---

[1] ص۱۱۸، المبحث الخامس عشر :جمع القرآن فی الصدور والسطور.

يـجـوز إتـلاف أوراق الـمصاحف المستغنى عنها بكل من الطرق التالية:

1ـ ......الإحراق الذى يتحول به المصحف كله إلى رماد.

2ـ ......الـدفـن ويـجـب أن يكون فى مكان طاهر بعيد عن مواطن الأقدام .

3ـ ......التغريق بأن يوضع فى أكياس مثقلة ويلقى فى عرض البحر بعيداً عن الشاطىء.

4ـ ......الـمـحو أو الغسل بالماء أوالمواد الكيماوية الطاهرة التى تزيل كل أثر للكتابة.

5ـ ......التقطيع وذلك عن طريق آلات التقطيع العادية المعروفة التـى تـحـولهـا إلـى مـجرد حروف مقطعة لا يمكن جمع كلمات منها.

6ـ ...... تـحويلها إلى عجينة بشرط أن يزول كل أثر للكتابة منها، ولا مــانـع مـن استـعـمــال هـذه الـعجينة فى الأغراض الصنـاعية المباحة.

ويشتـرط فـى جـمـيـع هـذه الطرق أن يقصد بها تكريم المصحف وصيـانته من الامتهان، فإن قصد فاعله امتهان المصحف فإنه يكفر بـذلـک، كـمـا يشتـرط فـى الإتلاف تجنب كل ما يشعر بالإهانة والامتهـان وأن يتـولـى العمل أناس مسلمون .والـلـه أعلم(مجموعة الـفتـاوىٰ الشرعية،الصادرة عن قطاع الافتاء والبحوث الشرعية،مشمولة:فتاوى قطاع الإفتاء بالكويت،ج۵ص ۲۱۹،كتاب الحظر والإباحة،باب الكتابة والأدب)

ترجمہ: جن مصاحف (یعنی قرآن مجید کے نسخوں یا مقدس اوراق) کی ضرورت نہ ہو، ان کے اوراق کو درجِ ذیل طریقوں میں سے کسی بھی طریقہ سے تلف کرنا جائز ہے:

(1) اس طرح جلا دیا جائے کہ وہ مصحف (یعنی قرآن مجید یا مقدس اوراق) پوری طرح سے راکھ بن جائے۔

(2) اس کو دفن کر دیا جائے، لیکن یہ ضروری ہے کہ پاک جگہ میں دفن کیا جائے، جو پیروں کے روندے جانے والی جگہ سے دور ہو۔

(3) پانی میں اس طرح ڈبو دیا جائے کہ بھاری تھیلے میں رکھ کر دریا کے اندر کنارے سے دور ڈال دیا جائے۔

(4) اس کی لکھائی کو مٹا دیا جائے یا پانی کے ساتھ دھو دیا جائے، یا کیمیکل پاک مواد کے ساتھ اس طرح دھو دیا جائے کہ لکھائی کا اثر پوری طرح زائل ہو جائے۔

(5) اوراق کو کاٹ دیا جائے، ان آلات ومشینوں کے ذریعہ، جو آج کل رائج ہیں، جن کے ذریعہ سے کاغذ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے، اور تمام کلمات اور حروف ایک جگہ جمع نہیں رہتے۔

(6) ان اوراق کو گودا بنا دیا جائے، بشرطیکہ لکھائی کا اثر پوری طرح زائل ہو جائے، اور پھر اس گودے کو جائز اور مباح مصنوعات کے مقاصد میں استعمال کرنے میں کوئی مانع نہیں ہوگا۔

اور ان تمام طریقوں میں یہ شرط ہے کہ ان کے ذریعہ سے قرآن مجید کی تکریم اور اس کو بے ادبی و بے احترامی سے بچانا مقصود ہو۔

لیکن اگر اس طرح کا عمل کرنے والے کا مقصود قرآن مجید کی توہین کرنا ہو، تو وہ اس کی وجہ سے کافر ہو جائے گا، اور تلف کرنے کے سلسلہ میں یہ بھی شرط ہے کہ ان

طریقوں سے اجتناب کیا جائے، جو اہانت اور توہین پر مشتمل ہوں، اور اس طریقۂ کار کو مسلمان افراد انجام دیں، واللہ اعلم (فتائ قطاع الافتاء)

مذکورہ عبارات اور فتاویٰ سے معلوم ہوا کہ مذکورہ اوراق کو جلانا اور ری سائیکلنگ کرنا وغیرہ جائز ہے، اور بے ادبی میں داخل نہیں۔

ری سائیکلنگ سے متعلق قرآن بورڈ کی متفقہ قرارداد

پنجاب قرآن بورڈ نے 16 مئی 2005ء کو قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کی ری سائیکلنگ (Recycling) کے جائز ہونے کے متعلق ایک متفقہ قرارداد منظور کی، جس کی یکم جون 2006ء کو دوبارہ توثیق بھی کی گئی، اس قرارداد پر تمام مکاتبِ فکر کے چیدہ اہلِ علم اور شخصیات کے دستخط موجود ہیں، اس قرارداد کا متن ملاحظہ فرمائیں:

متفقہ قرارداد

(1) قرآن مجید کے ناقابلِ تلاوت، بوسیدہ نسخہ جات، اوراق، ناتمام اجزاء، طباعت وجلد بندی کے موقع پر قطع و برید شدہ ناقص اجزاء، مکتوب آیاتِ قرآنی و اسمائے مقدسہ پر مشتمل دینی کتب و اخبارات و جرائد یا دیگر مطبوعہ مواد کے تراشوں پر مشتمل تحریری مواد کی Recycling یعنی دوبارہ کارآمد بنانا ادب و حرمت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ازروئے شرع جائز ہے۔

(2) تحریر کی روشنائی کاغذ سے الگ ہونے کے بعد، بچ جانے والے گودے کو طباعت و دیگر مفید مقاصد کے لئے دوبارہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔

دستخط	دستخط
(سید رئیس عباس زیدی)	(قاری محمد حنیف جالندھری)
سیکرٹری محکمہ مذہبی امور واوقاف پنجاب	چیئرمین پنجاب قرآن بورڈ

دستخط

(ڈاکٹر طاہر رضا بخاری)

ڈائریکٹر مذہبی امور اوقاف پنجاب

دستخط

(مولانا سلیم اللہ خان)

صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

دستخط

(مفتی محمد منیب الرحمٰن)

صدر تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان

دستخط

(مولانا محمد رفیع عثمانی)

مہتمم دار العلوم کراچی

دستخط

(مولانا محمد حسین اکبر)

پرنسپل جامعہ منہاج الحسین لاہور

دستخط

(علامہ محمد مقصود احمد قادری)

خطیب و امام، مسجد داتا دربار لاہور

دستخط

(مولانا فضل الرحیم)

مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

دستخط

(پروفیسر عبد الرحمٰن لدھیانوی)

دستخط

(ابو عمار زاہد الراشدی)

شیخ الحدیث نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

دستخط

(ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی)

پرنسپل جامعہ نعیمیہ، لاہور

دستخط

(مفتی محمد خان قادری)

پرنسپل جامعہ اسلامیہ، لاہور

دستخط

(سید محمد عباس نقوی)

جامعہ المنتظر، لاہور

دستخط

(مولانا عبد المالک)

صدر رابطۃ المدارس پاکستان

یکم جون 2006ء کو پنجاب قرآن بورڈ کے اجلاس منعقدہ کمیٹی روم ایوانِ اوقاف لاہور میں، مؤرخہ 16 مئی 2005ء کی مندرجہ بالا ''متفقہ قرارداد'' کی توثیق کرتے ہوئے، قرآن پاک کے بوسیدہ مقدس اوراق کی ''ری سائیکلنگ'' کی اس سفارش کے ساتھ منظوری دی گئی ہے کہ اس سارے عمل میں قرآن پاک کے اوراق کے تقدس اور حرمت کو ہمہ وقت اور ہمہ پہلو مدنظر رکھا جائے گا، اور ہر اس عمل سے مکمل احتراز کیا جائے گا، جس سے قرآن پاک کی بے ادبی کا معمولی شائبہ بھی ہو۔

(ماخوذ از: پنجاب قرآن بورڈ، رپورٹ 07-2005ء، صفحہ 135)

اس قرارداد میں واضح طور پر قرآن مجید کے بوسیدہ و ناقابلِ استعمال نسخوں اور مقدس اوراق کی ری سائیکلنگ (Recycling) کی اجازت اور اس کے گودے کو طباعت و دیگر مفید مقاصد کے لئے استعمال کی ادب وحرمت کے تقاضوں کا لحاظ کرتے ہوئے اجازت دی گئی ہے، اور دیگر مفید مقاصد میں کاغذ کے ساتھ ساتھ گتہ سازی بھی شامل ہے، جو شرعی و فقہی اعتبار سے بالکل درست ہے، اور اس میں شبہ کرنا درست نہیں، اور ری سائیکلنگ کا طریقہ کار بھی اس میں داخل ہے، جیسا کہ ماقبل کی تفصیل اور دلائل سے بھی معلوم ہوا۔

قرآن بورڈ کے چیئرمین کا بیان

لاہور (اُردو پوائنٹ اخبار تازہ ترین۔14 مئی۔2010ء) پنجاب قرآن بورڈ کے چیئرمین علامہ احمد علی قصوری نے ایک انٹرویو میں بتایا کہ پنجاب قرآن بورڈ کمپلیکس میں قرآن محل برائے مقدس بوسیدہ اوراق قائم کیا گیا ہے، جہاں لاہور کے تمام علاقوں سے قرآن مجید کے شہید اور بوسیدہ اوراق جمع کیے جائیں گے۔

قرآن بورڈ ہر ڈویژنل ہیڈکوارٹر میں قرآن محل برائے مقدس بوسیدہ اوراق قائم کرے گا۔

صوبے بھر میں جمع ہونے والے مقدس اوراق کو فیصل آباد جڑانوالہ روڈ پر قائم ایک

ری سائیکلنگ مل میں پہنچایا جائے گا، جہاں ان مقدس اوراق کو پانی کی آمیزش میں شامل کر کے دوبارہ کاغذ اور گتہ تیار ہوگا، یہ گتہ اور کاغذ کسی بھی مقصد کے لئے دوبارہ استعمال کے قابل ہوگا۔

انہوں نے کہا کہ قرآن مجید کے مقدس بوسیدہ اوراق کی ماہیت اور نوعیت بدلنے کے بعد اس کے استعمال کا حکم بھی بدل جاتا ہے، لہٰذا مقدس اوراق ری سائیکلنگ کے بعد کسی بھی مقصد کے لئے استعمال ہو، تو اس کی بے حرمتی نہیں ہوتی۔ انہوں نے مزید کہا کہ لاہور کے شہری قرآن مجید کے مقدس اوراق نہر کے پانی میں نہ پھینکیں، نہر کا پانی آلودہ ہو چکا ہے اور مقدس اوراق پھینکنے سے ان کی بے حرمتی ہوتی ہے۔

انہوں نے کہا کہ ماضی میں قرآن مجید اور مقدس اوراق کی بردگی کے تین طریقے رائج رہے ہیں، ان میں مقدس اوراق بہتے ہوئے پانی میں پھینکنا، ان کی زمین کے اندر تدفین کرنا اور فتنوں سے بچتے ہوئے مقدس اوراق کو جلانا شامل ہیں، موجودہ زمانے میں مقدس اوراق کی بردگی کا بہترین طریقہ ری سائیکلنگ ہے اور تمام مکاتب فکر کے علماء اس عمل کو جائز قرار دینے کے بارے میں پنجاب قرآن بورڈ کے پلیٹ فارم سے متفقہ فتویٰ دے چکے ہیں۔

(http://www.urdupoint.com/weather/news-detail/live-news-128499.html)

(روزنامہ اُردو پوائنٹ۔14 مئی۔2010ء) [1]

---

[1] مفتی حافظ محمد اشتیاق الازہری صاحب لکھتے ہیں کہ:

موجودہ دور میں مقدس اوراق خصوصاً قرآن مجید کے اوراق کو بے ادبی سے بچانے میں خاصی دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، کیونکہ پہلے ان اوراق کو زمین میں دفن کر دیا جاتا تھا، اب تو زمین ہی نہیں ملتی۔ قبرستان کے لیے جگہ تنگ پڑ گئی ہے تو اوراق کے لیے جگہ کہاں ہے؟ اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ایسے اوراق کو گتے اور کاغذ بنانے والے کارخانوں میں دے دینا چاہیے، وہ ان اوراق کو پانی کے بڑے بڑے ڈرم اور کڑاھے میں ڈال دیتے ہیں، جس سے اوراق پر لکھے گئے حروف کی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

امیر انٹرنیشنل ختمِ نبوت کا بیان

امیر انٹرنیشنل ختمِ نبوت مومنٹ پاکستان ،ناظم اعلیٰ ادارہ مرکزیہ دعوت وارشاد چنیوٹ پاکستان اور ممبر صوبائی اسمبلی پنجاب مولانا محمد الیاس چنیوٹی صاحب نے ڈسٹرکٹ پریس کلب میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ چھ سال قبل 17 فروری 2010 کو مقدس اوراق کی ری سائیکلنگ کے بارے میں ایک قرارداد پنجاب اسمبلی میں منظور کی گئی تھی۔

قرارداد میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ قرآن مجید کے پرانے نسخہ جات اور دیگر متبرک اوراق کو زمین میں دفن کرنے یا انہیں پانی میں بہا دینے کی بجائے حکومتی سطح پر ری سائیکلنگ کرنے کا سسٹم رائج کیا جائے۔

انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ مقدس اوراق کو ری سائیکلنگ کرنے کا منصوبہ جلد شروع کیا جائے جو وقت کی اہم ضرورت بھی ہے۔

انہوں نے بتایا کہ اس سلسلے میں ایک درخواست وزیر اعلیٰ پنجاب اور دوسری درخواست سپیکر پنجاب اسمبلی کو دی ہے، جس میں مطالبہ کیا ہے کہ فوری طور پر ایسا ادارہ قائم کرنے کے لیے عملی اقدامات اٹھائے جائیں۔

(سجاگ چنیوٹ، 11 جنوری 2016،http://chiniot.sujag.org/news/34409)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

سیاہی زائل ہو جاتی ہے اور اوراق خالی ہو جاتے ہیں، پھر وہ پانی کسی زمین میں پاک جگہ پھینک دیتے ہیں اور وہ خشک ہو جاتا ہے، اور اوراق کو دوبارہ استعمال میں لیا جاتا ہے۔ اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اوراق کی بے حرمتی بھی نہیں ہوتی اور دوسرا ان اوراق کو دوبارہ بھی استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ ان کے گتے بنائے جا سکتے ہیں، کاغذ بنایا جا سکتا ہے، موجودہ دور میں یہ بہترین طریقہ ہے۔

(http://www.thefatwa.com/urdu/questionID/1357/، فتویٰ آن لائن، جدید فقہی مسائل، سوال نمبر 1357)

پاکستان کی قومی اسمبلی کی کمیٹی کی ہدایت

اسلام آباد(وقائع نگار خصوصی) قومی اسمبلی کی مجلس قائمہ برائے مذہبی امور کی ذیلی مجلس نے وفاقی وزارت مذہبی امور کو قرآن مجید کے شہید اوراق کو پانی میں بہانے یا دفنانے کی بجائے، ان کی ری سائیکلنگ کرنے، اور اسی کے ساتھ قرآن پاک کی طباعت کے لئے 80 گرام کاغذ کے استعمال کو لازمی قرار دینے اور اس کاغذ کو قرآن پیپر کا نام دینے کی کلی ہدایت کی ہے (''نوائے وقت'' ہفتہ 23 جولائی 2016)

وزارتِ مذہبی امور، پاکستان کا فیصلہ

اسلام آباد(عبید عباسی) وزارت مذہبی امور نے اسلام آباد میں ایک پلانٹ کے قیام کا فیصلہ کیا ہے، جس میں بوسیدہ ہو جانے والے مقدس اور مذہبی کاغذات کو ری سائیکل کیا جائے گا۔

وفاقی وزیر برائے مذہبی امور سردار یوسف کی سربراہی میں اہم اجلاس ہوا، جس میں وزارت کے افسران اور پاکستان کونسل فار سائنٹفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ (پی سی ایس آئی آر) کے ماہرین نے شرکت کی۔ ملاقات میں شریک افسران نے ایکسپریس ٹریبیون کو بتایا کہ وزارت کو مقدس و مذہبی اوراق کی بے حرمتی کی لاتعداد شکایات موصول ہوئی ہیں، جس کے بعد مقدس کاغذات کو بچانے کے لیے عملی اقدام کا فیصلہ کیا گیا ہے، جس کے تحت اسلام آباد میں پلانٹ لگایا جائے گا، جو پاکستان میں اپنی نوعیت کا واحد پلانٹ ہوگا۔

اس پلانٹ کی ری سائیکلنگ کی گنجائش ایک ٹن وزنی اوراق روزانہ ہوگی۔ تکمیل کے بعد اسلام آباد اور راولپنڈی میں ڈبے رکھے جائیں گے، جہاں عوام مقدس اوراق رکھ سکیں گے اور انہیں ری سائیکلنگ کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ دیگر بڑے شہروں میں بھی ایسے ہی پلانٹ تعمیر کرنے کا منصوبہ زیرِ غور ہے۔

(روزنامہ ''ایکسپریس'' جمعرات 28 جولائی 2016ء، http://www.express.pk/story/568932/)

حاصلِ کلام

گزشتہ تمام تر بحث کا حاصلِ کلام یہ نکلا کہ قرآن مجید کے بوسیدہ اور نا قابلِ استعمال نسخوں اور مقدس اوراق کو مذکورہ تفصیل کے مطابق بے حرمتی سے بچانے کے لئے بوقتِ ضرورت جلانے، اور حروف ونقوش مٹانے یا دفن کرنے کی کسی صورت کو حالات ومقتضیات کے مطابق، ادب واحترام کے تقاضوں کی رعایت رکھتے ہوئے اختیار کیا جاسکتا ہے، اور ان کاغذوں کو پاک پانی میں ڈال کران کو پانی میں حل کر کے نقوش وحروف کو ختم کرنا اور فاضل پانی کو کسی پاک جگہ محفوظ رکھ کر یا کثیر چلتے پانی میں بہا کر باقی ماندہ گودے سے گتہ یا کاغذ تیار کرنا اوراس کاغذ یا گتے کو دینی اور دنیاوی جائز اور مفید مقاصد میں استعمال کرنا شرعی وفقہی اعتبار سے اور پاکستان کے قانون کی رُو سے جائز بلکہ بعض جہات سے اس دور میں بے حرمتی سے بچانے اور کاغذ کی حفاظت کی احسن صورت ہے، تاہم پھر بھی اس کاغذ یا گتہ کو دینی مقاصد کے لئے استعمال کرنا زیادہ بہتر اور ادب کے زیادہ قریب ہے، اور بذاتِ خود اس عمل کو بے ادبی قرار دے کر اس کارِ خیر میں رکاوٹ کا باعث بننا درست نہیں، البتہ اس عمل کو انجام دینے کے دوران جزوی طور پر کسی کارندہ سے بے احتیاطی کی شکایت ہو، تو تشدد کا راستہ اختیار کرنے اور فسادات کو ہوا دینے کے بجائے اس کے ازالہ کی سنجیدہ کوشش کرنے میں حرج نہیں۔

آخری گزارش

آخر میں ایک گزارش یہ ہے کہ اہلِ علم حضرات کو اس چیز کی طرف توجہ کرنا بھی ضروری ہے کہ ہمارے معاشرہ میں عام طور پر عامۃ الناس کے ذہنوں میں ادب کے متعلق بعض جہات سے غلو وتشدد پیدا ہو گیا ہے، وہ اس طرح سے کہ نماز، روزہ اور دیگر فرائض اور واجبات کا اہتمام نہ کرنے اور صریح محرمات کا ارتکاب کرنے والے بے شمار لوگ بعض چیزوں میں ادب کے عنوان سے انتہائی تشدد اور سختی بلکہ غیظ وغضب کا اظہار وارتکاب کرتے ہیں، بعض اشخاص، املاک یا اموال کو غصہ اور طیش میں آکر آگ بھی لگا دیتے ہیں، مقدس اوراق کے سلسلہ میں اس طرح کے واقعات وفسادات کی ہمارے یہاں کمی نہیں ہے۔

حالانکہ اولاً تو ادب کے پیمانے خود سے مقرر کر لینا درست نہیں ہوتا، دوسرے یہ بات ممکن ہے کہ کوئی عمل کسی ایک قول کے رُو سے ادب میں آتا ہو، اور دوسرے قول کی رُو سے ادب میں نہ آتا ہو، اور عمل کرنے والے کا عمل دوسرے قول کے مطابق ہو، جیسا کہ مقدس اوراق کو جلانا وغیرہ۔

تیسرے ''ادب'' کو ہر جگہ فرض یا واجب کے معنیٰ میں مراد لینا یا اس کے ساتھ فرض یا واجب جیسا برتاؤ کرنا درست نہیں، خود فقہائے کرام نے بھی ''ادب'' کے لفظ کا استعمال عموماً مندوب، مستحب تطوع اور نفل درجہ پر کیا ہے، جس کی خلاف ورزی قابلِ منکر عمل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس صورت میں اس پر دوسروں کا نکیر کرنا اور دوسرے کے مالی وجانی نقصان کا ارتکاب کرنا ہی خود فعلِ منکر کے دائرہ میں آتا ہے۔ [1]

---

[1] أدب: التعريف: أصل معنى كلمة "أدب" فى اللغة " :الجمع "، ومنه :الأدب بمعنى الظرف وحسن التناول .سمى أدبا؛ لأنه يأدب -أى يجمع -الناس إلى المحامد.
ولا يخرج المعنى الاصطلاحى عند الفقهاء عن المعنى اللغوى، فللأدب عند الفقهاء والأصوليين عدة إطلاقات:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس طرح کے واقعات میں عامۃُ الناس کا ذہن یہ بن گیا ہے کہ وہ خود سے اپنے آپ کو نہ شرعاً فرض احکام کا مکلّف سمجھنے اور پابند کرنے کے لئے تیار ہیں، اور نہ واجب احکام کا، اور اپنے علاوہ دوسرے کو مندوب و مستحب کا بھی مکلّف کرنا چاہتے ہیں۔

اگر بالفرض کسی شخص نے ایسے ادب کی خلاف ورزی کی کہ جو مندوب وتطوع کے بجائے واجب کے زمرہ میں آتا ہے، اور اس پر امت کا اجماع بھی ہو، تب بھی اس طرح کے فعل کا ارتکاب دوسرے منکرات کی طرح ایک فعلِ منکر ہے، جس کی وجہ سے فاعل گناہ گار و عاصی ہے، لیکن عوام الناس کی طرف سے اس پر جانی و مالی تعزیر کرنا اور وہ بھی ہر قسم کی حدود و قیود سے بالاتر ہو کر پھر بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أ -قال الكمال بن الهمام :الأدب :الخصال الحميدة ، ولذلك بوبوا فقالوا " :أدب القاضي "، وتكلموا في هذا الباب عما ينبغي للقاضي أن يفعله وما ينبغي أن ينتهي عنه .وكذلك قالوا " :آداب الاستنجاء "، "وآداب الصلاة ."وعرفه بعضهم بقوله :الأدب :وضع الأشياء موضعها .

ب -كما يطلق الفقهاء والأصوليون لفظ "أدب "أيضا أصالة على المندوب ، ويعبرون عن ذلك بتعبيرات متعددة منها :النفل، والمستحب، والتطوع، وما فعله خير من تركه، وما يمدح به المكلف ولا يذم على تركه، والمطلوب فعله شرعا من غير ذم على تركه، وكلها متقاربة .

ج -وقد يطلق بعض الفقهاء كلمة "آداب "على كل ما هو مطلوب سواء أكان مندوبا أم واجبا ولذلك بوبوا فقالوا " :آداب الخلاء والاستنجاء "وأتوا في هذا الباب بما هو مندوب وما هو واجب، وقالوا :إن المراد بكلمة "آداب "هو كل ما هو مطلوب.

د -ويطلق الفقهاء أحيانا (الأدب) على الزجر والتأديب بمعنى التعزير .(ر :تعزير)

حكمه:

الأدب في الجملة هو مرتبة من مراتب الحكم التكليفي، وهو غالبا يرادف المندوب، وفاعله يستحق الثواب بفعله، ولا يستحق اللوم على تركه.

مواطن البحث:لقد نشر الفقهاء الآداب على أبواب الفقه، فذكروا في كل باب ما يخصه من الآداب، ففي الاستنجاء ذكروا آداب الاستنجاء ، وفي الطهارة بأقسامها ذكروا آدابها، وفي القضاء ذكروا آداب القضاء ، بل صنف بعضهم كتبا خاصة في الآداب الشرعية، كالآداب الشرعية لابن مفلح، وأدب الدنيا والدين للماوردي، وغيرهما(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢، ٣٤٦، مادة "أدب")

[1] کسی منکر پر نکیر کرنے کے بارے میں امرِ منکر کے متفق علیہ ہونے سے متعلق عبارات پیچھے ذکر کی جا چکی ہیں۔

ورنہ تو اگر کوئی دیگر شرعی محرمات کا ارتکاب کرے، مثلاً نماز نہ پڑھے، روزہ نہ رکھے، اس کے خلاف اس قسم کی متشددانہ کاروائیاں کرنا بھی بدرجۂ اولیٰ جائز اور کارِ خیر ہونا چاہئے۔

آخری درجہ میں اگر کسی کی طرف سے اس طرح کا فعل شرعی حکم کی اہانت واستخفاف کے طور پر صادر ہوا ہو، تو اولاً تو اس کی نیت یا اس کے طرزِ عمل کی مکمل تحقیق ضروری ہے، مثلاً قرآن مجید یا مقدس اوراق کو جلانا، ان کو اہانت سے بچانے کے لئے تھا یا اِن کی اہانت کرنے کے طور پر؟ اور اس فعل کا اصل مرتکب کون ہے؟

ان چیزوں کی تحقیق کے بعد بھی اس شخص پر شرعاً ارتداد کا حکم لگانے میں عوام کو خود مفتی یا قاضی بن کر بیٹھ جانا اور اپنے من مانے احکام مسلط کرنا اور مستند ومعتبر اور سنجیدہ اہلِ علم کے فیصلہ و فتوے سے مستغنی ہو جانا درست نہیں۔

ثبوت کے بعد بھی اس پر ارتداد والی حد یا کسی دوسری وجہ سے تعزیر کا حق حکومت کے ذمہ ہے، اس میں عوام کا خود سے قاضی وجج بن کر اپنی من مانی کے فیصلے صادر بلکہ نافذ کرنا اور انسانی جانوں یا املاک کی تباہی یا سوزی کا ارتکاب کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟

ان حالات میں اہلِ علم حضرات کو عوامی دنیا میں پائے جانے والے قدم قدم پر غلو وتشدد پر سکوت اور اس سے بڑھ کر حوصلہ افزائی کا طرزِ عمل کیسے درست قرار پا سکتا ہے، اوپر سے عوام کے اس طرح کے غلو وتشدد پر مبنی ادب واحترام کے عرف کو حجت بنا کر اس کا دوسروں کو مکلّف کرنا اور بھی زیادہ بُرا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قرآن مجید کو جلانے کے واقعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکیر کرنے والوں کو تنبیہ فرمائی، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عمل کی تحسین فرمائی، جیسا کہ تفصیلاً پہلے گزرا، علماء کے لئے بھی ایسے موقع پر یہی طرزِ عمل مناسب ہے۔

رہا یہ شبہ کہ اگر علماء اس قسم کے معاملات میں سختی اور متشددین کی حوصلہ افزائی نہیں کریں گے، تو عوام کی طرف سے جرائت بڑھے گی۔

تو اس بارے میں عرض ہے کہ علماء کے ذمہ ہر چیز کا درجہ بیان کرکے اس کی تبلیغ کرنا ہے، جب وہ ہر چیز کے درجہ کی تبلیغ کریں گے، تو امید ہے کہ ادب کرنے والے ادب کریں گے اور غلو کرنے والے غلو سے اجتناب کریں گے، اور یہی مطلوب ہے، اور اگر بالفرض کسی کی طرف سے جرائت بھی ہوتی ہو، تو کیا اس کی وجہ سے عوام الناس کی طرف سے احکامِ شرع کی مخالفت اور منکرات کے ارتکاب اور علماء ومقتداء حضرات کی طرف سے اس پر سکوت اور اس سے بڑھ کر حوصلہ افزائی کو شرعی دلائل کی روشنی میں جائز قرار دیا جاسکتا ہے؟

ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں، البتہ بعض علماء اس طرزِ عمل کو پسند کریں، تو وہ ان کا اپنا مزاج ہے، اور یہ ذوق ومزاج شریعت کے مزاج سے میل نہیں کھاتا، اور یہ کوئی شرعی حجت نہیں۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

04/ذوالقعدۃ/1437ھ بمطابق 08/اگست/2016ء بروز پیر

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

رائے گرامی

مولانا مفتی منظور احمد صاحب زید مجدہٗ

فاضل: جامعہ امدادیہ، فیصل آباد، متخصص: جامعہ دار العلوم کراچی
مفتی: اسلامک ریسرچ سنٹر، بحریہ ٹاؤن، فیز 8، راولپنڈی

فقہاء کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کے بارے میں تین طریقے ہیں:

ایک یہ کہ انہیں پاک کپڑے میں باندھ کر کسی ایسی جگہ میں دفن کر دیا جائے جہاں ان کی بے ادبی کا احتمال نہ ہو، اور دفن بھی اس طرح کیا جائے جیسے میت کو قبر کھود کر دفن کیا جاتا ہے، براہ راست اس پر مٹی نہ پڑے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے جب متفقہ مصحف تیار کیے تو اس کے علاوہ مصاحف کو دفن کرا دیا تھا۔

دوسرا یہ کہ انہیں جلا دیا جائے، یہ نہ صرف جائز بلکہ بعض اوقات واجب ہوتا ہے، کیونکہ اس میں اس کی تعظیم ہے اور اسے لوگوں کے پاؤں تلے آنے اور روندے جانے سے بچانا ہے، چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضراتِ صحابہ کے اتفاق سے اس طرح کیا جو اس کے جواز پر اجماع بنتا ہے۔

تیسرا یہ کہ مٹا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ انہوں نے باقی مصاحف کو مٹانے اور ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا حکم دیا تھا۔

ان میں سے جو صورت بھی اختیار کی جائے اس میں ایک گونہ بے ادبی ضرور پائی جاتی ہے لیکن اسے اس وجہ سے برداشت کیا گیا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی بھی صورت اختیار نہ کی جائے تو اس سے جو خرابی اور بے ادبی لازم آئے گی وہ اس سے بڑھ کر ہے۔ لہٰذا اھون

البلیتین کے پیش نظر اسے برداشت کیا گیا ہے۔

موجودہ دور میں ری سائیکلنگ کا جو طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے کہ بوسیدہ اوراق کو بڑے ڈرموں میں ڈال کر نرم کیا جاتا ہے، پھر مشین چلا کر انہیں کاٹا جاتا ہے اور گودا بنا کر اسے کار آمد بنایا جاتا ہے اور پانی کو دریا میں یا کسی پاک جگہ میں ڈال دیا جاتا ہے، اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ جلانے اور دفن کرنے سے بہتر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بھی غسل کی ایک صورت ہے، ملا علی قاری کی تصریح کے مطابق ایک روایت میں غُسل، جلانے سے افضل ہے۔

اور میرے خیال میں یہ دفن کرنے سے بھی افضل ہے کیونکہ دفن کرنے کی صورت میں بے احترامی کا خدشہ ہے وہ اس طرح کہ ہوسکتا ہے قبر نما گڑھا بیٹھ جائے اور چھت اور مٹی بوسیدہ اور مقدس اوراق پر چلی جائے، بلکہ اس کا غالب امکان ہے۔

لہٰذا اس میں بے ادبی کا بالکلیہ خاتمہ نہیں ہوتا، اور ری سائیکلنگ میں اس کا بالکلیہ خاتمہ ہو جاتا ہے۔

واضح رہے کہ مذکورہ اوراق کا گودا بنانے کے بعد قلب ماہیت کی وجہ سے اس کا حکم قرآنی اور مقدس اوراق والا نہیں رہے گا۔

لہٰذا اس سے کاغذ یا گتہ بنانا اور اسے دینی اور دنیوی جائز مقاصد کے لیے استعمال کرنے میں بھی شرعا کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے۔

واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

منظور احمد

12/1/1438ھ

دارالافتاء: اسلامک ریسرچ سینٹر

بحریہ ٹاؤن، فیز 8، رولپنڈی

رائے گرامی

مولانا مفتی محمد عالمگیر صاحب زید مجدہٗ

دارالافتاء: جامعہ امدادیہ، فیصل آباد، متخصص: جامعہ دارالعلوم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بگرامی خدمت جناب حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

مزاج گرامی!

آنجناب کی طرف سے ''مقدس اوراق کا حکم'' مع رسالہ ''مقدس اوراق کی ری سائیکلنگ'' کا مسودہ موصول ہوا۔

ماشاءاللہ مسئلہ کی اچھی تحقیق وتنقیح ہوگئی ہے۔

دلائل کا تقاضا یہی معلوم ہوتا ہے کہ مقدس اوراق کی ری سائیکلنگ کا طریقِ کار فی نفسہٖ جائز ہے، اور اس میں بے ادبی کا کوئی پہلو نہیں ہے، بلکہ سرکاری سطح پر اس سلسلے میں جو قرار دادیں منظور کی گئی ہیں، ان کی رعایت کرتے ہوئے یہ عمل مقدس اوراق کی بے ادبی سے بچاؤ کا ایک ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ جناب کی اس محنت کو قبول فرمائیں۔

والسلام

محمد عالمگیر

دارالافتاء جامعہ اسلامیہ امدادیہ، فیصل آباد

20/7/1438 ہجری

(ضمیمۂ اولیٰ)

ری سائیکلنگ کے عدمِ جواز پر مبنی ایک تحریر کا جواب

''ادارہ احترام مقدس تحریر و تصاویر مقاماتِ مقدسہ'' کے طریقۂ کار کے خلافِ شریعت اور بے ادبی پر مشتمل ہونے کے متعلق بعض حضرات کی طرف سے ایک تحریر جاری کی گئی، جس کے بارے میں مذکورہ ادارہ کی طرف سے استفتاء کیا گیا، جس کا تفصیلی جواب تحریر کیا گیا، وہ استفتاء اور اس کا جواب بھی بطور ضمیمہ کے ذیل میں نقل کیا جارہا ہے۔ محمد رضوان۔

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور مفتیانِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ہمارا ایک ادارہ ''ادارہ احترام مقدس تحریر و تصاویر مقاماتِ مقدسہ'' کے نام سے کام کرتا ہے، جس کا مقصد مقدس تحریرات کو گندی جگہوں میں پھینکے جانے اور پاؤں میں روندے جانے سے بچانا ہے، ہمارے متعین مراکز میں بہت سے لوگ بوسیدہ قرآن مجید اور مقدس اوراق بھیجتے ہیں، جو بوریوں وغیرہ کے اندر بھرے ہوئے ہوتے ہیں، پھر ہم اس تحریری مواد کو ٹرکوں کے اندر لوڈ کرا کر دریائے سندھ کے کنارے خیر آباد (نوشہرہ) میں بھیج دیتے ہیں، جہاں پر ہم نے گتہ سازی کا پلانٹ بھی لگایا ہوا ہے، پھر اس تحریری مواد کو بوریوں سے نکال کر چھانٹی کی جاتی ہے، اور جو نسخے مفید اور صحیح سالم محسوس ہوتے ہیں، ان کو الگ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور باقی مواد کو ایک بڑی ڈرم نما مشین کے اندر اوپر سے ڈال کر پاک پانی میں نرم کیا جاتا ہے، یہ ڈرم آٹھ دس فٹ اونچا ہے، جس کے اندر مواد ڈالنے کی جگہ صرف اوپر سے ہی بنی ہوئی ہے، اور اس ڈرم میں لگے ہوئے کٹر (Cutter) سے اس مواد کا گودا (Pulp) بنایا جاتا ہے، اور پھر اس گودے سے فاضل پانی کو خارج کر کے دریائے سندھ کے پاک صاف اور جاری پانی میں بہادیا جاتا ہے، اور باقی گودے سے ری سائیکلنگ

(Recycling) کر کے گتہ بنایا جاتا ہے، اور اس گتے کو جلد سازی کرنے کے لئے فروخت کر دیا جاتا ہے، اور اس سے حاصل ہونے والی قیمت کو مذکورہ ادارے کے اخراجات میں صَرف کیا جاتا ہے۔

اور یہ کام ہم نے مفتیانِ کرام کے فتاویٰ کی روشنی میں شروع کیا ہوا ہے، اور ایک عرصہ سے جاری ہے۔

مگر گزشتہ دِنوں ہمارے اس ادارے میں چند اہلِ علم نے آ کر اس کام کو قرآن کی بے ادبی قرار دیا، اور اس سلسلہ میں انہوں نے ایک فتویٰ جاری کیا، جس میں لکھا کہ:

سب سے پہلا مرحلہ جس میں قرآن کریم کے ضعیف نسخوں کو اوپر سے ایک ڈرم میں ڈال دیا جاتا ہے، یہ قرآن کریم کی بڑی بے حرمتی ہے، اور پھر ایک کٹر کے ذریعے اس کو ریزہ ریزہ کرنا دوسری بڑی بے حرمتی ہے، پھر ان حروف اور نقوش کی سیاہی اور کاغذ کو گاڑھا کر کے گتا بنانا تیسری بڑی بے حرمتی ہے۔

پھر قرآن کریم کے اوراق سے بنے ہوئے اس گتے کو نامناسب جگہوں پر استعمال کرنا چوتھی بڑی بے حرمتی ہے۔

تفسیر قرطبی میں لکھا ہے کہ قرآن کریم کی حرمت وعزت میں سے یہ بھی ہے کہ اگر قرآن کریم کا نسخہ ضعیف ہو جائے، تو اس کو دوسری کتابوں کے لئے گتا نہیں بنایا جا سکتا کیوں کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے، اور ایک احترام یہ بھی ہے کہ اگر قرآن کریم کو دھویا جائے تو اس پانی کو گندی جگہوں سے اور ایسی جگہوں سے بچایا جائے، جہاں پر لوگ پاؤں رکھتے ہوں، کیونکہ یہ اس کی بے حرمتی ہے۔

ففی تفسیر قرطبی:

ومن حرمته إذا غسل بالماء أن يتوقى النجاسات من المواضع، والمواقع التي توطأ، فإن لتلك الغسالة حرمة.

وكان من قبلنا من السلف منهم من يستشفى بغسالته.

ومن حرمته ألا يتخذ الصحيفة إذا بليت ودرست وقاية للكتب، فإن ذلك جفاء عظيم (صفحہ 62، جلد نمبر 1، المکتبۃ الوحیدیۃ)

پھر قرآن کریم کے ان ضعیف اوراق سے گتے، ٹائلٹ پیپر، ٹشو پیپر وغیرہ بنانا کسی بھی حال میں کراہت سے خالی نہیں ہے۔

ففى الفتاویٰ الهندية: سئل أبو حامد عن الكواغد من الأخبار ومن التعليقات يستعملها الوراقون فى الغلاف فقال :إن كان فى المصحف أو فى كتب الفقه أو فى التفسير فلا بأس به، وإن كان فى كتب الأدب والنجوم يكره لهم ذلک، كذا فى الغرائب.

حكى الحاكم عن الإمام أنه كان يكره استعمال الكواغد فى وليمة ليمسح بها الأصابع، وكان يشدد فيه ويزجر عنه زجرا بليغا، كذا فى المحيط ..... و كتب فيه.

ولا يجوز فى المصحف الخلق الذى لا يصلح للقراء ة أن يجلد به القرآن .اللغة والنحو نوع واحد فيوضع بعضها فوق بعض، والتعبير فوقهما والكلام فوق ذلک (الفتاویٰ الهندية، صفحه 223، جلد نمبر 5)

اسی طرح قرآن کریم کے ضعیف نسخوں کے ساتھ جدید نسخوں کو بھی گتا بنانے میں استعمال کرنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ جدید نسخوں کو بغیر کسی وجہ کے ضائع کرنا قرآن کی بے حرمتی ہے (فتوے کا مضمون ختم ہوا)

یہ یاد رہے کہ ہمارے ادارے میں اس گودے سے ری سائیکلنگ کر کے ٹائلٹ پیپر اور ٹشو پیپر وغیرہ نہیں بنائے جاتے، بلکہ صرف موٹا گتہ بنایا جاتا ہے، جو جلد بندی کے ہی کام آ سکتا

ہے، مگر فتوے میں ٹیشو پیپر بنانے کا حکم لگا دیا گیا ہے، جو کہ حقیقت کے مطابق نہیں، اور اسی طرح ہمارے ہاں حتی الامکان جدید اور قابلِ استعمال نسخوں کی ری سائیکلنگ نہیں کی جاتی، اور اپنی بساط کی حد تک جدید نسخوں کو الگ کر دیا جاتا ہے، اور مختلف علماء و مدارس کے حضرات کو ان نسخوں بلکہ اس تحریری مواد میں مفید محسوس کی جانے والی کتابوں کو الگ کر کے فراہم کرنے کی کوشش جاتی ہے۔

اس کے باوجود کبھی کوئی ایسا نسخہ ری سائیکلنگ ہو جائے، جو قابلِ استعمال ہو، تو اس کا امکان ہے، کیونکہ یہ تحریری مواد بھرے ہوئے بوروں میں بہت زیادہ مقدار میں ہوتا ہے، اور اس میں جدید نسخوں کو ہم نے شامل کیا ہوا نہیں ہوتا، بلکہ وہ دوسرے لوگوں کی طرف سے بھیجا ہوا ہوتا ہے، اتنے بڑے کام میں کسی ایک آدھ نسخہ کا ری سائیکلنگ ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔

تو کیا ہمارا مذکورہ بالا طرزِ عمل شریعت کی روشنی میں درست ہے، اور اس سلسلہ میں جو فتویٰ اوپر ذکر کیا گیا، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے۔

والسلام

امتیاز حسین ملک

منتظم: ادارہ احترام مقدس تحریر و تصاویر مقاماتِ مقدسہ، راولپنڈی

جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال میں ذکر کردہ صورتِ حال کے مطابق ان اوراق اور تحریری مواد سے گتہ تیار کرنا، اور اس گتے کو قرآن مجید و دینی کتب کی جلد بندی یا اس کے علاوہ دیگر مفید مقاصد کے لئے استعمال کرنا شرعاً جائز ہے۔

اور ان اوراق اور نسخوں کو پانی میں نرم کرنے کے لئے ڈرم میں ڈالنا، جائز ہے، جب کہ ڈرم میں کوئی ناپاک اور غلیظ چیز شامل نہ ہو، بلکہ پاک و صاف پانی ہی شامل ہو، اور ڈرم کے اندر

نصب کٹر (Cutter) کے ذریعہ سے گودا (Pulp) بنانے کے لئے ریزہ ریزہ کرنا بھی بے حرمتی میں داخل نہیں، اسی طرح اس گودے سے فاضل اور غیر ضروری پانی خارج ہونے اور اس پانی کو دریا کے پاک صاف پانی میں بہادینے کے بعد گاڑھے مواد سے گتہ بنانا بھی بے ادبی میں داخل نہیں۔

اور اسی طرح اس گتہ کو قرآن مجید اور دینی کتابوں کے علاوہ دیگر مفید مقاصد کے لئے استعمال کرنا یا جلد بندی کے لئے فروخت کرنا بھی فی نفسہٖ بے حرمتی میں داخل نہیں ہے۔

ان تمام چیزوں پر الگ الگ مختصر تبصرہ ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

جبکہ ان چیزوں کی مزید تفصیل الگ رسالہ میں درج کردی گئی ہے (اور موجودہ تحریر اسی رسالہ کا ضمیمہ ہے)

مقدس اوراق کو ڈرم میں ڈالنا

ان اوراق اور نسخوں کو پاک صاف پانی میں حل کرنے کے لئے ڈرم میں ڈالنا بے حرمتی میں اس لئے داخل نہیں کہ فقہائے کرام نے اس قسم کے اوراق اور صحیفے سمندر یا دریا میں یا حوض یا کنویں میں ڈالنے کے لئے ''القاء'' کے الفاظ استعمال کئے ہیں، جس کے معنیٰ ڈالنے کے ہیں۔

چنانچہ ردالمحتار میں ہے کہ:

ولا بأس بأن تلقى فى ماء جار كما هى أو تدفن (رد المحتار على الدر المختار، ج ا ،ص۷۷ ا ، كتاب الطهارة،سنن الغسل)

ترجمہ: اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ اس مصحف کو جاری پانی میں ڈال دیا جائے اپنی حالت پر (یعنی نقوش و حروف مٹائے بغیر) یا دفن کردیا جائے (ردالمحتار)

اور الهدایۃ کی شرح البنایۃ میں ہے کہ:

فلو ألقاها فی الماء الجاری أو دفنها لا بأس به (البناية شرح الهداية، ج١٢، ص ٢٣٨، كتاب الكراهية، مسائل متفرقة)

ترجمہ: پس اگر ان اوراق کو چلتے پانی میں ڈال دے یا اُن کو دفن کردے، تو اس میں کوئی حرج نہیں (البنایہ)

اور نصابُ الاحتساب میں ہے کہ:

کتب ورسائل یستغنی عنها وفیها اسم الله تعالی یمحی عنها ثم یلقی فی الماء الکثیر الجاری أو یدفن فی أرض طیبة أو یفعل ذلک قبل المحو (نِصَابُ الِاحْتِسَابِ،ص ۹۵،الْبَابُ الثَّانِي :الاحتساب على من يستخف بالحروف والكواغد ونحوها)

ترجمہ: جن کتب ورسائل کی ضرورت نہ رہے، اور ان میں اللہ تعالیٰ کے مبارک نام ہوں، تو ان کو مٹا کر کثیر اور چلتے پانی میں ڈال دیا جائے گا، یا پاک زمین میں دفن کردیا جائے گا، یا مٹانے سے پہلے یہ عمل کرلیا جائے گا (یعنی مٹائے بغیر اسی حالت میں کثیر اور چلتے پانی میں ڈال دیا جائے گا، یا پاک زمین میں دفن کردیا جائے گا) (نصاب الاحتساب)

فقہائے کرام کی طرف سے سمندر یا دریا وغیرہ میں ڈالتے وقت اس چیز کی قید نہیں لگائی گئی کہ اونچی جگہ سے نہ ڈالا جائے، اور نہ ہی اس طرح کرنا ہر جگہ ممکن ہے، کیونکہ ہر جگہ سمندر یا دریا کے عین قریب پہنچنا ممکن نہیں ہوتا، اور بہت سے مقامات پر اونچی جگہ کسی پُل وغیرہ سے ہی دریا میں ڈالا جانا ممکن ہوتا ہے۔

جبکہ سوال میں ذکر کردہ صورت میں اس ڈرم کی اونچائی دریا اور سمندر یا کنویں وغیرہ کے کناروں اور دریاؤں کے پلوں سے عموماً کم ہے، اور اس ڈرم یا مشین کے اندر پہنچ کر اوراق کو رکھنا ممکن نہیں ہوتا، نیز اس طرح ڈالنے سے مقصود ان اوراق کی توہین بھی نہیں۔

اس کے باوجود بھی اگر اس ڈرم میں مقدس تحریری مواد ڈالتے وقت مزید احتیاط ممکن ہو، مثلاً پہلے ڈرم میں پانی ڈالا جائے، پھر قریب سے تحریری مواد ان میں پہنچایا جائے، تو اس پر عمل کرنا مناسب ہے۔

کٹر (Cutter) کے ذریعہ سے ریزہ ریزہ کرنا

جہاں تک اس مواد کے پاک وصاف پانی میں نرم ہونے کے بعد ڈرم میں لگے ہوئے کٹر کے ذریعہ سے ریزہ ریزہ کرنے کو بے احترامی قرار دینے کا تعلق ہے، تو یہ بات اس لئے درست نہیں کہ یہاں کٹر کے ذریعہ سے ریزہ ریزہ کرنے کا مقصد اس کی بے حرمتی کرنا نہیں ہوتا، بلکہ تحریری شکل میں موجود آیات اور مقدس کلمات کو گودا بنانا اور اس تحریر کے نقوش وحروف کو مٹانا ہوتا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ کی بعض روایات میں مصحف یا مصاحف کو قطع اور ٹکڑے کرنے کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت مصعب بن سعد سے روایت ہے کہ:

أَدْرَكْتُ النَّاسَ حِيْنَ شَقَّقَ عُثْمَانُ الْمَصَاحِفَ ، فَأَعْجَبَهُمْ ذٰلِكَ ، أَوْ قَالَ :لَمْ يَعِبْ ذٰلِكَ أَحَدٌ (فضائل القرآن للقاسم بن سلام) [1]

ترجمہ: جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کو شق (یعنی قطع) کیا، تو میں نے لوگوں کو اس حال میں پایا کہ انہوں نے اس عمل کو اچھا سمجھا، اور کسی نے اس پر عیب نہیں لگایا (فضائل القرآن، تاریخ المدینہ)

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ، مشکاۃ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

(فی کل صحیفة، أو مصحف أن یحرق) بالحاء المهملة، من

---

[1] ص ۲۸۴، باب تألیف القرآن وجمعه ومواضع حروفه وسوره، تاریخ المدینة لابن شبة، ج۳ص ۱۰۰۴، کتابة القرآن وجمعه.

الإحـراق، قد يروى بالمعجمة، أى: يـنقض ويقطع ذكره الطيبى، وقـال العسقلانى: فـى رواية الأكثـر أن يـخرق بالخاء المعجمة، ولـلـمـروزى بالمهملة، ورواه الأصيلى بالوجهين، وفى رواية أبى داود، والـطبرانى، وغيرهما ما يدل على المهملة(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۴،ص ۱۵۱۹، كتاب فضائل القرآن)

ترجمہ: (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے) قرآن کے ہر دوسرے صحیفہ یا مصحف کو جلانے کا حکم فرمایا''یُـحْـرَق'' حاء کے ساتھ ہے، احراق یعنی جلانے سے ہے، اور بعض روایات میں خاء کے ساتھ (یُـخْـرَق) بھی ہے، جس کے معنیٰ (جلانے کے بجائے) توڑنے اور کاٹنے کے آتے ہیں (یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوسرے نسخوں کو کاٹنے اور ٹکڑے کرنے کا حکم دیا) طیبی نے اس کا ذکر کیا ہے، اور علامہ عسقلانی نے فرمایا کہ اکثر روایات میں''یُـخْـرَق'' خاء کے ساتھ آیا ہے، اور مروزی کی روایت میں حاء کے ساتھ آیا ہے، اور اصیلی نے دونوں طریقوں سے روایت کیا ہے، اور ابوداؤد اور طبرانی وغیرہ کی روایتوں میں حاء کے ساتھ آیا ہے (مرقاۃ)

اور فقیہ، محدث، علامہ، حافظ ابنِ قرقول المتوفیٰ 569 ہجری فرماتے ہیں کہ:

وأمـر بـكـل صـحـيـفة أو مـصحف أن يحـرق كـذا لـلـمروزى، ولـلـجـماعة بالخاء المعجمة، والأول أعرف، قال القابسى :وهو الـذى أعـرف، وقـد روى عـن الأصيلى الوجهان، وقد تحرق بعد التمزيق (مطالع الأنوار على صحاح الآثار،لابن قرقول ،ج۲،ص ۲۶۴،حرف الحاء)

ترجمہ: اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہر دوسرے صحیفہ یا مصحف کے جلانے کا حکم فرمایا، مروزی کی روایت میں اسی طریقہ سے ہے، اور ایک جماعت نے خاء کے ساتھ روایت کیا ہے، اور پہلا زیادہ معروف ومشہور ہے، قابسی نے فرمایا کہ

یہی زیادہ مشہور و معروف ہے، اور اصیلی نے دونوں طرح روایت کیا ہے، اور بعض اوقات قطع اور ٹکڑے کرنے کے بعد جلا دیا جاتا ہے (مطالع الانوار)

اور امام قاضی بدرالدین دمامینی مالکی المتوفی 827 ہجری فرماتے ہیں کہ:

(أن يُـحُـرَقَ) بحاء مهملة للمروزى، وبمعجمة لسائرهم، والأولُ أعـرفُ، وقـد رُوى عـن الأصيـلـى، ويـمـكـن الـجـمـعُ بـأن يكون الإحراقُ بعدَ التمزيق كما قاله القاضى (مصابيح الجامع، ج۸، ص ۵۱۵، كتاب فضائل القرآن، باب :جمع القرآن)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (ہر دوسرے صحیفہ یا مصحف کے) جلانے کا حکم فرمایا، مروزی کی روایت میں حاء کے ساتھ ہے، اور دوسری روایات میں خاء کے ساتھ ہے، اور پہلا زیادہ معروف و مشہور ہے، اصیلی سے اسی طرح مروی ہے، اور دونوں قسم کی روایات میں جمع و تطبیق کرنا اس طرح ممکن ہے کہ قطع و ٹکڑے کرنے کے بعد جلایا گیا ہو، جیسا کہ قاضی نے فرمایا (مصابیح الجامع)

اور قاضی محمد بن عبداللہ ابوبکر بن عربی فرماتے ہیں:

وأمـا مـا روى أنـه أحـرقهـا أو خرقها -بـالـحـاء الـمهملة أو الخاء المعجمة، وكلاهما جائز (العواصم من القواصم) ۱

ترجمہ: اور جو یہ مروی ہے کہ ''**أحـرقها أو خرقها** ''یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان مصاحف کو جلا دیا تھا، یا پھاڑ دیا تھا، حاء کے ساتھ یا خاء کے ساتھ، دونوں باتیں درست ہیں (العواصم)

اس موقع پر بعض حضرات کی طرف سے یہ شبہ کیا گیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو ان مصاحف کو جلانے یا قطع کرنے کا حکم فرمایا تھا، وہ اس لیے تھا، تاکہ ان نسخوں کا وجود منقطع

۱ ص ۸۳، الباب الثانى، عاصمة:بيان بطلان هذه الدعاوى سندا ومتنا.

ہو جائے، اور بعد میں کسی کے لیے فتنہ کا باعث نہ بنے، جبکہ زیرِ بحث صورت میں اس طرح کا فتنہ نہیں پایا جاتا، اس لیے مبحوث فیہ صورت کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں مذکورہ صورت پر قیاس کرنا درست نہیں۔

مگر اس دعویٰ سے اتفاق مشکل ہے، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں اگر فتنہ کا سدِ باب مقصود تھا، تو ہماری زیرِ بحث صورت میں بھی ایک اور فتنہ کا قلع قمع مقصود ہے، جو کہ مقدس اوراق کی بے حرمتی ہے، اور یہاں بے حرمتی سے بچانا ہی مقصود ہے، اور حکم میں اشتراک کے لیے اس طرح کی علت میں اشتراک کافی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بے ادبی سے بچنے کے لیے ان فقہائے کرام نے جو تحریق کی کراہت کے قائل ہیں، نہ صرف یہ کہ تکسیر و تحریق کی اجازت دی ہے، بلکہ انہوں نے تکسیر و تحریق کے عمل کو اس مقصد کے لیے تجویز کیا ہے۔

چنانچہ ''الدر المختار'' میں ہے کہ:

تکره إذابة درهم عليه آية إلا إذا كسره (الدر المختار مع رد المحتار، ج ا، ص ۱۷۸، کتاب الطهارة، سنن الغسل)

ترجمہ: جس درہم پر قرآن مجید کی آیت لکھی ہوئی ہو، اس کو آگ میں پگھلانا مکروہ ہے، لیکن جب اس کے ٹکڑے کر دیئے جائیں، تو (پھر آگ میں پگھلانا) مکروہ نہیں (درمختار)

اور ردالمحتار میں اس عبارت کی تشریح میں مذکور ہے کہ:

(قوله :إلا إذا كسره) فحينئذ لا يكره، كما لا يكره مسه لتفرق الحروف أو لأن الباقي دون آية (رد المحتار على الدر المختار، ج ا، ص ۱۷۸، كتاب الطهارة، سنن الغسل)

ترجمہ: لیکن جب اس (درہم پر منقوش آیت) کے ٹکڑے کر دیئے جائیں، تو اس

وقت (آگ میں پگھلانا یا جلانا) مکروہ نہیں، جیسا کہ اس وقت اس کو چھونا بھی مکروہ نہیں، کیونکہ اب اس کے حروف ایک دوسرے سے جدا ہو چکے ہیں (اور اس کو قرآنی آیت کا حکم حاصل نہیں رہا) یا اس وجہ سے کہ ٹکڑے ہونے کے بعد باقی ماندہ حروف ایک آیت سے کم ہیں (جن کو حنفیہ کے ایک قول کے مطابق قرآن کا حکم حاصل نہیں) (ردالمحتار)

اس سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کے نزدیک درہم پر منقش آیت کو توڑ کر اور ٹکڑے کر کے اس کو بعد میں آگ پر پگھلانے یا جلانے کے جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں آیت کے حروف متفرق ہو جاتے ہیں، یا ٹکڑے ہونے کے بعد وہ آیت سے کم رہ جاتا ہے، فقہائے کرام نے اس طرح قرآنی آیت کے ٹکڑے کرنے کو بے ادبی میں داخل کر کے ناجائز قرار نہیں دیا۔

درہم کو جلانے سے پہلے تکسیر یعنی ٹکڑے کرنے اور اس کے بعد تحریق یعنی جلانے کے مکروہ نہ ہونے کی تجویز سے ظاہر ہوا کہ تکسیر یعنی ٹکڑے کرنے میں ان حضرات کے نزدیک اتنی بھی کراہت نہیں پائی جاتی، جتنی تحریق یعنی جلانے میں پائی جاتی ہے۔

اور ہماری مبحوث فیہ صورت میں ''کٹر'' کے ذریعہ سے اوراق کی جو تکسیر کی جاتی ہے، اس میں آیات بلکہ تمام حروف ونقوش منقطع ہو جاتے ہیں۔

اور دارالعلوم کراچی سے اس سلسلہ میں ایک سوال کے جواب میں جو فتویٰ جاری ہوا، اس میں ہے کہ:

سوال:......کیا قرآن پاک کے پھٹے ہوئے صفحات اور بوسیدہ کاغذ والے نسخوں، پھٹے ہوئے قرآنی اوراق وقاعدے سپارے جو تعداد میں بہت زیادہ ہوں، ان کو پانی کے حوضوں میں نرم کر کے مشین کے ذریعہ ان کو گودے کی شکل میں لا کر اس گودے کو پاک رواں اور گہرے دریا میں بہایا جا سکتا ہے؟

جواب:......سوال میں مذکورہ طریقہ کے مطابق بہایا جاسکتا ہے۔

خلیل احمد اعظمی عفا اللہ عنہ: دار الافتاء، دار العلوم کراچی، ۱۰/۴/ ۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ: ۱۲/۴/ ۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: محمد عبداللہ عفی عنہ: ۱۲/۴/ ۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: احقر محمود اشرف غفر اللہ لہٗ: ۱۵/۴/ ۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: محمد عبد المنان: ۱۵/۴/ ۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: بندہ عبد الرؤف سکھروی: ۱۷/۴/ ۱۴۱۹ھ

(ماہنامہ ''البلاغ'' ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ، صفحہ ۵۶)

معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت قرآن مجید کے نسخوں یا اوراق کو مخصوص مشین سے گودا بناتے وقت قطع کرنا اور کاٹنا جائز ہے۔

ری سائیکلنگ (Recycling) کر کے گتہ بنانا

اور جہاں تک اس فتوے میں تحریر شدہ اس بات کا تعلق ہے کہ:

''تفسیر قرطبی میں لکھا ہے کہ قرآن کریم کی حرمت وعزت میں سے یہ بھی ہے کہ اگر قرآن کریم کا نسخہ ضعیف ہو جائے، تو اس کو دوسری کتابوں کے لئے گتا نہیں بنایا جاسکتا کیوں کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے، اور ایک احترام یہ بھی ہے کہ اگر قرآن کریم کو دھویا جائے تو اس پانی کو گندی جگہوں سے اور ایسی جگہوں سے بچایا جائے، جہاں پر لوگ پاؤں رکھتے ہوں، کیونکہ یہ اس کی بے حرمتی ہے''

اس بارے میں عرض ہے کہ تفسیرِ قرطبی کی مذکورہ عبارت سے پہلی بات تو معلوم ہوتی ہے کہ ان اوراق سے اگر دھو کر روشنائی کو دور کیا جائے، جیسا کہ پہلے زمانے میں کچی روشنائی کے اندر یہ سلسلہ ہوتا تھا، تو اس کو نجاست والی جگہ میں نہ ڈالا جائے، جبکہ سوال میں جو صورت ذکر

کی گئی ہے، اس میں خارج ہونے والے پانی کو پاک وصاف دریا میں بہایا جاتا ہے، غلیظ اور ناپاک جگہ میں نہیں ڈالا جاتا۔

اور تفسیر قرطبی کی عبارت سے دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ قرآن مجید کے ضعیف نسخوں اور اوراق کو کتابوں کے لئے ڈھال یعنی جلد وغیرہ بنانا بے ادبی اور ظلمِ عظیم میں داخل ہے۔

جبکہ سوال میں مذکورہ صورت کے اندر قرآن مجید کے ضعیف اوراق اور نسخوں سے جلد بندی نہیں کی جاتی، بلکہ ان اوراق اور نسخوں سے پہلے مخصوص طریقہ پر حروف ونقوش مٹادیئے جاتے ہیں، اور اس کا گودا بنایا جاتا ہے، پھر اس کے بعد اس سے دوبارہ گتہ بنایا جاتا ہے، اور اس صورت کے ناجائز ہونے کا تفسیرِ قرطبی کی عبارت میں کوئی ذکر نہیں، جبکہ دیگر فقہائے کرام کی عبارات میں اس صورت کے جائز ہونے کا صراحتاً ذکر پایا جاتا ہے۔

چنانچہ کنز الدقائق کی شرح البحر الرائق میں ہے کہ:

محا لوحا یکتب فیه القرآن واستعمله فی أمر الدنیا یجوز (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج ۱، ص ۲۱۳، کتاب الطهارة، باب الحیض)

ترجمہ: جس تختی پر قرآن کو لکھا جاتا ہے، اس کو مٹا دیا جائے اور اس (تختی) کو دنیا کے کاموں میں استعمال کیا جائے، تو جائز ہے (بحر)

اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ:

ولو محا لوحا کتب فیه القرآن واستعمله فی أمر الدنیا یجوز

(الفتاوی الهندیة)[1]

ترجمہ: اور اگر اس تختی کو مٹادے، جس پر قرآن لکھا ہوا ہے، اور اس کو دنیا کے کام میں استعمال کرے، تو جائز ہے (ہندیہ)

مذکورہ دونوں عبارات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ جن تختیوں وغیرہ پر قرآن لکھا اور چھاپا جاتا

[1] ج۵، ص ۳۲۲، کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف وما کتب فیه شیء من القرآن.

ہے، ان سے قرآن کے نقوش وحروف کو مٹا کر ان تختیوں وغیرہ کو دنیا کے کاموں میں استعمال کرنا جائز ہے، کیونکہ حروف ونقوش کے مٹ جانے کے بعد اس کو کسی مکتوب کا حکم حاصل نہیں، بلکہ خالی کاغذ یا تختی کا حکم حاصل ہے، اور نقوش وحروف مٹ جانے کے بعد اس کی ماہیت تبدیل ہونے کی وجہ سے حکم تبدیل ہو جاتا ہے۔

پہلے زمانے میں آج کل کی طرح پکی لکھائی اور چھپائی کا وجود نہیں تھا، اور کچی لکھائی ہوتی تھی، اور مروجہ کاغذوں کا بھی وجود کمیاب تھا، اور لکڑی، چمڑے وغیرہ کی تختیوں پر لکھائی ہوتی تھی، جن کو بعد میں مٹا کر دوبارہ قابلِ استعمال بنایا جاسکتا تھا، اور آج کل ان چیزوں کے بجائے کاغذ کا استعمال ہوتا ہے، اور اس کاغذ سے لکھائی کو مٹا کر اس کو دوبارہ قابلِ استعمال بنانے کی موجودہ دور میں ایک جدید شکل ری سائیکلنگ (Recycling) کرنا ہے۔

جس کے فی نفسہٖ جواز میں بعض اہلِ علم حضرات کا شبہ کرنا درست نہیں۔

اور ردالمحتار میں ہے کہ:

ولو كان فيه اسم الله تعالى أو اسم النبى -عليه الصلاة والسلام - يجوز محوه ليلف فيه شىء (رد المحتار على الدر المختار، ج ٦، ص ٣٨٧، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع)

ترجمہ: اور اگر اس (کاغذ) میں اللہ تعالیٰ کا مبارک نام ہو، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام ہو، تو اس کو اس لئے مٹانا جائز ہے، تاکہ اس کاغذ میں کوئی چیز لپیٹی جاسکے (ردالمحتار)

البحرالرائق اور فتاویٰ ہندیہ میں بھی اسی طرح سے ہے۔

بلکہ ردالمحتار میں یہ بھی ہے کہ اگر نقوش اور حروف کے اوپر سیاہی پھیر کر ان کو مٹا دیا جائے، تو اس کو مٹانے کا حکم حاصل ہو سکتا ہے۔

(قوله :فيجوز محوه)المحو :إذهاب الأثر كما فى القاموس .قال

ط :وهل إذا طمس الحروف بنحو حبر يعد محوا يحرر (رد المحتار على الدر المختار، ج ا ،ص ۱۷۸ ، كتاب الطهارة،سنن الغسل)

اللہ اور اس کے رسول کے مبارک ناموں کے لکھے ہوئے ہونے کی صورت میں اس کاغذ کے اندر کوئی چیز لپیٹنا مکروہ ہے، لیکن اس سے نقوش وحروف کو مٹانے کے بعد مکروہ نہیں۔

کاغذ میں کوئی چیز لپیٹنا بھی دنیا کے کاموں میں سے ایک کام ہے، اور ان عبارات میں اگر چہ اللہ اور اس کے رسول کے نام لکھے ہوئے ہونے کا ذکر ہے، قرآن مجید کے لکھے ہوئے ہونے کا ذکر نہیں، لیکن اس سے پہلی عبارات میں صراحت کے ساتھ قرآن کے لکھے ہوئے ہونے کا ذکر ہے۔

اور اس وقت ہمارے زیرِ بحث قرآن مجید کے وہ نسخے اور اوراق ہیں، جن سے استفادہ مشکل ہو، یا ان کی ضرورت نہ رہی ہو، اور ان نسخوں یا اوراق کی ری سائیکلنگ کر کے ان کو گتہ یا کاغذ کی شکل میں دوبارہ استعمال کرنے کی صورت سادہ طریقہ پر مٹا کر اس کاغذ کو بعینہٖ استعمال کرنے سے ہلکی ہے، کیونکہ ری سائیکلنگ میں کاغذ کی ماہیت تبدیل ہو جاتی ہے، جبکہ سادہ طریقہ پر مٹانے میں کاغذ کی ماہیت تبدیل نہیں ہوتی، اگر چہ مکتوب کی حیثیت سے ماہیت تبدیل ہو جاتی ہے کہ پہلے اس پر نقوش وحروف ہونے کی وجہ سے وہ مکتوب کہلایا جاتا تھا، اور حروف ونقوش مٹنے کے بعد مکتوب کے بجائے سادہ کاغذ شمار ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جن حضرات کے نزدیک قرآن مجید یا مقدس اوراق سے لکھائی کو مٹائے بغیر جلانا مکروہ ہے، ان کے نزدیک لکھائی کو مٹانے کے بعد اس کاغذ کو جلانے میں کراہت نہیں، کیونکہ حروف ونقوش مٹنے کے بعد اس کا سابقہ حکم بدل چکا، اور اب اس کاغذ کو جلانے میں بے ادبی کا عنصر شامل نہیں رہا۔

اس کے علاوہ پنجاب قرآن بورڈ نے 16 مئی 2005ء کو قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کی ری سائیکلنگ (Recycling) کے جائز ہونے کے متعلق ایک متفقہ قرارداد منظور کی،

جس کی یکم جون 2006ء کو دوبارہ توثیق بھی کی گئی، اس قرارداد پر تمام مکاتبِ فکر کے چیدہ اہلِ علم اور شخصیات کے دستخط موجود ہیں، اس قرارداد کا متن ملاحظہ فرمائیں:

متفقہ قرارداد

(1) قرآن مجید کے ناقابلِ تلاوت، بوسیدہ نسخہ جات، اوراق، ناتمام اجزاء، طباعت وجلد بندی کے موقع پر قطع و برید شدہ ناقص اجزاء، مکتوب آیاتِ قرآنی و اسمائے مقدسہ پر مشتمل دینی کتب و اخبارات و جرائد یا دیگر مطبوعہ مواد کے تراشوں پر مشتمل تحریری مواد کی Recycling یعنی دوبارہ کارآمد بنانا ادب و حرمت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے از روئے شرع جائز ہے۔

(2) تحریر کی روشنائی کاغذ سے الگ ہونے کے بعد، بچ جانے والے گودے کو طباعت و دیگر مفید مقاصد کے لئے دوبارہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔

دستخط	**دستخط**
(سید رئیس عباس زیدی)	(قاری محمد حنیف جالندھری)
سیکرٹری محکمہ مذہبی امور و اوقاف پنجاب	چیئرمین پنجاب قرآن بورڈ
دستخط	**دستخط**
(ڈاکٹر طاہر رضا بخاری)	(مولانا سلیم اللہ خان)
ڈائریکٹر مذہبی امور و اوقاف پنجاب	صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان
دستخط	**دستخط**
(مفتی محمد منیب الرحمٰن)	(مولانا محمد رفیع عثمانی)
صدر تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان	مہتمم دار العلوم کراچی
دستخط	**دستخط**
(مولانا محمد حسین اکبر)	(علامہ محمد مقصود احمد قادری)

پرنسپل جامعہ منہاج الحسین لاہور

خطیب وامام، مسجد داتا دربار لاہور

دستخط

(مولانا فضل الرحیم)

مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

دستخط

(پروفیسر عبدالرحمٰن لدھیانوی)

دستخط

(ابو عمار زاہد الراشدی)

شیخ الحدیث نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

دستخط

(ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی)

پرنسپل جامعہ نعیمیہ، لاہور

دستخط

(مفتی محمد خان قادری)

پرنسپل جامعہ اسلامیہ، لاہور

دستخط

(سید محمد عباس نقوی)

جامعہ المنتظر، لاہور

دستخط

(مولانا عبدالمالک)

صدر رابطۃ المدارس پاکستان

یکم جون 2006ء کو پنجاب قرآن بورڈ کے اجلاس منعقدہ کمیٹی روم ایوانِ اوقاف لاہور میں، مؤرخہ 16 مئی 2005ء کی مندرجہ بالا ''متفقہ قرارداد'' کی توثیق کرتے ہوئے، قرآن پاک کے بوسیدہ مقدس اوراق کی ''ری سائیکلنگ'' کی اس سفارش کے ساتھ منظوری دی گئی ہے کہ اس سارے عمل میں قرآن پاک کے اوراق کے تقدس اور حرمت کو ہمہ وقت اور ہمہ پہلو مدنظر رکھا جائے گا، اور ہر اس عمل سے مکمل احتراز کیا جائے گا، جس سے قرآن پاک کی بے ادبی کا معمولی شائبہ بھی ہو۔

(ماخوذ از: پنجاب قرآن بورڈ، رپورٹ 07-2005ء، صفحہ 135)

اس قرارداد میں واضح طور پر قرآن مجید کے بوسیدہ و نا قابلِ استعمال نسخوں اور مقدس اوراق

کی ری سائیکلنگ (Recycling) کی اجازت اور اس کے گودے کو طباعت و دیگر مفید مقاصد کے لئے استعمال کی ادب وحرمت کے تقاضوں کا لحاظ کرتے ہوئے اجازت دی گئی ہے، اور دیگر مفید مقاصد میں کاغذ کے ساتھ ساتھ گتہ سازی بھی شامل ہے، جو شرعی و فقہی اعتبار سے بالکل درست ہے، اور اس میں شبہ کرنا درست نہیں۔

جہاں تک مذکورہ فتوے میں ان اوراق سے ٹائلٹ پیپر اور ٹشو پیپر بنانے کو مکروہ قرار دیا گیا ہے، تو چونکہ آپ کا ادارہ ان اوراق سے صرف جلد بندی کے لئے گتے تیار کرتا ہے، اس لئے اس مسئلہ کا زیرِ بحث صورت سے تعلق نہیں، اور یہ حکم لگانا بے محل ہے۔

قابلِ استعمال نسخوں کا ری سائیکلنگ میں استعمال کرنا

جہاں تک فتوے میں ذکر شدہ اس بات کا تعلق ہے کہ ضعیف نسخوں کے ساتھ قابلِ استعمال نسخوں کو گتہ بنانے کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ بغیر کسی وجہ کے قرآن کو ضائع کرنا ہے۔

تو سوال میں آپ کی طرف سے اس کا جواب ذکر کر دیا گیا ہے کہ:

> ہمارے ہاں حتی الامکان جدید اور قابلِ استعمال نسخوں کی ری سائیکلنگ نہیں کی جاتی، اور اپنی بساط کی حد تک جدید نسخوں کو الگ کر دیا جاتا ہے، اور مختلف علماء و مدارس کے حضرات کو ان نسخوں بلکہ اس تحریری مواد میں مفید محسوس کی جانے والی کتابوں کو الگ کر کے فراہم کرنے کی کوشش جاتی ہے۔
>
> اس کے باوجود کبھی کوئی ایسا نسخہ ری سائیکلنگ ہو جائے، جو قابلِ استعمال ہو، تو اس کا امکان ہے، کیونکہ یہ تحریری مواد بھرے ہوئے بوروں میں بہت زیادہ مقدار میں ہوتا ہے، اور اس میں جدید نسخوں کو ہم نے شامل کیا ہوا نہیں ہوتا، بلکہ وہ دوسرے لوگوں کی طرف سے بھیجا ہوا ہوتا ہے، اتنے بڑے کام میں کسی ایک آدھ

نسخہ کاری سائیکلنگ ہونے کا امکان ہوتا ہے۔

تو آپ کا مذکورہ بالا طرزِ عمل درست ہے، البتہ آپ کو چاہئے کہ آپ خود سے لوگوں کو ممکنہ حد تک مطلع کردیں کہ ہمارے پاس قرآن مجید کے صرف ضعیف اور بوسیدہ یا پرانے نسخے ہی بھیجے جائیں۔

ٹرسٹ جمعیت القرآن نے مقدس اوراق کے بارے میں اہلِ علم حضرات سے ایک سوال یہ کیا تھا کہ:

ان بوروں کو جو ریت میں دفنانا شروع کردیا ہے، ہمارے پاس کئی سو بورے ضعیف پاروں یا قرآن مجید کے آجاتے ہیں، اور ہمارے لئے ناممکن ہے کہ ہم ہر بورا کھلوا کر دیکھیں کہ ان میں نئی جلد بنوا کر کام میں لایا جاسکتا ہے یا نہیں۔

اس کے جواب میں دارالعلوم کراچی سے درجِ ذیل جواب تحریر کیا گیا:

جن مساجد، مدارس اور اسکولوں وغیرہ سے یہ بورے آتے ہیں، ان کو لکھ کر بھیج دیا جائے اور زبانی بھی تاکید کی جائے کہ وہ ان میں قرآن کریم کے ایسے نسخے ہرگز نہ رکھیں، جو مرمت کے بعد قابلِ تلاوت ہوں، اس اعلان کے بعد جو ادارے اس کی خلاف ورزی کریں گے، تو اس کی ذمہ داری انہیں پر ہوگی، اگر آپ ان پر اعتماد کر کے ان بوروں کو جوں کا توں بند رہنے دیں، اور یہ تحقیق نہ کریں کہ ان میں کوئی نسخہ ایسا بھی ہے یا نہیں، جو مرمت کے بعد قابلِ تلاوت ہو (اور اسی حالت میں دفنادیں) تو اس تحقیق نہ کرنے کی آپ کے لئے گنجائش ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

محمد خلیل الرحمٰن: دارالافتاء، دارالعلوم کراچی 14۔۴/۴/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ: ۵/۴/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد رفیع عثمانی عفی عنہ: ۵/۴/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: احقر محمود اشرف عفی عنہ: ۵/۴/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد عبداللہ عفی عنہ: ۶/۴/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد عبدالمنان عفی عنہ: ۸/۴/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد عبدالرؤف سکھروی: ۸/۴/۱۴۲۳ھ

(فتویٰ کا مضمون مکمل ہوا)

اور اس میں شک نہیں کہ پہلے زمانہ کی طرح آج کل ایسے مرمت شدہ قرآن مجید کے نسخوں کا استعمال اور رواج بہت کمزور پڑ گیا ہے، جن میں ایک دو سیپارے یا چند صفحات دوسرے لگا دیئے جائیں، اور پھر ان کی جلد بندی کی جائے، کیونکہ اولاً تو الگ سے ایسے سیپاروں یا صفحات کی دستیابی دشوار ہوتی ہے، جو قرآن مجید کے اس نسخہ کی طباعت سے موافقت رکھتے ہوں، دوسرے بعض اوقات اصلاح ومرمت میں اتنے اخراجات برداشت کرنے پڑ جاتے ہیں کہ اتنے اخراجات میں بآسانی قرآن مجید کا طباعت شدہ نیا نسخہ بازار سے دستیاب ہو جاتا ہے۔ [1]

اس کے علاوہ قرآن مجید کے بعض نسخوں میں صفحات بوسیدہ ہونے کے علاوہ کسی دوسری قسم کا نقص بھی ہوتا ہے، مثلاً درمیان میں کوئی صفحہ غائب ہوتا ہے، یا اعراب وغیرہ کی اغلاط ہوتی ہیں، یا اسی طرح کا کوئی اور ایسا نقص ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے اس نسخہ کے مالکان اس کو ناقص ہونے کی وجہ سے روانہ کر دیتے ہیں، اور دوسرے شخص کو اس قسم کے نقص کا فوری جائزہ لینا ممکن نہیں ہوتا۔

تاہم آپ کے ادارہ میں اس عمل کو انجام دینے کے دوران جزوی طور پر کسی کارندہ سے بے احتیاطی کی شکایت ہو، تو اہلِ علم حضرات کی مشاورت سے اس کے ازالہ کی سنجیدہ

---

[1] نیز ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ قرآن مجید کا معیاری نسخہ خریدے، اصلاح اور مرمت شدہ نسخہ لینے کو کوئی پسند نہیں کرتا۔

کوشش کرنی چاہئے۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان

مؤرخہ: 25/شوال المکرّم/1437ھ بمطابق 30/ جولائی/2016ء بروز ہفتہ

دارالافتاء: ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

الجواب صحیح
محمد یونس
(ادارہ غفران)

الجواب صحیح
محمد امجد حسین
(ادارہ غفران)

الجواب صحیح
طلحہ مدثر
(ادارہ غفران)

الجواب صحیح
محمد ناصر
(ادارہ غفران)

الجواب صحیح
طارق محمود
(ادارہ غفران)

الجواب صحیح
عبدالوہاب
(ادارہ غفران)

الجواب صحیح
غلام بلال
(ادارہ غفران)

الجواب صحیح
محمد ریحان
(ادارہ غفران)

الجواب صحیح
شعیب احمد
(ادارہ غفران)

الجواب صحیح
محمد اسماعیل طورو/ عامر عباسی
(جامع مسجد اقصی، جامعہ بنوریہ للتعلیمات النبویہ، راولپنڈی)

الجواب صحیح
محمد ادریس حقانی
(جامع مسجد سلمان فارسی، راولپنڈی)

الجواب صحیح
محمد انصر باجوہ
(مدرسہ امام ابوحنیفہ، راولپنڈی)

الجواب صحیح
قاری محمد قاسم
(مہتمم دارالافتاء والارشاد، نزد عید گاہ گوالمنڈی، راولپنڈی)

(ضمیمۂ ثانیہ)

ری سائیکلنگ پر علماء کمیٹی کی متفقہ تجاویز

''ادارہ احترام مقدس تحریر وتصاویر مقاماتِ مقدسہ'' کے طریقۂ کار پر بعض اہلِ علم حضرات کے اعتراض اور اس کے عدمِ جواز کا حکم لگانے اور اس ادارہ کے عارضی طور پر بند ہونے کے بعد ادارہ کے منتظمین کی طرف سے ایک ''علماء کمیٹی'' قائم کی گئی، جس میں مذکورہ ادارہ میں جاری ری سائیکلنگ کے جواز اور عدمِ جواز کے قائلین کو شامل کیا گیا، اس ''علماء کمیٹی'' نے غور وخوض اور مسئلہ ہٰذا کے متعلقہ پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد متفقہ طور پر چند تجاویز تحریری طور پر منظور کیں، جس کا مضمون درجِ ذیل ہے:

ادارہ احترامِ مقدس اوراق وتصاویر مقاماتِ مقدسہ کھولنے کے لیے ''علماء کمیٹی'' کی متفقہ تجاویز

چونکہ ادارہ ہٰذا مقدس اوراق وتصاویر مقاماتِ مقدسہ کے تحفظ کے لیے قائم کیا گیا ہے، جو کہ ایک شرعی کام اور اہم دینی خدمت ہے، اس لیے ادارہ ''علماء کمیٹی'' کے تحریر کردہ متفقہ قواعد وضوابط کے مطابق کام کرے گا۔

(1)...... ادارے میں جو مقدس اوراق بوریوں میں جمع ہیں، ان کے ادب واحترام کے ملحوظِ خاطر رکھنے کے لیے عام چلنے پھرنے کی جگہ سے کچھ نمایاں اور ممتاز جگہ بنائی جائے۔

(2)...... بوریوں سے اولاً صحیح اور قابلِ استعمال اور قابلِ مرمت قرآن پاک اور سیپارے الگ کیے جائیں گے، جو کہ مساجد ومدارس اور دیگر افراد کو بلا معاوضہ ہدیتاً دیئے جائیں گے۔

(3)......اس کے علاوہ قرآن کے ضعیف اور نا قابلِ استعمال اوراق، عام اوراق سے الگ کر کے ری سائیکلنگ کرنا ادب واحترام کے زیادہ قریب ہے، تاہم

دوسرے اوراق کے ساتھ ری سائیکل کرنا بھی جائز ہے۔

(4)......مقدس اوراق کو ری سائیکل کر کے جو گتہ بنایا جائے، اسے قرآن کریم اور دینی کتب کی جلد بندی کے لیے استعمال کرنا زیادہ بہتر ہے، اور ''علماء کمیٹی'' بھی ایسے گتہ خریدار لوگوں کی تلاش میں مدد کرے گی، تاہم ـــــ [1]

(5)......ادارے کے شرعی طریقۂ کار کی نگرانی ''علماء کمیٹی'' کرے گی، اور ایک یا دو مستند علماء بھی وہاں مستقل نگرانی کے لیے مقرر کیے جائیں گے، جن کا وظیفہ ادارہ ادا کرے گا۔

(6)......کام کرنے والا عملہ باوضو ہو کر کام کرے گا، خاص طور پر قرآن مجید کے پرانے اوراق اور نسخوں کو ہاتھ لگاتے وقت باوضو ہونا چاہیے۔

(7)......مقدس اوراق اور قرآنی نسخے ڈرم میں رکھنے سے پہلے ڈرم میں پانی ڈال دیا جائے، تاکہ ممکنہ حد تک قرآن اور مقدس اوراق کا ادب واحترام ملحوظ رہے۔

(8)......گتہ صاف ستھری اور پاک جگہ پر خشک کرنے کا اہتمام کیا جائے، اور صاف پاک جگہ پر رکھا جائے۔

''علماء کمیٹی'' کے دستخط

(1)...... حضرت مولانا عبدالخالق صاحب، سلمان فارسی مسجد، اسلام آباد (سرپرست)

(2)......مولانا مفتی مختار اللہ صاحب، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک (چیئرمین)

(3)......مولانا محمد انصر باجوہ صاحب، مدرسہ امام ابوحنیفہ، راولپنڈی (جنرل سیکرٹری)

---

[1] ''علماء کمیٹی'' کی مذکورہ تجاویز میں، یہ لفظ اسی طرح سے لکھا ہوا ہے، آگے جگہ خالی ہے، غالباً آگے جملہ مکمل کرنے میں ذہول ہو گیا، ''علماء کمیٹی'' کے اس اجلاس میں بندہ بھی شریک تھا، اس سلسلہ میں شرکاء کا اس بات پر اتفاق تھا کہ اس مواد اور گتہ کو دیگر مفید اور جائز مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی بھی گنجائش ہے، جیسا کہ اس کا ذکر ''پنجاب قرآن بورڈ'' کی متفقہ قرارداد میں بھی ہے۔ محمد رضوان۔

(4)......مولانا مفتی محمد رضوان صاحب، ادارہ غفران، راولپنڈی

(5)......مولانا مفتی ریاض محمد صاحب، دارالعلوم تعلیم القرآن، راولپنڈی

(6)......مولانا مفتی عبدالنور صاحب، جامعہ فریدیہ، اسلام آباد

(7)......مولانا مفتی گل جمال صاحب، دارالعلوم عربیہ، شیر گڑھ، مردان

(8)......مولانا غلام مصطفیٰ صاحب، دارالعلوم عربیہ، شیر گڑھ، مردان

(9)......مولانا قاری محمد ساجد محمود صاحب، مدرسہ ریاض العلوم، اسلام آباد

اجلاس منعقدہ مورخہ 7/ ذوالقعدۃ/ 1437ھ 11/ اگست/ 2016ء بروز جمعرات، بعد ظہر،

بمقام: جامعہ مسجد حنفیہ اشرفیہ، فیکٹری کوارٹرز، مغل آباد، راولپنڈی، پاکستان۔

’’اوقاف ڈیپارٹمنٹ، خیبر پختونخوا‘‘ کا فیصلہ

’’ادارہ احترام مقدس تحریر و تصاویر مقاماتِ مقدسہ‘‘ کے کام کو روکنے سے متعلق بعض حضرات کی طرف سے ’’اوقاف ڈیپارٹمنٹ، خیبر پختونخوا‘‘ (Auqaf Department Khyber Pakhtunkhwa) میں شکایت درج کی گئی، جس کے متعلق مورخہ 07/ستمبر/2016ء کو مذکورہ ادارہ نے درجِ ذیل الفاظ میں فیصلہ صادر کیا:

OFFICE OF THE
ADMINISTRATOR AUQAF
KHYBER PAKHTUNKHWA,
Eldgah Charsadda Road, Peshawar
Phone: 2043428 Fax: 2043427

No:6070-6072.X-50/Auqaf Date Peshawar the:07/9/2016

To: The Deputy Commissioner,Nowshera

SUBJECT:ISSUES PERTAINING TO QURAN PAPER MILLS AND PRINTING COMPLEX NIZAMPUR,DISTRICT NOWSHERA

Dear sir,

The subject matter was taken up on the agenda of the meeting of the Standing Committee No.6 for Auqaf & Religious Affairs Department,Khyber Pakhtunkhwa,held on 01.09.2016.

The issues,whether the recycling of the old worn out (shaheed) copies of Holy Quran is in accordance with the injuctions of Islam or otherwise, was discussed in detail and keeping in view the unanimous resolution passed by the Punjab Quran Board, the permission granted for recycling by the Auqaf & Religious Affairs Department, Govt of Punjab and the Fatwa, given by Maulana Muhammad Taqi Usmani & Maulana Muhammad Rafi Usmani, the

application of Maulana Mufti Fazal Ghafoor, MPA, containing complaint, lodged by certain people was dropped.

In this connection, it is submitted that after the 18th constitutional amendment, the subject was devolved to the provinces; and in pursuance of the said devolution, the Khyber Pakhtunkhwa Publication of Holy Quran, (Elimination of printing & Recording Errors) Act 2012, was enacted and rules there-under were framed, in 2013. In pursuance of the said rules, the Khyber Pakhtunkhwa Quran Board was constituted vide Notification NO. SO(HR&MAD) 1-22/2014/8644- 80, in 2014.

Sub-Rule (b)(9) of Rule.7 of the rules ibid, enunciates and speeks about the disposal of damaged or worn out pages of Holy Quran and other papers containg sacred printed material, while Sub-Rule (c)(9) of Rules. 7, speeks about the establishment of Quran Mehal.

In the light of the above, a Quran Mehal has been established at the office of Administrator Auqaf, Khyber Pakhtunkhwa, Peshawar, which will shortly start is working.

The above mentioned damaged or worn out materials will be brought to the said Quran Mehal, from all over the Khyber Pakhtunkhwa, for further disposal/recycling.

As the subject complex has also been involved in the sacred service of recycling of the sacred Printed Materials, hence no hurdles or hindrances be made in its operation.

Deputy Administrator Auqaf,
Khyber Pakhtunkhwa, Peshawar

No:6070-6072.X-50

Copy forwarded to the:

1:..Administrator Auqaf, Khyber Pakhtunkhwa, Peshawar

2:...Assistant Commissioner Jehangira.

ترجمہ: معاملہ مذکورہ، شعبہ اوقاف ومذہبی امور خیبر پختونخوا کی سٹینڈنگ کمیٹی

نمبر 6 کی میٹنگ میں یکم ستمبر 2016ء کے ایجنڈا میں اٹھایا گیا۔
معاملہ، کہ شہید قرآنی اوراق کی ری سائیکلنگ اسلامی حکم کے مطابق ہے یا نہیں؟ تفصیل سے زیرِ بحث آیا، اور پنجاب قرآن بورڈ سے متفقہ طور پر منظور قرارداد، پنجاب حکومت کے شعبہ اوقاف و مذہبی امور کی جانب سے ری سائیکلنگ کی دی گئی اجازت اور مولانا محمد تقی عثمانی اور مولانا محمد رفیع عثمانی کی جانب سے دیئے گئے فتویٰ کی روشنی میں، مولانا مفتی فضل غفور (ممبر صوبائی اسمبلی) کی جانب سے کچھ لوگوں کی طرف سے دائر کی گئی شکایت پر مشتمل درخواست خارج کردی گئی۔
اس حوالے سے عرض ہے کہ اٹھارہویں آئینی ترمیم کے بعد مذکورہ معاملہ صوبوں کو منتقل کردیا گیا، اور اس منتقلی پر عمل کرتے ہوئے، خیبر پختونخوا، ناشر قرآن ایکٹ 2012 نافذ کردیا گیا، اور اس کے تحت 2013 میں قوانین وضع کیے گئے، ان قوانین پر عمل کرتے ہوئے 2014ء میں نوٹیفیکیشن نمبر
SO(HR&MAD)1-22/2014/8644-80 کے تحت ''خیبر پختونخوا قرآن بورڈ'' بنایا گیا۔
قانون نمبر 7 کے ذیلی قانون نمبر (9)(b) میں شہید قرآنی اوراق اور مقدس تحریرات پر مشتمل مواد کے تلف کرنے کے بارے میں وضاحت موجود ہے۔
جبکہ قانون نمبر 7 کے ذیلی قانون نمبر (9)(C) میں مذکورہ بالا مقصد کے لیے ''قرآن محل'' کے قیام کے بارے میں وضاحت موجود ہے۔
مذکورہ بالا امور کی روشنی میں، ناظم اوقاف خیبر پختونخوا، پشاور کے آفس میں ''قرآن محل'' کا قیام عمل میں آیا، جو عنقریب کام شروع کردے گا۔
مذکورہ بالا شہید اوراق و مواد، اتلاف اور ریسائیکلنگ کے لیے پورے خیبر پختونخوا سے مذکورہ ''قرآن محل'' عمل میں لایا جائے گا۔

جیسا کہ مذکورہ کمپلیکس مقدس تحریری مواد کی ری سائیکلنگ جیسی مقدس خدمات بھی سرانجام دے رہا ہے، لہٰذا اس کے کام میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی جائے (ترجمہ مکمل ہوا)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ مقدس اوراق کی ری سائیکلنگ کا طریقۂ کار فی نفسہٖ شریعت اور پاکستان کے موجودہ قوانین کے مطابق ہے، جس کو شرعی یا قانونی اعتبار سے بے ادبی قرار دینا راجح نہیں۔

البتہ اس عمل کے دوران کوئی کارندہ خود سے بے احتیاطی کا ارتکاب کرے، تو وہ اس کا ذاتی معاملہ ہے، لیکن اس کی وجہ سے اصل کام کو ناجائز وخلافِ شریعت قرار نہیں دیا جاسکتا، اور نہ ہی کسی کارندے کی بے احتیاطی کی وجہ سے اصل کام میں رکاوٹ پیدا کرنا یا اس کے خلاف جدوجہد کرنا اور اس سے بڑھ کر تشدد کا راستہ اختیار کرنا درست ہوسکتا ہے۔

فقط۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

28/صفرالمظفر/1438ھ بمطابق 29/نومبر/2016ء بروز منگل

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

مقدس اوراق سے متعلق دارالعلوم کراچی کا فتویٰ

مندرجہ بالا تمام تر تحریرات کے بعد ہمیں اس سلسلہ میں دارالعلوم کراچی کا ایک فتویٰ موصول ہوا، جس سے ہمارے اصل موقف کی تائید ہوتی ہے، وہ فتویٰ درجِ ذیل ہے۔

قرآن مجید کے اوراق جو بوسیدہ ہونے کی وجہ سے تلاوت کے قابل نہ ہوں، اسی طرح دوسری چیزیں مثلاً قاعدے، اسلامی کتابیں، مقدس اسماء پر مشتمل اخبارات ورسائل کی حفاظت کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں:

(1)......ایک صورت یہ ہے کہ ان کو کسی محفوظ جگہ میں جہاں لوگوں کی آمد بالکل نہ ہو یا کم ہو، مسلمان میت کی طرح قبر کھود کر دفن کردیا جائے، اور بہتر یہ ہے کہ بغلی قبر بنائی جائے، تاکہ قرآن مجید کے اوراق پر مٹی نہ پڑے، کیونکہ اس میں ایک گونہ تحقیر ہے۔

(2)...... دوسری صورت یہ ہے کہ قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کے ساتھ کوئی وزنی چیز باندھ کر احترام کے ساتھ سمندر میں ڈال دیا جائے، تاکہ وہ تہہ میں چلے جائیں۔

(3)......سوال میں مذکورہ طریقے کے مطابق ان مقدس اوراق کو گودا بنا کر مشینوں کے ذریعہ کاغذ یا گتہ بنانا جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں ایک چیز کو ضائع ہونے سے بچا کر دوبارہ قابلِ استعمال بنایا جاتا ہے، اور پھر ان کو کسی بھی دینی یا دنیاوی مقصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔(ماخذہ التبویب:۸۶/۱۴۵۹)

نصاب الاحتساب(۱/۹۵)

وفي وصايا الملتقط : كتب ورسائل يستغنى عنها وفيها اسم الله تعالى يمحى عنها ثم يلقى فى الماء الكثير الجارى أو يدفن فى أرض طيبة أو يفعل ذلک قبل المحو ولا يحرق بالنار.

كذا روى عن محمد بن مقاتل الرازى .فعلى هذا لو غسلها بالماء

الكثير الجارى واتخذ منه قراطيس كان أفضل (نِصَابُ الِاحْتِسَابِ، ص ٩٥، الْبَابُ الثَّانِى الاحتساب على من يستخف بالحروف والكواغد ونحوها)

الفتاوىٰ الهندية (٥/٣٢٢)

ولو محا لوحا كتب فيه القرآن واستعمله فى أمر الدنيا يجوز......

واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

جنید احمد خان عفی عنہ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۲۸/ رمضان المبارک/ ۱۴۳۸ھ ۲۴/ جون/ ۲۰۱۷ء

الجواب صحیح:

محمد عبدالمنان۔ ۲۸/ ۹/ ۱۴۳۸ھ

فتویٰ نمبر ۱۸۹۷/ ۴۰۔ مورخہ: ۲۹/ ۹/ ۳۸ھ۔ ۲۵/ ۶/ ۲۰۱۷ء

(ضمیمۂ ثالثہ)

اوراقِ مقدسہ کو دریابُرد کرنے یا جلانے کا حکم

قرآن مجید کے بوسیدہ وغیرہ اوراق کو دریابُرد کرنے یا جلانے کے متعلق بندہ نے ایک سوال کا کچھ تفصیل سے جواب تحریر کیا تھا، اس سوال اور جواب کو بھی ضمیمہ کے طور پر ذیل میں شامل کیا جارہا ہے۔ محمد رضوان۔

سوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم جناب مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

آپ سے قرآن مجید کے بوسیدہ وناقابلِ استعمال اوراق اور دیگر مقدس اوراق کے سلسلہ میں دو مسائل دریافت طلب ہیں۔

پہلا مسئلہ دریافت طلب یہ ہے کہ گزشتہ زمانہ میں مصحف شریف (اوراقِ مقدسہ) کو پانی میں ٹھنڈا کرنے کا طریقہ استعمال کیا جاتا تھا، کیونکہ اس وقت کچی روشنائی کا استعمال کیا جاتا تھا، اور وہ اوراق پانی میں ڈالنے سے سیاہی روشنائی تحلیل ہوجاتی تھی، جبکہ موجودہ دور میں پرنٹنگ میں پکی سیاہی استعمال میں لائی جارہی ہے، اور کاغذ بھی ایسا استعمال کیا جارہا ہے، جو واٹر پروف کہلاتا ہے، اور اس وقت بہت سارے لوگ مصحف شریف (مقدس اوراق) دریاؤں اور نہروں میں بہادیتے ہیں، اور دیکھا گیا ہے، لاہور شہر کے اندر اچھرہ نہر میں اور گوجرانوالہ میں اور اس کے علاوہ دوسری بہت سی نہروں میں جب پانی خشک یا کم ہوجاتا ہے، تو غلاظت میں لپٹے ہوئے مقدس اوراق اپنی اصلی حالت میں موجود ہوتے ہیں، جنابِ والا! آج کل نہروں کے پانی کے ساتھ جگہ جگہ آبادی وغیرہ کی نکاسی کا نجس وناپاک پانی بھی منسلک ہوچکا ہے، اور لوگ مقدس اوراق ان نہروں میں بہاتے ہیں، جبکہ آپ کے علم میں

ہے کہ نجس پانی بھاری ہونے کی وجہ سے نچلی سطح میں بہتا ہے، اس حالت میں مقدس اوراق کی بے حرمتی یقینی طور پر ہوتی ہے، اور ایسے ایمان سوز توہین آمیز مناظر دیکھنے میں آتے ہیں کہ گویا کہ اس طرزِ عمل کی وجہ سے ہم ربِّ قہار کے عذاب کو دعوت دے رہے ہیں، اور ربِّ قہار کی لعنت کے مستحق ٹھہر رہے ہیں، کیا ایسے ندی، نالوں، نہروں میں مقدس اوراق بہانے کی پھر بھی اجازت ہوگی، اور یہ عمل مقدس اوراق کی تعظیم وتکریم کی بنیاد کہلائے گا۔

دوسرا مسئلہ دریافت طلب یہ ہے کہ قرآنی نسخہ جات اور مقدس اوراق کی تدفین کے متعلق موجودہ دور میں جہاں جگہ کی قلت کی وجہ سے قرآنی اوراق کو تدفین کے مراحل سے گزارنے کے لیے بہت سی مشکلات پیدا ہو چکی ہیں، اسی کے ساتھ یہ بھی مشاہدہ میں آیا ہے کہ تدفین کردہ نسخہ جات پر جانور کی میگنیاں موجود ہوتی ہیں، اور جانوروں کی نجاست کی وجہ سے بدبو پیدا ہو جاتی ہے، اور ایسے ہی بہت سے نسخہ جات کو نکالنے کے بعد دیکھنے میں آیا کہ ان میں بدبو بے حد قوی ہو جاتی ہے، باوجود عطر لگانے کے بھی بدبو ختم نہیں ہوتی، ہمارے یہاں قبرستان میں بھی غلاظت کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں، اور وہاں جانور بھی پھرتے ہیں، قرآنی نسخہ جات پر کیڑا اور دیمک بھی لگ جاتی ہے، کیونکہ ہمارے یہاں جگہ جگہ نمی ہے، اور بھی ایسی بہت سی وجوہات ہیں، جن کا بیان کرنا احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔

جنابِ والا فقہائے کرام کے بیان کردہ طریقہ کے مطابق ادب واحترام کے ساتھ تدفین فی زمانہ انتہائی مشکل ہے، اور اس وقت ہمارا ضمیر اس پر ہمیں ملامت کرتا ہے، تو ہم آپ سے اجازت لینا چاہتے ہیں، بحوالہ (حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مصحف شریف کو جلانا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے مجموعہ احادیث مبارکہ کو جلا کر محفوظ کیا) کیا ہم جلا کر (ایک سمال پلانٹ) ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے محفوظ کر کے راکھ مبارک کو مثل سفوف (کئی بار چھان کر کے کوئی ذرہ اپنی حالت میں موجود نہ رہے) بنا کر بہتے ہوئے صاف، شفاف، پاک پانی میں ایک مخصوص ترتیب سے ٹھنڈا کر دیں، تو کیا یہ جائز ہے،

شریعتِ مطہرہ کے دائرے میں رہ کر رہنمائی درکار ہے؟

جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آپ کے دونوں مسائل کے جوابات بالترتیب درجِ ذیل ہیں۔

مقدس اوراق کو دریا بُرد کرنے کا حکم

آپ کے دریافت کردہ پہلے مسئلہ کے جواب میں عرض ہے کہ مقدس اوراق یا قرآن مجید کے جو نسخے بوسیدہ یا اغلاط پر مشتمل ہونے کی وجہ سے قابلِ استعمال نہ رہیں، ان کو بے ادبی و بے احترامی سے بچانے کے لیے فقہائے کرام نے اپنے اپنے اجتہاد سے مختلف صورتیں اور شکلیں تجویز کی ہیں، ان سب کا اصل مقصد یہ ہے کہ مقدس اوراق اور نسخوں کو بے ادبی و بے احترامی اور بے حرمتی سے بچایا جائے، جس کے لیے پاک وصاف جگہ میں ادب واحترام کے ساتھ دفن کرنے، ان کو جلا کر راکھ کر دینے اور پانی سے دھونے اور مٹانے کی سب صورتیں داخل ہیں، مگر ان سب میں یہ شرط ہے کہ ان کو ادب واحترام کے تقاضوں کے مطابق اختیار کیا جائے۔

ظاہر بات ہے کہ اگر ان میں سے کوئی طریقہ اختیار کیا جائے، لیکن اس سے اصل مقصد، جو کہ بے ادبی و بے احترامی اور بے حرمتی سے بچانا تھا، وہ حاصل نہ ہو، بلکہ الٹا بے احترامی و بے حرمتی لازم آئے، وہ کیسے جائز ہوسکتا ہے۔

اور پہلے زمانہ میں عموماً خام اور غیر پختہ سیاہی کے ذریعہ سے لکھائی ہوا کرتی تھی، اور لکھائی بھی مختلف چیزوں مثلاً لکڑی، چمڑے وغیرہ کے الواح اور تختیوں پر ہوا کرتی تھی، اور اس زمانہ میں مبارک کلمات اور قرآن مجید کے نقوش وحروف کی اس طرح کی خام اور غیر پختہ لکھائی کو الواح اور تختیوں سے پانی کے ذریعہ دھو کر یا ان الواح اور تختیوں کو پاک وصاف پانی میں ڈال کر مٹانا ممکن ہوا کرتا تھا۔

اس لیے پہلے زمانہ میں مقدس الواح واوراق کو بے ادبی و بے حرمتی سے بچانے کے لیے اہلِ علم حضرات نے پانی سے دھونے، یا پاک وصاف پانی میں لکھے ہوئے مضمون کو ڈال دینے کی تجویز دی تھی، تاکہ وہ پاک وصاف پانی میں حل ہونے سے دُھل جائے، اور لکھائی کے حروف ونقوش کا اثر زائل ہوجائے، اسی کے ساتھ فقہائے کرام نے پانی کے پاک ہونے کی بھی قید لگائی ہے۔

لیکن جب پختہ سیاہی کا استعمال عام ہوگیا، اور لکھائی کا رواج بھی الواح اور تختیوں کے بجائے مروّجہ کاغذوں پر ہونے لگا، اور ان کاغذوں کے اوراق کو اپنی حالت پر برقرار رکھتے ہوئے مٹانا ممکن نہ رہا، تو ظاہر ہے کہ پاک وصاف پانی میں ان اوراق وصفحات اور نسخہ جات کا بہادینا یا ڈال دینا کافی نہ ہوگا، بلکہ یہ دیکھنا بھی ضروری ہوگا کہ اس طرزِ عمل کے بعد لکھے ہوئے اوراق وصفحات کی بے ادبی و بے احترامی تو لازم نہیں آتی۔

اگر لازم آتی ہے تو پھر مذکورہ طریقہ پر کسی نہر یا دریا وغیرہ میں صرف ڈال دینا یا بہادینا جائز نہ ہوگا، اسی لیے بعد کے حضرات نے پانی میں ڈالنے کے لیے یہ قید لگائی کہ ان اوراق کو کسی ایسی چیز میں لپیٹ کر بھاری چیز ساتھ رکھ کر پاک اور گہرے پانی میں ڈالا جائے، تاکہ بعد میں وہ مقدس اوراق، لکھی ہوئی حالت میں اوپر نہ آجائیں، اور ان کی بے احترامی لازم نہ آئے۔

اور جیسا کہ سوال میں ذکر کیا گیا کہ آج کل ان اوراق اور نسخہ جات کو دریا بُرد کرنے کے بعد جب دریا کا پانی خشک یا کم ہوجاتا ہے، تو مٹی اور غلاظت میں لپٹے ہوئے مقدس اوراق اپنی اصلی حالت میں موجود ہوتے ہیں، کیونکہ آج کل نہروں کے ساتھ مختلف آبادیوں کا نجاست زدہ پانی بھی ساتھ شامل ہوتا ہے۔

لہٰذا سوال میں مذکورہ طریقہ کار پر عمل کرنا جائز نہ ہوگا، اور اس کی وجہ یہی ہے کہ دریا بُرد کرنے کا مقصد بے ادبی و بے احترامی سے بچانا تھا، اور مذکورہ صورت میں اس کے بجائے بے ادبی و بے احترامی لازم آرہی ہے۔

نوادرُ الاصول میں ہے:

وأن لا يمحوه من اللوح بالبزاق ولكن يغسله بالماء وإذا غسله بالماء أن يتوقى النجاسات من المواضع والمواقع التى توطأ فإن لتلك الغسالة حرمة وأن من كان قبلنا من السلف منهم من يستشفى بغسالته .وأن لا يتخذ الصحيفة إذا بليت ودرست وقاية للكتب فإن ذلك جفاء عظيم ولكن يمحوها بالماء (نوادر الأصول فى أحاديث الرسول،للحكيم الترمذى، ج۳،ص ۱۶۹ ،الأصل الثالث والخمسون والمائتان)

ترجمہ: اور (قرآن مجید کے احترام میں یہ بھی داخل ہے کہ) اس کو تختی وغیرہ سے تھوک کے ذریعہ نہ مٹائے، بلکہ اس کو پانی سے دھوکر مٹائے، اور جب اس کو پانی سے دھوکر مٹائے، تو نجاست والے مقامات اور روندے جانے والے مواقع (میں یہ پانی بہانے) سے بچا جائے، کیونکہ اس پانی کا احترام ہے، اور ہم سے پہلے بعض بزرگ قرآن مجید دھوئے ہوئے پانی سے شفا حاصل کیا کرتے تھے۔

اور احترام میں یہ بھی داخل ہے کہ جب قرآن مجید کا نسخہ پرانا اور بوسیدہ ہوجائے، تو اسے کتابوں کو (پکڑنے اور حفاظت کرنے کے لئے) ڈھال نہ بنایا جائے، کیونکہ یہ ظلمِ عظیم ہے، بلکہ اس قرآن مجید کے نقوش وحروف کو پانی سے دھولیا جائے (نوادرالاصول)

ملاعلی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واختلف العلماء فى ورق المصحف البالى إذا لم يبق فيه نفع أن الأولى هو الغسل، أو الإحراق؟ فقيل: الثانى لأنه يدفع سائر صور الامتهان، بخلاف الغسل فإنه تداس غسالته، وقيل الغسل وتصب الغسالة فى محل طاهر لأن الحرق فيه نوع إهانة(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۴،ص ۱۵۱۹ ،كتاب فضائل القرآن)

ترجمہ: اور علماء کا قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کے بارے میں جن کا نفع باقی نہ رہے، اختلاف ہے کہ بہتر ان کو دھو دینا ہے، یا جلا دینا ہے؟ پس ایک قول یہ ہے کہ جلا دینا بہتر ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ سے اہانت کی تمام صورتیں ختم ہو جاتی ہیں، بخلاف دھونے سے کہ اس کے دھوئے ہوئے پانی کی بے احترامی ہوتی ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ دھو دینا بہتر ہے، اور اس کے پانی کو پاک جگہ میں ڈال دیا جائے، کیونکہ جلانے میں (ظاہری طور پر) ایک طرح کی اہانت پائی جاتی ہے (مرقاۃ)

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

وفی مسائل الملتقط: ورسائل تستغنی عنها ، وفیها اسم الله تعالیٰ یمحیٰ، ثم یلقی فی الماء الکثیر (الفتاویٰ التاتارخانیة، ج۱۸ ص ۶۹، کتاب الکراهیة، الفصل فی المسجد والقبلة وغیرها)

ترجمہ: اور مسائلِ ملتقط میں ہے کہ جن (دینی) رسائل کی ضرورت نہ رہے، اور ان میں اللہ تعالیٰ کا نام ہو، تو ان کو مٹا دیا جائے، پھر کثیر پانی میں ڈال دیا جائے (فتاویٰ تاتارخانیہ)

فتاویٰ شامی میں ہے:

وفی الذخیرة :المصحف إذا صار خلقا وتعذر القراء ة منه لا یحرق بالنار إلیه أشار محمد وبه نأخذ.

ولا یکره دفنه، وینبغی أن یلف بخرقة طاهرة، ویلحد له لأنه لو شق ودفن یحتاج إلی إهالة التراب علیه، وفی ذلک نوع تحقیر إلا إذا جعل فوقه سقف، وإن شاء غسله بالماء .

أو وضعه فی موضع طاهر لا تصل إلیه ید محدث ولا غبار، ولا قذر تعظیما لکلام الله عز وجل اهـ (رد المحتار علی الدر المختار، ج۶، ص ۴۲۲، کتاب الطهارة، سنن الغسل)

ترجمہ: اور ذخیرہ میں ہے کہ قرآن مجید کا نسخہ جب پرانا ہوجائے، اور اس سے قرائت کرنا دشوار ہوجائے، تو آگ میں نہیں جلایا جائے گا، اسی کی طرف امام محمد نے اشارہ کیا ہے، اور ہم اسی کو لیتے ہیں۔

اور اس کو دفن کرنا مکروہ نہیں ہے، لیکن مناسب یہ ہے کہ اس کو پاک کپڑے میں لپیٹا جائے، اور بغلی قبر بنائی جائے، کیونکہ اگر ویسے ہی سیدھا گڑھا کھود کر اس کو دفن کیا جائے گا، تو اس پر مٹی ڈالنے کی ضرورت پڑے گی، اور اس میں ایک طرح کی تحقیر لازم آتی ہے، لیکن اگر اس کے اوپر چھت بنادی جائے (یعنی اوپر لکڑی یا پتھر وغیرہ رکھ کر پھر مٹی ڈالی جائے، تو حرج نہیں)

اور اگر چاہے تو اس قرآن کو (الواح وتختیوں وغیرہ سے) پانی کے ذریعہ دھودے۔ یا اس (قرآن مجید کے مطبوعہ ومکتوبہ نسخہ یا اوراق) کو ایسی پاک جگہ رکھ دے، جہاں نہ تو بے وضو شخص کا ہاتھ پہنچے، اور نہ گردوغبار پہنچے، اور نہ کوئی گندگی پہنچے، اللہ عزوجل کے کلام کی تعظیم کے لئے (ردالمحتار)

دفن کرنے اور کسی پاک وصاف جگہ رکھنے میں گندگی سے حفاظت کا اہتمام ضروری ہے، پھر ایسی جگہ ڈالنے کی کیسے اجازت ہوسکتی ہے، جہاں ان اوراق پر گندگی اور غلاظت پڑے۔

شمس الدین محمد بن عمر سفیری (المتوفیٰ 956ہجری) فرماتے ہیں:

وهل الحرق أولى أو الغسل بالماء ؟ قال بعضهم :الحرق أولى من الغسل، لأنها بعد الغسل قد تقع على الأرض، ولا يكره الحرق إذا تعلق به غرض صحيح، كما إذا خاف أن توطأ تلك الورقة أو تستعمل فى غير القراء ة، فقد أحرق عثمان مصاحف، وكان فيها آيات وقرآن منسوخ ولم ينكر عليه (شرح صحيح البخارى لشمس الدين السفيرى، ج۲، ص ۲۴، كتاب بدء الوحى)

ترجمہ: اور کیا (ان مصاحف کو) جلانا افضل ہے یا پانی سے دھونا؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ دھونے کے بجائے جلانا زیادہ افضل ہے، اس لئے کہ بعض اوقات وہ دھونے کے بعد زمین پر گرتا ہے (جس کی بے ادبی کا خدشہ ہوتا ہے) اور جلانا اُس صورت میں مکروہ نہیں، جب کہ اس سے کوئی صحیح غرض وابستہ ہو، مثلاً یہ خوف ہو کہ اس ورقہ کی پیروں تلے روند کر بے ادبی ہوگی یا قرائت کے علاوہ کسی اور چیز (مثلاً ردّی) میں استعمال ہوگا (تو اس صورت میں جلانا مکروہ نہیں) کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی مصاحف کو جلایا تھا، جس میں آیات تھیں، اور قرآن کا منسوخ حصہ بھی تھا، اور اس پر (ان کے مبارک دور میں) نکیر نہیں کی گئی (سفیری)

''حاشیۃ الشروانی'' میں ہے:

(قوله :والغسل أولى منه) أى إذا تيسر ولم يخش وقوع الغسالة على الأرض وإلا فالتحريق أولى......

قال الشيخ عز الدين وطريقه أن يغسله بالماء أو يحرقه بالنار قال بعضهم إن الإحراق أولى؛ لأن الغسالة قد تقع على الأرض (حاشية الشروانى،على تحفة المحتاج،ج ا ،ص ۱۵۵ ا ،كتاب الجنائز)

ترجمہ: مصنف کا یہ قول کہ (مقدس اوراق کو) جلانے کے مقابلہ میں دھونا بہتر ہے، یہ اس صورت میں ہے، جبکہ دھونا آسان ہو، اور دھلے ہوئے پانی کے زمین پر گرنے کا خوف نہ ہو، ورنہ جلا دینا اولیٰ و بہتر ہوگا......۔

شیخ عزالدین (بن عبدالسلام شافعی) نے فرمایا کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو پانی سے دھودے یا آگ میں جلا دے، بعض نے فرمایا کہ جلا دینا اولیٰ و بہتر ہے، کیونکہ دھلا ہوا پانی بعض اوقات زمین پر گرتا ہے (حاشیۃ الشروانی)

''حاشیۃ الرملی''میں ہے:

(قوله :صيانة لاسم الله تعالى عن تعرضه للامتهان) ، وقال بعضهم :إن الإحراق أولى من الغسل لأن الغسالة قد تقع على الأرض (حاشية الرملي الكبير على اسنى المطالب، ج ۱،ص ۶۲،باب الأحداث)

ترجمہ: مصنف کا یہ قول کہ'' اللہ تعالیٰ کے نامِ نامی کو بے احترامی سے بچانے کے لیے'' بعض نے فرمایا کہ جلا دینا بہتر ہے، دھونے کے مقابلہ میں، کیونکہ بعض اوقات دھلا ہوا پانی زمین پر گرتا ہے (حاشیۃ الرملی)

سعودی عرب کی''اللجنة الدائمة'' کے ایک سوال کے جواب میں ہے:

ما تمزق من المصاحف والكتب والأوراق التى بها آيات من القرآن يدفن بمكان طيب، بعيد عن ممر الناس وعن مرامى القاذورات، أو يحرق؛ صيانة له، ومحافظة عليه من الامتهان؛ لفعل عثمان رضى الله عنه.

وبالله التوفيق .وصلى الله على نبينا محمد، وآله وصحبه وسلم.

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

عضو// عضو // نائب رئيس اللجنة // الرئيس

عبد الله بن قعود // عبد الله بن غديان // عبد الرزاق عفيفى // عبد العزيز بن عبد الله بن باز

(فتاوى اللجنة الدائمة ، ج۶ ص ۲۲ ،ماذا يُعمل بالمصحف المغلوط أو الممزق، رقم الفتوىٰ ۴۶۶۰)

ترجمہ: قرآن مجید اور کتابیں اور مقدس اوراق جن میں قرآن کی آیات ہوں، اور وہ پھٹ جائیں، تو ان کو ایسی پاک جگہ میں دفن کر دیا جائے گا، جو لوگوں کی گزرگاہ سے دور ہو، اور گندگی ڈالی جانے والی جگہ سے بھی دور ہو، یا ان کو جلا دیا

جائے گا، ان کی حفاظت کے لیے، اوران کو اہانت و بے احترامی سے بچانے کے لیے، جس کی دلیل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فعل ہے۔

وبالله التوفيق .وصلى الله على نبينا محمد، وآله وصحبه وسلم

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

رکن	رکن	نائب رئیس اللجنۃ	رئیس
عبداللہ بن قعود	عبداللہ بن غدیان	عبدالرزاق عفیفی	عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز

(فتاویٰ اللجنۃ)

''مشکاۃ'' کی شرح ''مرعاۃ المفاتیح'' میں ہے:

قلت: وإحراقه بقصد صيانته بالكلية لا امتهان فيه بوجه بل فيه دفع سائر صور الإهانة فهو الأولى بل المتعين، وأما القول بتعين الغسل ففساده ظاهر مع أنه لا يمكن فى الأوراق المطبوعة كما لا يخفى(مرعاة المفاتيح، ج۷ص ۳۳۰، كتاب فضائل القرآن، الفصل الثالث)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ (مقدس و بوسیدہ اور نا قابلِ استعمال) قرآن کو جلا دینا، جبکہ اس کی بالکلیہ حفاظت کے پیشِ نظر ہو، اس میں کسی حیثیت سے بھی اہانت کا تصور نہیں پایا جاتا، بلکہ اس میں اہانت کی تمام صورتوں سے حفاظت پائی جاتی ہے، لہٰذا یہی صورت بہتر بلکہ (موجودہ دور میں) متعین ہے، جہاں تک دھو دینے کے متعین ہونے کا قول ہے، تو اس کا فساد ظاہر ہے، باوجودیکہ موجودہ دور کے مطبوعہ اوراق کا دھو دینا ممکن بھی نہیں ہے، جیسا کہ یہ بات مخفی نہیں (مرعاۃ المفاتیح)

''اللآلیء الحسان فی علوم القرآن'' میں ہے:

والذى تستريح إليه النفس أن الحكم يتبع القصد والنية، فما دام القصد صيانته من الامتهان ,جاز التخلُّص منه بأى وسيلة، الحرق،او الخرق، أو الحك، أو الغسل، أو الإلقاء فى بحر، أو

إرساله إلى مصانع الورق لتصنيعه من جديد، إلى غير ذلك من الوسائل، وكلّ ما يلتزم أن تكون الوسيلة كريمة، فلا يلقى في مزبلة، أو في مكان قضاء الحاجة مثلًا، أما إذا كان القصد الإهانة، فإن التخلُّص منه حرام ,ولو بطريقة كريمة (اللآلىء الحسان في علوم القرآن) [1]

ترجمہ: اور جس بات پر نفس مطمئن ہوتا ہے (یعنی دل ٹھکتا ہے) وہ یہ ہے کہ حکم قصد اور نیت کے تابع ہے، پس جب تک قرآن کو اہانت سے بچانے کا قصد ہو، تو اس کو ٹھکانے لگانا کسی بھی ذریعہ سے جائز ہوگا، خواہ جلا کر ہو، یا کاٹ کر یا اکھاڑ یا کھرچ کر یا دھو کر یا دریا میں ڈال کر یا اس کو نئے کاغذ بنانے والے کارخانوں کی طرف بھیج کر یا اس کے علاوہ دوسرے ذرائع اختیار کر کے، اور بہر حال جو ذریعہ بھی اختیار کیا جائے، اس میں ادب واحترام لازم ہوگا، اس لئے اسے نہ تو کچرے اور کوڑی کے ڈھیر پر پھینکا جائے، اور نہ قضائے حاجت والی جگہ میں، لیکن جب اہانت کا قصد ہوگا، تو اس سے چھٹکارا حرام ہوگا، اگرچہ ادب واحترام والا طریقہ کیوں نہ ہو (اللآلی الحسان)

''**فتاوى قطاع الإفتاء بالكويت**'' کی لجنۃ کا ایک فتویٰ درجِ ذیل ہے:

يجوز إتلاف أوراق المصاحف المستغنى عنها بكل من الطرق التالية:

1۔ ......الإحراق الذى يتحول به المصحف كله إلى رماد.

2۔ ......الدفن ويجب أن يكون في مكان طاهر بعيد عن مواطن الأقدام .

---

[1] ص۵۸، ۵۹، جمع القرآن وكتابته، كتابة المصاحف في عهد عثمان، نسخ المصحف، مطبوعة: دارالشروق، القاهرة، الطبعة الاولىٰ: ۱۴۲۳ھ 2002ء .

3۔ ......التغريق بأن يوضع فی أكياس مثقلة ويلقى فی عرض البحر بعيداً عن الشاطیء.

4۔ ......المحو أو الغسل بالماء أوالمواد الكيماوية الطاهرة التی تزيل كل أثر للكتابة.

5۔ ......التقطيع وذلک عن طريق آلات التقطيع العادية المعروفة التی تحولها إلی مجرد حروف مقطعة لا يمكن جمع كلمات منها.

6۔ ...... تحويلها إلی عجينة بشرط أن يزول كل أثر للكتابة منها، ولا مانع من استعمال هذه العجينة فی الأغراض الصناعية المباحة.

ويشترط فی جميع هذه الطرق أن يقصد بها تكريم المصحف وصيانته من الامتهان، فإن قصد فاعله امتهان المصحف فإنه يكفر بذلک، كما يشترط فی الإتلاف تجنب كل ما يشعر بالإهانة والامتهان وأن يتولی العمل أناس مسلمون .والله أعلم(مجموعة الفتاویٰ الشرعية،الصادرة عن قطاع الافتاء والبحوث الشرعية،مشمولة:فتاوی قطاع الإفتاء بالكويت، ج۵ص ۲۱۹،كتاب الحظر والإباحة،باب الكتابة والأدب)

ترجمہ: جن مصاحف (یعنی قرآن مجید کے نسخوں یا مقدس اوراق) کی ضرورت نہ ہو، ان کے اوراق کو درجِ ذیل طریقوں میں سے کسی بھی طریقہ سے تلف کرنا جائز ہے:

(1) اس طرح جلا دیا جائے کہ وہ مصحف (یعنی قرآن مجید یا مقدس اوراق) پوری طرح سے راکھ بن جائے۔

(2) اس کو دفن کر دیا جائے، لیکن یہ ضروری ہے کہ پاک جگہ میں دفن کیا جائے، جو پیروں کے روندے جانے والی جگہ سے دور ہو۔

(3) پانی میں اس طرح ڈبو دیا جائے کہ بھاری تھیلے میں رکھ کر دریا کے اندر کنارے سے دور ڈال دیا جائے۔

(4) اس کی لکھائی کو مٹا دیا جائے یا پانی کے ساتھ دھو دیا جائے، یا پاک کیمیکل مواد کے ساتھ اس طرح دھو دیا جائے کہ لکھائی کا اثر پوری طرح زائل ہو جائے۔

(5) اوراق کو کاٹ دیا جائے، ان آلات و مشینوں کے ذریعہ، جو آج کل رائج ہیں، جن کے ذریعہ سے کاغذ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے، اور تمام کلمات اور حروف ایک جگہ جمع نہیں رہتے۔

(6) ان اوراق کو گودا بنا دیا جائے، بشرطیکہ لکھائی کا اثر پوری طرح زائل ہو جائے، اور پھر اس گودے کو جائز اور مباح مصنوعات کے مقاصد میں استعمال کرنے میں کوئی مانع نہیں ہوگا۔

اور ان تمام طریقوں میں یہ شرط ہے کہ ان کے ذریعہ سے قرآن مجید کی تکریم اور اس کو بے ادبی و بے احترامی سے بچانا مقصود ہو۔

لیکن اگر اس طرح کا عمل کرنے والے کا مقصود قرآن مجید کی توہین کرنا ہو، تو وہ اس کی وجہ سے کافر ہو جائے گا، اور تلف کرنے کے سلسلہ میں یہ بھی شرط ہے کہ ان طریقوں سے اجتناب کیا جائے، جو اہانت اور توہین پر مشتمل ہوں، اور اس طریقۂ کار کو مسلمان افراد انجام دیں، واللہ اعلم (فتاویٰ قطاع الافتاء)

مذکورہ عام عبارات سے معلوم ہوا کہ دفن کرنے، اور پانی سے دھونے وغیرہ میں بے ادبی اور گندگی وغلاظت سے بچانا ضروری ہے، جبکہ سوال میں دریا بُرد کرنے کی جو صورت ذکر کی گئی ہے، اس میں بے ادبی و بے احترامی لازم آتی ہے، لہٰذا اس سے بچنا اور اجتناب کرنا ضروری ہے۔

مقدس اوراق کی تدفین وتحریق کا حکم

آپ کے دریافت کردہ دوسرے مسئلہ کے جواب میں عرض ہے کہ اگر قرآن مجید یا مقدس اوراق کے بوسیدہ و پرانا ہونے یا ان میں اغلاط کی وجہ سے، ان سے استفادہ کرنا دشوار ہوجائے، اور اس کو پاک وصاف جگہ دفن کرنا مشکل ہو، جہاں کسی کے پاؤں نہ پڑتے ہوں، جیسا کہ آج کل شہروں میں دفن کرنے کی پاک اور قابلِ احترام جگہیں میسر آنا مشکل ہیں۔

تو اس مواد کو بے ادبی سے بچانے کی خاطر آگ میں جلانا بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک جائز ہے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و دیگر صحابۂ کرام و تابعین سے اس کا ثبوت پایا جاتا ہے۔

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

ولا یکره دفنه، ومن اراد دفنه ینبغی أن یلفه بخرقة طاهرة، وتحفر له حفیرة ویلحد ولا یشق،لأنه متی شق ودفن، احتاج إلی إهالة التراب علیه، وفی ذلک نوع تحقیر واستخفاف بكلام الله عزوجل ، إلا إن یجعل علیه سقف حتی لایحتاج الیٰ اهالة التراب علیه، وحینئذ لا باس بالشق علیه (الفتاویٰ التاتارخانیة) [1]

ترجمہ: اس (قرآن مجید کے پرانے نسخہ) کو دفن کرنا مکروہ نہیں ہے، اور جو اس کو دفن کرنا چاہے، تو اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ اس کو پاک کپڑے میں لپیٹ دے، اور اس کے لئے ایک گڑھا کھود دے، اور بغلی گڑھا کھودے، سیدھا گڑھا نہ کھودے، کیونکہ جب سیدھا گڑھا کھود کر دفن کرے گا، تو اس پر مٹی ڈالنے کی ضرورت پیش آئے گی، اور اس میں اللہ عزوجل کے کلام کے ساتھ ایک طرح کی تحقیر اور استخفاف پایا جاتا ہے، لیکن اگر اس کے اوپر چھت بنادی جائے (یعنی اوپر لکڑی یا پتھر وغیرہ رکھ کر پھر مٹی ڈالی جائے) تو پھر سیدھا گڑھا کھودنے میں بھی

---

[1] ج۱۸ ص۶۸، ۶۹، کتاب الکراهیة، الفصل فی المسجد والقبلة وغیرها.

کوئی حرج نہیں (فتاویٰ تاتارخانیہ)

فتاویٰ شامی کے حوالہ سے بھی، اس طرح کی عبارت پہلے مسئلہ کے ذیل میں ذکر کی جاچکی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ مقدس اوراق کی تدفین کے سلسلہ میں فقہائے کرام نے ادب و احترام کی قیود لگائی ہیں، اور آج کل عموماً ان قیود کا لحاظ مشکل ہے، بالخصوص جبکہ مقدس اوراق کا مواد بہت زیادہ مقدار میں ہو، جیسا کہ آج کل شہروں میں ہوتا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلسَّابِعَةُ عَشَرَ جَوَازُ إِحْرَاقِ وَرَقَةٍ فِيهَا ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى لِمَصْلَحَةٍ كَمَا فَعَلَ عُثْمَانُ وَالصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ بِالْمَصَاحِفِ الَّتِيْ هِيَ غَيْرُ مُصْحَفِهِ الَّذِيْ أَجْمَعَتِ الصَّحَابَةُ عَلَيْهِ وَكَانَ ذٰلِكَ صِيَانَةً فَهِيَ حَاجَةٌ (شرح النووی علیٰ مسلم، ج۱۷ ص۱۰۱، کتاب التوبة، باب حديث توبة كعب بن مالك وصاحبيه)

ترجمہ: (حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے) سترھویں بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس ورقہ کے اندر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو، اُسے کسی مصلحت سے جلانا جائز ہے، جیسا کہ حضرت عثمان اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کے اُن نسخوں کے ساتھ کیا تھا، جو حضرت عثمان کے اُس نسخہ کے علاوہ تھے، جس پر صحابۂ کرام کا اجماع ہوا تھا، اور یہ حفاظت کی غرض سے کیا تھا، پس یہ ایک ضرورت تھی (نووی)

صحیح بخاری کی شرح ''ابنِ بطال'' میں ہے:

وفى أمر عثمان بتحريق الصحف والمصاحف حين جمع القرآن جواز تحريق الكتب التى فيها أسماء الله تعالى وأن ذلك إكرام لها، وصيانة من الوطء بالأقدام وطرحها فى ضياع من الأرض (شرح صحيح البخارى لابن بطال، ج۱۰، ص۲۲۶، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن)

ترجمہ: اورقرآن مجید کو جمع کرنے کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قرآن مجید کے نسخوں کو جلانے کا حکم فرمانے سے معلوم ہوا کہ جن کتابوں میں اللہ تعالیٰ کے مبارک نام ہوتے ہیں، ان کو جلانا جائز ہے، اور یہ (یعنی جلانا اہانت نہیں ہے، بلکہ) ان کتابوں کا اکرام ہے، اوران کے پیروں کے نیچے آنے اورزمین میں روندنے سے حفاظت کا ذریعہ ہے (شرح صحیح بخاری لابن بطال)

ترمذی کی شرح ''تحفۃُ الاحوذی'' میں ہے:

قلت لو تأملت عرفت أن الاحتياط هو فى الإحراق دون الدفن ولهذا اختار عثمان رضى الله عنه ذلك (تحفة الاحوذى بشرح جامع الترمذى، ج۸ص۲۱۴، ابواب تفسير القرآن، باب ومن سورة التوبة)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اگرآپ غورکریں گے تو یہ بات پہچان لیں گے کہ احتیاط جلانے میں ہے، نہ کہ دفن کرنے میں، اسی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دفن کرنے کے طریقہ کو اختیار فرمایا (تحفۃ الاحوذی)

سعودی عرب کے مشہور عالمِ دین شیخ محمد بن صالح بن محمد عثیمین (المتوفی: 1421ہجری) فرماتے ہیں:

فيها طريقتان الطريقة الأولى أن يدفنها فى مكان نظيف طاهر لا يتعرض للإهانة فى المستقبل حسب ظن الفاعل.

الطريقة الثانية أن يحرقها وإحراقها جائز لا بأس به فإن الصحابة رضى الله عنهم لما وحدوا المصاحف على حرف قريش فى عهد عثمان رضى الله عنه أحرقوا ما سوى هذا الموحد وهذا دليل على جواز إحراق المصحف الذى لا يمكن الانتفاع به.

ولكنى أرى إن أحرقها أن يدقها حتى تتفتت وتكون رماداً ذلك

لأن المحروق من المطبوع تبقى فيه الحروف ظاهرة بعد إحراقه ولا تزول إلا بدقّه حتى يكون كالرماد.

فضيلة الشيخ: أما إذا مزقت؟

فأجاب رحمه الله تعالى: إذا مزقت تبقى هذه طريقة ثالثة لكنها صعبة لأن التمزيق لابد أن يأتي على جميع الكلمات والحروف وهذه صعبة إلا أن توجد آلة تمزق تمزيقاً دقيقاً جداً بحيث لا تبقى صورة الحرف فتكون هذه طريقة ثالثة وهي جائزة (فتاویٰ نور على الدرب للعثيمين، ج۵ ص ۲، علوم القرآن والتفسير، حرق المصحف)

ترجمہ: قرآنی اور مقدس اوراق میں (بے احترامی سے بچانے کے) دو طریقے ہیں، پہلا طریقہ یہ ہے کہ ان کو پاک صاف جگہ میں دفن کر دیا جائے کہ دفن کرنے والے کے گمان کے مطابق آئندہ ان کی اہانت (وبے احترامی) کی نوبت نہ آسکے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان کو جلا دیا جائے، اوران کو جلانا بھی جائز ہے، جس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قریش کے مطابق مصاحف (یعنی قرآن مجید کے نسخوں) پر اتفاق کیا، تو انہوں نے اس اتفاقی نسخہ کے علاوہ کو جلا دیا، جو کہ اس قرآن کے جلانے کے جائز ہونے کی دلیل ہے، جس سے انتفاع ممکن نہ رہے۔

لیکن میری رائے یہ ہے کہ اس کو جلا کر چورہ کر دیا جائے، یہاں تک کہ وہ ریزہ ریزہ بن کر راکھ ہو جائے، کیونکہ جلانے کے بعد لکھے ہوئے کچھ حروف ظاہر ہوتے ہیں، جن کو چورہ کیے بغیر، یہاں تک کہ راکھ ہو جائے، لکھائی کا اثر زائل نہیں ہوتا۔

پھر یہ سوال کیا گیا کہ اگر ان اوراق کو (جلائے بغیر) ریزہ ریزہ کردیا جائے (تو کیا حکم ہے؟)

اس کا شیخ عثیمین رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا کہ جب آپ اس کو ریزہ ریزہ کردیں گے، تو یہ تیسرا طریقہ ہے، لیکن یہ کام مشکل ہے، کیونکہ ریزہ ریزہ کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس طرح کیا جائے کہ تمام کلمات اور حروف ریزہ ریزہ ہوجائیں، اور یہ عمل مشکل ہے، لیکن اگر کوئی ایسا آلہ (یا مشین) وجود میں آجائے کہ جو بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کردے، اس طور پر کہ حروف کی صورت باقی نہ رہے، تو یہ ایک تیسرا طریقہ ہوگا، اور یہ تیسرا طریقہ بھی جائز ہوگا (فتاویٰ نور علی الدرب)

کفایت المفتی میں ہے:

(قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کو) محفوظ اور محتاط مقام میں دفن کردینا بھی جائز ہے، لیکن جلادینا آج کل زیادہ بہتر ہے، کیونکہ ایسا محفوظ مقام دستیاب ہونا مشکل ہے کہ وہاں آدمی یا جانور نہ پہنچ سکیں، اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مصاحف کو جلانا اس کے جواز کی دلیل ہے (کفایت المفتی، ج۱، ص۱۲۷، کتاب العقائد، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

فتاویٰ محمودیہ میں ہے:

اس (قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کو بے حرمتی سے بچانے کے لئے جلانے) میں کوئی گناہ نہیں (فتاویٰ محمودیہ مبوب، ج۳ص۵۴۴، کتاب العلم، باب ما یتعلق بالقرآن الکریم، مطبوعہ: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

مذکورہ عبارات اور فتاویٰ جات سے معلوم ہوا کہ موجودہ دور میں جب مقدس اوراق اور قرآن مجید کے بوسیدہ و ناقابلِ استعمال اوراق کو ایسی پاکیزہ اور محفوظ جگہ میں دفن کرنا مشکل ہو کہ جہاں گندگی وغیرہ اور لوگوں کے گزرنے کی جگہ سے حفاظت ہو، جیسا کہ آج کل شہروں میں

ایسی پاک وصاف محفوظ جگہوں کا میسر آنا مشکل ہے، تو جلا دینا جائز ہے۔

مزید احتیاط یہ کی جائے کہ اس مقدس مواد کی خاکستر اور راکھ کو محفوظ جگہ دفن کردیا جائے، یا پاک پانی میں بہادیا جائے، تو بہت ہی اچھا ہے۔

اور سوال میں جلا کر ٹھنڈا کرنے کا جو طریقہ ذکر کیا گیا ہے، وہ بھی ادب واحترام کے تقاضوں کے عین مطابق ہے، جس کے جائز ہونے میں شبہ نہیں۔

ملحوظہ

ہمارے یہاں قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق اور نسخوں کی کثرت اور اس کے نتیجہ میں ان کو بے ادبی وبے احترامی سے بچانے کے انتظامات میں مشکلات کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بہت سے ادارے، قرآن مجید اور ان کے سپاروں کی اشاعت انتہائی سستے اور ردی کاغذ پر کرنے لگے ہیں، جن کے صفحات چند مرتبہ ورق گردانی کرنے، بلکہ پہلی مرتبہ ہی تھوڑی سی بے احتیاطی کی وجہ سے پھٹ جاتے ہیں، جن مکاتب میں چھوٹے بچے اس قسم کے نسخوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، ان کی ناسمجھی و بے احتیاطی کی وجہ سے بہت جلد ایسے نسخے بوسیدہ یا ناقابلِ استعمال ہوجاتے ہیں، اور ان کی دوبارہ اصلاح ومرمت پر اتنا خرچ آجاتا ہے کہ اتنی قیمت میں نئے نسخے حاصل حاصل کیے جاسکتے ہیں، اسی وجہ سے اب بوسیدہ اور پرانے نسخوں کی جلد سازی اور مرمت کا رواج بھی تقریباً ختم ہوتا جارہا ہے۔

دوسری طرف عوام الناس میں بھی کم علمی اور لاعلمی کی وجہ سے یہ تاثر عام ہے کہ وہ ثواب کی خاطر یا کسی حادثہ وضرورت اور مصیبت کے وقت قرآن مجید یا تیس سپاروں کا سستا سیٹ خرید کر، مساجد یا مکاتب میں پہنچادیتے ہیں، جبکہ بہت سے عوام تو کسی مصیبت وآفت کے وقت اس کام کے لیے باقاعدہ نذر اور منت بھی مان لیتے ہیں، اور اس طرح بہت سی مساجد و مکاتب وغیرہ میں قرآن مجید یا سپاروں کے ڈھیر لگے ہوتے ہیں، جہاں ان کی تلاوت

کرنے والوں سے زیادہ تعداد قرآن مجید اور سپاروں کی ہوتی ہے، اور پھر قرآن مجید کے وہ نسخے یا سپارے کچھ ہی عرصہ بعد بوسیدہ وغیرہ ہو جاتے ہیں۔

حالانکہ اولاً تو قرآن مجید کو اتنے سستے اور ہلکے کاغذ پر چھاپنا ہی مناسب نہیں، اسی وجہ سے پاکستان کی قومی اسمبلی کی مجلس قائمہ برائے مذہبی امور کی ذیلی مجلس نے وفاقی وزارت مذہبی امور کو قرآن مجید کی طباعت کے لئے 80 گرام کاغذ کے استعمال کو لازمی قرار دینے اور اس کاغذ کو قرآن پیپر کا نام دینے کی کلی ہدایت کی ہے (ملاحظہ ہو: ''نوائے وقت'' ہفتہ 23, جولائی 2016,) لیکن بعض ادارے اس پر عمل نہیں کرتے، ان کو اس پر عمل کرنے اور ان کو اس طرف متوجہ کرانے کی ضرورت ہے، جس کے نتیجہ میں امید ہے کہ قرآن مجید کے بوسیدہ اور مقدس اوراق کی کثرت اور ان کو ٹھکانے لگانے کی جدوجہد سے کافی حد تک حفاظت ہو سکتی ہے۔

دوسرے اس طرح سستے اور ہلکے کاغذ پر چھپے ہوئے قرآن مجید یا سپاروں کو مساجد و مکاتب میں بھیجنے یا اس کی نذر و منت ماننے کا طرزِ عمل بھی قابلِ اصلاح ہے۔

اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ خود سے ہر مسلمان قرآن مجید کے ادب و احترام کے تقاضوں اور متعلقہ شرعی احکام کو پورا کرے، اس کی تلاوت اور اس پر عمل کا اہتمام کرے، پھر اگر کوئی ضرورت مند سامنے آئے، اس کو اس کی ضرورت کے مطابق قرآن مجید کا اعلیٰ نسخہ خرید کر مہیّا کر دیا جائے۔ فقط۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

15 ربیع الآخر 1439 ہجری۔ 3 جنوری 2018 عیسوی۔ بروز بدھ

دارالافتاء ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

رائے گرامی

مولانا مفتی محمد امجد حسین صاحب زید مجدہٗ

دارالافتاء: ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استادِ محترم حضرت مفتی محمد رضوان صاحب دام فضلہٗ کا مقدس بوسیدہ اوراق کی ری سائیکلنگ پر تحقیقی مقالہ پہلی مرتبہ شوال 1437 ہجری (جولائی 2016ء) میں اس وقت سامنے آیا تھا، جب مولانا انصر باجوہ اور ملک امتیاز صاحب، ملک سعید صاحب وغیرہم کی طرف سے اس حوالے سے قائم کردہ اپنے مشنری (نہ کہ کاروباری) ادارہ ''ادارہ احترامِ مقدس تحریر و تصاویر مقاماتِ مقدسہ'' کے ری سائیکلنگ پلانٹ واقع خیر آباد (نوشہرہ KPK) کے متعلق اس علاقے کے بعض اہلِ علم اور کچھ جذباتی حضرات کی طرف سے اشکالات وتحفظات سامنے آئے، اور ان مذکورہ حضرات نے مفتی صاحب موصوف سے شرعی رہنمائی کے لیے رجوع کیا، ان حضرات کی راولپنڈی، اسلام آباد کے دیگر اہلِ علم وافتاء سے اور مفتی صاحب موصوف کی متعدد علماء سے انفرادی واجتماعی نشستیں اس وقت ہوتی رہیں۔

ادارہ غفران کی فقہی مجلس کے زیرِ اہتمام اس حوالے سے ایک علمی نشست مفتی صاحب موصوف نے ادارہ غفران میں بھی شوال 1437 ہجری میں رکھی، جس میں راولپنڈی، اسلام آباد کے اہلِ علم شریک ہوئے، جن میں سے بعض کا ان اوراق کے اتلاف کے لیے دفن کرنے یا بہانے پر اصرار تھا، اور ری سائیکلنگ پر عدمِ اعتماد تھا، اس حوالے سے یہ تاریخی واقعہ ہے کہ خیر آباد، نوشہرہ کے پلانٹ کا معاملہ وہاں کے کچھ حضرات جہانگیرہ ڈی سی آفس تک لے گئے، ملک امتیاز، انصر باجوہ وغیرہ ٹرسٹیانِ ادارہ مقدس تحریرات کے ہمراہ مفتی صاحب موصوف مقالہ نگار ڈی سی آفس کے اس اجلاس میں بھی شریک تھے، مفتی اسماعیل

طورو صاحب بھی شریک تھے، پھر یہ معاملہ خیبر پختونخوا صوبائی اسمبلی میں بعض اراکین اسمبلی کے توسط سے وہاں کے ان اہلِ علم نے اٹھوایا، جو خیر آبادری سائیکلنگ پلانٹ کے مانعین تھے، اسمبلی کے فورم پر مجوزین کی طرف سے مفتی صاحب موصوف کاری سائیکلنگ پر زیرِ نظر مقالہ پیش کیا گیا، جس میں دارالعلوم کراچی کا بھی مفصل فتویٰ اس حوالے سے موجود تھا، اور متعلقہ شرعی دلائل مفصل مذکور تھے، اس تناظر میں اسمبلی اسٹینڈنگ کمیٹی برائے اوقاف و مذہبی امور کی میٹنگ (یکم ستمبر 2016) کے ایجنڈے میں یہ قضیہ شامل تھا، اور جو فیصلہ ہوا، اس کا انگریزی متن مع ترجمہ مقالہ ہٰذا کے آخر میں ضمیمہ ثانیہ کے تحت شامل ہے، جس میں علماء کمیٹی کے متفقہ فیصلہ کی روداد ہے۔

امسال 1439 ہجری کے ماہ صفر المظفر میں اس معاملے میں ایک نئی پیش رفت ہوئی، جس کے نتیجہ میں مفتی صاحب موصوف کا مقالہ پہلے سے دوگنا ہو گیا، پہلے تو ری سائیکلنگ موضوعِ بحث تھا، اور اسی پر مقالہ میں اصل فوکس تھا۔

اب ''تحریق'' یعنی جلانے والے پہلو کو بھی اجاگر اور منقح کرنے کی ضرورت پیش آئی، اور متعلقہ فقہی و علمی مواد قدیم سے عصر حاضر تک فقہاء اہلِ علم کا جمع، منضبط، مربوط اور منقح کیا گیا۔

اور مقالہ جو موضوعِ ہٰذا پر جامع، مفصل و منضبط تحقیقی رسالہ بن گیا، اس کا نسبتاً وسیع نام ''مقدس اوراق کا حکم مع رسالہ مقدس اوراق کی ری سائیکلنگ'' تجویز کیا گیا، اب اسی نام سے یہ رسالہ منظرِ عام پر لایا جا رہا ہے (واضح رہے پہلے مقالہ کا نام ''مقدس اوراق کی ری سائیکلنگ کا حکم'' تھا) اس نئی پیش رفت کی بھی اپنی تفصیلی روداد اور پھیلی ہوئی داستان ہے (جس کو یہاں بیان کرنا شاید اُکتاہٹ کا باعث ہو)

سودا خدا کے لیے کر قصہ مختصر
اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے میں

قصہ مختصر یہ کہ لاہور اور اسلام آباد، راولپنڈی کے اہلِ علم، اہلِ فضل، اہلِ ثروت اصحابِ خیر کی

ایک اور تنظیم بھی اس میدان میں سرگرم عمل ہے، اور قابلِ رشک خدمات سرانجام دے رہی ہے، مفتی صاحب موصوف کا ری سائیکلنگ پر رسالہ ان کو ملا، جس کو انہوں نے بہت پسند کیا، ان کا وفد ادارہ غفران آیا، مفتی صاحب سے مفصل گفتگو اور نشست ہوئی۔

مقامی ہوٹل میں بھی ان کے ساتھ مفتی صاحب کی میٹنگیں اور نشستیں ہوئیں، بندہ راقم اور مولانا حکیم محمد ناصر صاحب بھی ان میٹینگوں میں شریک تھے، وہ جلانے کے عمل کو موجودہ صورتحال کے تناظر میں ترجیح دیتے ہیں۔

ضمیمۂ ثالثہ کا سوال جواب انہی کے معاملے میں ہے، باہمی گفت وشنید سے ایک مناسب طرز وطریقہ پر اتفاق کیا گیا، ان کی طرف سے سوال مرتب کر کے رکھا گیا، مفتی صاحب نے اس کا جواب دیا (یعنی ضمیمہ ثالثہ کا سوال جواب) اور جلانے پر بھی تفصیلی دلائل جمع کر کے یہ ضخیم مقالہ تیار فرمایا۔

اللہ کرے عصرِ حاضر کا یہ اہم قضیہ جو سارے عالمِ اسلام کا، پوری امت کا قضیہ ہے، ہر جگہ درپیش ہے، ملکی اور بین الملکی ہر سطح پر یہ مقالہ امت کے لیے اس معاملے میں مشعلِ راہ بنے، فائدہ مند وسودمند ہو، غلو وجذباتیت، انتشار وافتراق سے نکل کر مثبت طریقہ سے اعتدال کے ساتھ سب کے لیے کار آمد بنے، اور مفتی صاحب موصوف کے لیے دنیا وآخرت میں صدقۂ جاریہ ٹھہرے۔

فقط

محمد امجد حسین

4 جمادی الاولیٰ 1439 ہجری 22 جنوری 2018ء

ادارہ غفران، راولپنڈی